بعونہ تعالے شانہ

خطوط منشی امیر احمد

۱۳۲۸ھ

جس میں

حضرت امیر مینائی مرحوم کے سوانح ان کے کلام پر ریویو اور موازنۂ امیر و داغ

شامل ہے

مولفہ

محمد احسن اللہ خان ثاقب

ابن

مولوی محمد نصر اللہ خانصاحب بہادر صدر الصدور مرحوم دہلوی ثم اکبرآبادی

حسب فرمائش جناب میاں کاظم علی صاحب شوکت بلگرامی

سید فضل الحسن حسرت موہانی بی اے نے اپنے

اردو پریس علی گڑھ میں چھاپا اور شائع کیا

بار اول ۱۰۰۰ کاپی (حق تالیف باضابطہ محفوظ ہے) قیمت [illegible]

جناب منشی مفتی امیر احمد صاحب امیر مینائی رحمۃ اللہ علیہ

Block by the Courtesy
of the Editor of the Zamana.

ریویو

از شمس العلما حضرت خواجہ الطاف حسین صاحب حالی

مکتوبات امیر

کتاب مندرجہ عنوان کا مسودہ جو میرے لایق دوست خواجہ محمد احسن اللہ خاں ثاقب مدیر رسالہ مرحوم "قند پارسی" نے مرتب کیا ہے میری نظر سے گذرا۔ خواجہ صاحب موصوف جناب منشی امیر احمد صاحب مغفور سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں انکا شاگردانہ خلوص اس بات کا مقتضی تھا کہ اپنے واجب التعظیم اُستاد کا حق شاگردی کسی مناسب پیرائے میں ادا کریں۔ اول انہوں نے ان کی سوانح عمری لکھنے کا ارادہ کیا مگر بعض اسباب سے جن کا ذکر انہوں نے دیباچہ میں کیا ہے مٹیریل بہت کم میسر آیا۔ پھر ان کے مکتوبات جمع کرنے کی طرف توجہ کی لیکن باوجود اسکے کہ ایک عالم سے جناب ممدوح کی خط کتابت تھی خطوط بھی بقدر توقع بہم نہ پہنچے۔ تاہم ایک معتدبہ مقدار مکاتب کی جمع ہو گئی۔

اگرچہ ایک ایسے نامور بزرگ کے حالات لکھنے کے لیے یہ مختصر ذخیرہ کافی نہ تھا لیکن اس خیال سے کہ شاید آیندہ کوئی صاحب اس عمارت کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوں اور یہ تالیف اس عمارت کے لیے ایک بنیاد کا کام دے سکے خواجہ صاحب موصوف نے مٹیریل کی کمی سے ہمت

نہیں ہاری اور اپنی خوش سلیقگی سے اسی مختصر ذخیرہ کو ترتیب دیکر ایک دلکش پیرائے میں ظاہر کیا ہی۔

انہوں نے اس کتاب میں اول جناب ممدوح کی مختصر لائف قلمبند کی ہی پھر ان کے کلام پر نہایت آزادی کے ساتھ رویو کیا ہی اور ان کے دونوں دیوانوں کا مقابلہ فصیح الملک مرحوم کے دیوانوں سے کر کے دونوں استادوں کے کلام میں جو فرق دیکھا ہے وہ بغیر کسی قسم کے حیف و میل کے پبلک پر ظاہر کیا ہے اور پست و بلند دونوں قسم کے اشعار کے نمونے دونوں صاحبوں کے کلام سے التقاط کر کے ناظرین کو دکھائے ہیں۔

اگرچہ بدقسمتی سے ہمارے ملک کے اہل قلم میں ابھی تک نکتہ چینی کا تحمل اور اس کی برداشت پیدا نہیں ہوئی لیکن اگر ان کو رفتہ رفتہ اس کا عادی نہ کیا جائے تو امید نہیں کہ ہماری تصنیف و تالیف کے عیب و صواب کبھی پبلک پر ظاہر ہو سکیں۔

اس کے بعد انھوں نے اس مقصد کی طرف توجہ کی ہے جس پر کتاب کا نام مندرجہ عنوان دلالت کرتا ہے یعنی جناب منشی صاحب مرحوم کے خطوط جس قدر بہم پہنچے ان کو ایک خاص ترتیب کے ساتھ مرتب کیا ہی انسان کے اخلاق اور جذبات کا انکشاف جیسا اس کی بے تکلفانہ خط کتابت سے ہو سکتا ہے ایسا کسی اور چیز سے نہیں ہوتا۔ اسی واسطے مکتوب کو نصف ملاقات قرار دیا گیا ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب اس کا وجود عنصری خاک میں پنہاں ہو گیا اور اس سے ملنے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا اب

اس کی ملاقات محض اس کی خط کتابت پر منحصر ہے اور بس۔ پس کسی مصنف کی وفات کے بعد اس کے مکتوبات کا فراہم کرنا درحقیقت اس کی سوانح عمری کا ایک مہتم بالشان حصہ قلبند کر دینا ہے۔

مجھے امید ہے کہ مکتوبات امیر کی اشاعت خاصکر ان لوگوں کے لیے جو حضرت امیر احمد مینائی سے عقیدت رکھتے ہیں۔ اور جن کی تعداد ہندوستان میں کچھ کم نہیں ہے ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوگی۔

الطاف حسین حالی

(پانی پت)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ تعالی ونصلی ونسلم علی خیر الوریٰ

سنہ ۱۹۰۴ مسیحی سے میں بذریعہ اعلانات قند پارسی زبدۃ الرسائل ریہ دونوں ماہواری رسالے تھے جنکو میں اڈٹ کرتا تھا) واردوی معلی علی اسبیل التواتر والتوالی اس امر کے درپے رہا ہوں کہ استاذی جناب منشی مفتی امیر احمد صاحب مرحوم کا مجموعہ نثر کسی طرح مرتب ہو جائے۔

جو بے پروائی استاد کے صاجزادوں اور علی الخصوص منشی محمد احمد صاحب خلف اکبر جناب مرحوم رجن سے تعارف کے سوا ایک طرح کی خصوصیت بھی ہے) اور مرحوم کے تلامذہ حضرت جلیل وغیرہما سے اس بارے میں ظہور میں آئی اسکا بیان دل خوں کن ہے۔ ان احباب نے کوئی تحریر استاذ کی مرحمت نہیں کی بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ بعض نے تو میرے خطوط کا جواب تک نہیں دیا

اس بے پروائی کے ساتھ جب جناب مرحوم کا خلق اور محبت یاد آتی ہے تو زمانہ آنکھوں میں تیرہ و تار ہو جاتا ہے ایسا کوئی عریضہ میں نے استاذ کی خدمت میں نہیں بھیجا کہ جس کا جواب نہ دیا ہو اور کوئی ایسا مسئلہ فن شعر کے متعلق دریافت نہیں کیا کہ جس کی جانب توجہ نفرمائی ہو ؎

شکوت وما شکوی لمثلی عادۃ ولکن تفیض الکاس عند امتلائہا

پس جو خطوط حضرت مغفور کے بہم ہو سکے انہیں کو غنیمت سمجھکر یہ مجموعہ مرتب کرتا ہوں۔ ارباب فن ملاحظہ فرمائیں گے کہ اُستاد کو مبداء فیاض سے کیا متانت اور سلاست بیان عطا ہوئی ہے۔

مجھے اس امر کا ظاہر کرنا ضرور ہے کہ اس مجموعے کی ترتیب نتیجہ ہے مولوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب حسرت شروانی ابقاہ اللہ تعالیٰ وسلم کے مسلسل تقاضوں کا، ورنہ مجھسے کہ جو فن شعر سے مجبوب کو وداع کر چکا ہو کسی تالیف و تصنیف کی امید رکھنا عبث تھا۔ مزید براں پہلے اپنی حالت اور تھی اب کیفیت اور ہے۔ آلام گوناگوں کا ہشیں روز افزوں، جب یہ صورت ہو، تو تالیف کی کیا ہمت ہو۔ پھر یہ آفت کہ جو کیفیت ایک مدت سے طاری ہے تجربے نے اس کے تغیر کو غلط ثابت کیا آس یاس ہوگئی کما قلت ؎

ویران دل کسی سے بسایا نجائے گا　　اس گھر میں اب چراغ جلایا نجائے گا

وقد قال الحسین بن مطیر

لقد[1] کنت جلد اقبل ان توقد النویٰ　　علی کبدی جمراً بطیئاً خمودھا

وقد[2] کنت ارجوان تموت صبا بتی　　اذا قدمت ایامھا وعھودھا

---

[1] الجلد، الشدید القوی، والجمر، جمع جمرۃ وہی النار الموقدۃ، والضمیر فی خمودھا لہ۔ ترجمہ تحقیق میں ایک مضبوط شخص تھا اس سے پہلے کہ میرے جگر پر فراق، ایک بھڑکتی آگ جو بہت دیر میں بجھتی ہے روشن کرے ۱۲

[2] ترجمہ اور مجکو امید تھی کہ میرا عشق مرجائے گا (جاتا رہیگا) جبکہ اسکے دن اور زمانہ (بصیغہ جمع) آے گا یعنی مرنے یا زائل ہوجانیکے دن اور زمانہ یا جب کہ اسکے دن اور زمانہ پرانا ہوجائے گا ۱۲

لقد جعلت فی جنۃ القلب والحشا ‌ ‌ ‌ عہاد الہوی تولی بشوق یعیدہا[1]

جناب سید زاہد حسین صاحب زاہد نے خطوط ارسال کیے اور یہ عنایت

مجھ بہی صرف فرمائی کہ مرحوم کے کچھہ حالات لکھکر مرحمت فرمائے

جناب سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی۔ بی اے اڈیٹر اردوے معلیٰ نے

اپنے بیش قیمت رسالے میں وقتاً بعد وقتِ جناب مرحوم کے خطوط مجھہ سے لیکر

شائع کیے جس سے استاد کے تلامذہ اور احباب میں فی الجملہ تشویق پیدا

ہوئی اور کسی قدر سرمایہ بہم پہنچا۔

میں ان صاحبوں کا دل سے شکر گزار ہوں،

جناب برہم حضرت کوثر خیر آبادی، جناب قاضی محمد خلیل صاحب خیرآبادی،

حضرت طاہر فرخ آبادی، مجی مولوی نور الحسن صاحب بی اے۔ ال ال

بی، خلف اکبر جناب قبلہ استاذی واستاذ العصر حسان الہند مولوی محمد محسن صاحب

کاکوروی طاب اللہ ثراہ مولوی اعجاز حسن خانصاحب اور حضرت شہیر کا بہی

جنہوں نے ابلاغ مکاتیب میں مضایقہ نہیں فرمایا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب شوکت بلگرامی کا بہی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے اس مجموعے کی

اشاعت اور طبع کا اہتمام فرمایا

---

[1] جنۃ القلب ہی العلقۃ السوداء فی جوفہ۔ العہاد جمع عہدہ وہی مطر اول السنۃ تولی مدد کیا جانا بارش سے

ترجمہ سو اس عشق نے میرے سویدائے قلب اور اعضائے باطنی میں باران محبت

برسایا جو بسبب شوق عظیم کے کہ جو اس کو لوٹا لاتا ہے۔ مدد کیا جاتا ہے یا مکرر برسایا جاتا ہے ۱۲

واضح ہو کہ اس مجموعے کی ترتیب اگست ۱۹۰۷ء میں کی گئی تھی مگر خطوط اور سوانح استاد کے انتظار میں اب نومبر ۱۹۱۰ء میں بہت کچھ ترمیم اور اضافے کے بعد شائع ہوتا ہے۔

اس کتاب کا تاریخی نام خطوط منشی امیر احمد ہے ۔ ۱۳۲۸ھ

میرا قصد تھا کہ صرف وہ خطوط کتابی حیثیت میں شایع کئے جائیں کہ جن میں یا ادب کی رنگینی ہو یا فن شعر کے متعلق کوئی نکتہ بحث یا کوئی بات ہو مگر شمس العلما مخدومی حضرت مولانا شبلی نعمانی دامت افاضتہم نے فرمایا کہ نہیں، تمام تحریریں جو ملیں بلا ترک و حذف درج کی جائیں کیونکہ مصنف کے فقرے فقرے اور لفظ لفظ سے اس کے حالات، خیالات، ذکاوت اور طبیعت کا پتا لگتا ہے پھر ایسے خط جن میں انشاء کی رنگینی یا بحث فن ہو بہت کم مل سکے ۔ پس جو مکاتیب استاذ مرحوم کے مجھکو بہم پہنچے ہیں وہ سب شائع کئے جاتے ہیں ۔

مخفی نہ رہے کہ بعض اصحاب نے مجھے اس امر پر مجبور کیا کہ مکتوبات کی ابتدا استاذ مرحوم کے سوانح اور ان کے کلام کے ریویو سے کی جائے اس میں مشکل یہ واقع ہوئی کہ جو خط میں نے استاذ کے فرزند اکبر منشی محمد احمد صاحب کو بطلب حالات مرحوم لکھا اس کی جانب انہوں نے کوئی توجہ نہ کی ۔ نیز جناب زاہد نے کچھ حالات استاذ کے مجھے لکھ بھیجے اور خود میں نے بعض سوانح متفرق رسائل اور تذکروں سے لیکر مختصر اور ضروری تاریخ مرتب کر دی ۔

کلام پر ریویو کرنے میں یہ دقت محسوس ہوئی کہ اول تو میں بے بضاعت

پھر ایسے کامل الفن اور اپنے ہی اُستاد[1] کے نتائج فکر پر نکتہ چینی کرنا بڑی دشواری کا سامنا تھا مگر چار ناچار کرنا پڑا امید ہے کہ انصاف گزیں طبائع انصاف کریں گی،

وانا

علی گڑھ
نومبر ۱۹۱۰ء

العبد المستہام اقل الانام کثیر المعائب
الراجی الیٰ رحمتہ اللہ الواہب
محمد احسن اللہ خان ثاقب احسن اللہ الیہ
(نزیل دہلی)

---

[1] راقم کی شاعری کی ابتدا جناب قبلہ محسن کاکوروی سے کی خدمت میں ہوئی پھر جب میں ۱۸۹۴ء میں ملازم ہو کر رامپور گیا تو حسب سفارش حضرت محسن چند اردو غزلیں اور ایک یا دو فارسی نظم جناب منشی صاحب مرحوم کو دکھانیکا اتفاق ہوا۔ اس کے بعد آگرے میں فارسی نظم اور عربی نثر کی طرف میلان خاطر زیادہ ہوا اور معقول سرمایہ کلام کا جمع ہو گیا۔ جو کسی وقت انشاء اللہ تعالیٰ شائع ہوگا ۱۲

مین پوری میں جب[2] استاذی جناب محسن کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا تو اسوقت مولانا ممدوح کے والد ماجد جناب مولوی حسن بخش صاحب مرحوم بھی بقید حیات تھے ان سے ہر شرح جامی پڑھتا تھا میری عمر اس وقت بارہ تیرہ سال کی تھی۔ حضرت مولوی حسن بخش صاحب نے مولوی حسن علی صاحب محدث لکھنوی سے فقہ حدیث اور تفسیر کی تکمیل کی تھی اور جناب مولوی حسن علی صاحب محدث لکھنوی شاگرد رشید فخر المحدثین حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔ راجہ کندن لال اشکی نے جو لکھنو کے عمائد سے تھے کتاب ... میں جن ... سے اپنی ملاقات کا تذکرہ فرمایا ہے اس خصوص میں مولوی حسن بخش صاحب مرحوم سے بھی ملاقات کا بمقام مین پوری ذکر کیا ہے

استاذ جناب منشی مفتی امیر احمد صاحب امیرؔ مینائی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

ہے آج جو سرگذشت اپنی ‏— کل اس کی کہانیاں بنیں گی

خاندان چھوٹے صاحبزادے مولوی کرم محمد صاحب مینائی کے تھے۔ وہ حضرت مخدوم شاہ مینا صاحب قدس سرہ کی اولاد سے تھے اور اسی نسبت سے اپنے آپ کو مینائی لکھتے تھے۔ استاذ ۱۶ شعبان سنہ ۱۲۴۴ ہجری روز دوشنبہ کو عہد نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ میں بیت السلطنتہ لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔

فضائل علمی کتب درسیہ متداولہ عربیہ کی تحصیل طالب علمانہ و مستعدانہ اپنے والد ماجد اور علمائے فرنگی محل اور دیگر علمائے نامی مثل حاجی مفتی محمد سعد اللہ[1]

---

[1] مفتی صاحب نے تحصیل و تکمیل علوم حضرت مفتی صدر الدین خاں صاحب دہلوی آزردہ تخلص کی خدمت میں کی تھی۔ راقم ۱۸۷۷ء میں جب رامپور گیا تھا تو مفتی سعد اللہ صاحب کے شرف ملاقات سے بہرہ یاب ہوا تھا۔ ثاقب

صاحب مرحوم خلف الرشید مولوی محمدؐ نظام الدین صاحب مغفور مراد آبادی
کی خدمت میں کی تھی اور بعض فنون غریبہ مثل جفر ونجوم بھی حاصل فرمائے تھے
خاندان چشتیہ صابریہ میں قطب الارشاد حضرت امیر شاہ صاحب قدس سرہٗ
صاحب سجادہ سے بیعت تھی اور خرقۂ خلافت سے بھی مشرف ہوئے تھے
ایک مدت تک عہد نواب یوسف علی خاں بہادر فرمانروائے رام پور میں محکمۂ
افتا متعلق رہا اور اکثر مدرسہ عالیہ عربی کے ممتحن بھی ہوتے رہے۔ اردو فارسی
عربی السنۂ ثلاثہ میں قدرت شعر گوئی حاصل تھی اور فن سخن میں منشی مظفر علیخاں
صاحب اسیر لکھنوی سے تلمذ تھا۔ حضرت اسیر ارشد تلامذہ شیخ مصحفی سے
تھے اور سلطان عالم واجد علی شاہ بادشاہ اودھ کی مصاحبت سے سرفراز
تھے تدبیر الدولہ مدبر الملک خطاب بھی سلطنت لکھنؤ سے ملا تھا۔

وضع

استاذ کی وضع نہایت سادہ اور درویشانہ تھی، سر پر لکھنؤ کی چوگوشیہ ٹوپی گھٹنوں
سے نیچا کرتا، کبھی کبھی اس پر صدری بھی پہن لیتے تھے، لکھنؤ کی قدیم وضع کا عرض کا
پاجامہ اور کبھی گلبدن کا پاجامہ بھی عرض کا میں نے پہنے ہوئے دیکھا ہے سیاہ
یا اور کسی رنگ کی گرگابی یا پمپ شو، ہاتھ میں پرانی وضع کے بزرگوں کی جریب،
اکثر تسبیح بھی ہاتھ میں ہوتی تھی، دربار جاتے تھے تو عبا یا چغہ پہن لیتے تھے

اخلاق وعادات

وہ نہایت نیک طینت، پاک صورت، پاکیزہ سیرت، ایک
عالم نور تھے۔ جامع مکتوبات کو رام پور میں قریب تین برس کے استاذ مغفور کی
حضوری کا شرف حاصل رہا کبھی نہیں سنا کہ کسی شخص کا ذکر سوائے بھلائی کے
اُن کی زبان پر آیا ہو۔ مرحوم کی مجلس ادب آموز اور کاشانۂ تہذیب تھی۔ اُن

کی تقریر تحریر سے زیادہ دلکش و دلپذیر تھی۔ تلامذہ کے ساتھ شفقت و محبت سے
کام لیتے تھے۔

استاذ کی تہذیب کا یہ حال تھا کہ صاحبزادوں حتی کہ خدمت گاروں کو بھی سوا
آپ کے تم سے مخاطب نہ فرماتے تھے۔

حضرت زاہد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ لکھنؤ سے آتے ہوئے شرف ملاقات کی غرض سے
رام پور میں ٹھیرے اور سرائے میں جا کر مقیم ہوئے اُستاذ کو جب خبر ملی تو بیتاب ہو گئے
اور خود پیادہ پا اور دو ایک شاگرد پیچھے پیچھے سرائے میں تشریف لائے اور آتے ہی تبسم آمیز
لہجے میں جناب زاہد کو مخاطب کر کے فرمایا "کیوں سید صاحب! ع دیدار
مے نمائی و پرہیز می کنی۔" آخر حضرت زاہد کے شوق نے فقیر کو جھونپڑے سے
نکالا" چنانچہ ان کو اپنے کاشانۂ دولت پر لے گئے اور مہمان کیا۔

حافظ عبد الجلیل صاحب ماہروی نے مولف سے بیان کیا کہ سنہ ۱۲۹۰
ہجری میں وہ جب رام پور جا کر حضرت سے ملے تو ایک روز اُستاد نے فرمایا
کہ میں نے آجتک انگریزوں کو بات کرتے نہیں سنا معلوم نہیں وہ کیونکر بات
چیت کرتے ہیں اور ان کا لب و لہجہ کیا ہے۔

لطیفہ ایک بار استاد نے ایک اپنا پر درد شعر پڑھ کر حضرت زاہد کو مخاطب کیا
اور فرمایا "یہ میر کا رنگ ہے" اُنھوں نے کہا خدا گواہ ہے میر سے آپ کا ایک نمبر
بڑھا ہوا ہے فرمایا کہ "ہاں! ایسا نہ کہو" انھوں نے کہا کہ تخلص ہی گواہ ہے پھر کیا تامل ہے
اس پر مسکرا کر چپ ہو رہے۔ میر سے امیر میں الف کا ایک عدد زیادہ ہے

لطیفہ بھی حضرت شوکت بلگرامی حافظ عبد الجلیل صاحب ماہروی کی

زبانی ناقل ہیں کہ استاذ غدر کی تباہی سے پریشان اور خستہ حال ہو گئے تھے احباب مصر تھے کہ گورنمنٹ انگلشیہ کی ملازمت اختیار فرمالیں۔ چونکہ اس زمانے میں علماء کے لیے صدر امین اور صدر الصدور ہونا دشوار نہ تھا بلکہ ایسے کاملین کے لیے یہ عہدے مخصوص ہو گئے تھے اس لئے بارسوخ احباب نے جج صاحب کو اس امر پر بآسانی رضامند کر لیا کہ وہ آپ کے واسطے صدر امینی کی رپورٹ کر دیں اور جناب امیر کے درپے ہوئے کہ آپ کچہری میں چلکر جج صاحب سے مل لیجئے۔ استاذ کو انکار شدید تھا مگر جب دوستوں نے نہ مانا تو حضرت نے فرمایا کہ میں اس شرط پر چلتا ہوں کہ عدالت میں پہنچکر جو آواز سب سے پہلے میرے کان میں آئیگی اس سے درباب اختیار و انکار ملازمت تفاول کروں گا چنانچہ احباب نے اس کو قبول کر لیا اور حضرت جی کو تشریف لے گئے' کچہری کے احاطے میں داخل ہوئے تھے کہ سنا ایک چپراسی آواز دے رہا ہے کہ "گیا دین حاضر ہے" یہ سنکر اُستاد اپنے پاؤں واپس آئے اور دوستان ہمراہی سے فرمایا کہ جس نوکری میں دین گیا وہ ملازمت میرے بس کی نہیں ہے۔

اس سے ان کی احتیاط' تورع اور خیالات مذہبی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ابتدائے عمر ہی سے وہ صاحب صلاح و تقوی تھے۔

لطیفہ آتش بازی سے نفرت تھی۔ ایک بار شب برات کے موقع پر اطفال کے اصرار سے جو عیدی تصنیف فرمائی تھی اس میں شعر آخر قطعہ کا یہ تھا ؎

گولوں کو آگ دیجے ہا چھچھوندر کو چھوڑیے ایسی بزرگ شب میں یہ کیا واہیات ہے

تمام عمر زبان کو کسی کی ہجو سے آلودہ نہ کیا اور نہ کسی سے اپنی ہجو کرائی۔ نہ بُرا کہا نہ برا سنا۔

مزاج میں انصاف بہت تھا کبھی نفسانیت یا سخن پروری کو کسی امر میں دخل نہ دیتے تھے اور امر حق کو نہایت شکرگزاری سے تسلیم کر لیتے تھے۔

امیر اللغات کی تالیف میں سارے ملک سے رائے طلب کی اور جو رائے جس نے دی اور وہ صائب ہوئی بلا تامل اس کو مان لیا۔ ہر جگہ محاورات کی سند میں دوسرے اساتذہ کے اشعار پیش کیے اپنا ایک شعر بھی کہیں نہیں لکھا۔ چنانچہ سرسید مرحوم نے اپنے ریویو میں اسکا ذکر بھی کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ "ہمارے نزدیک جناب مصنف کو یہ تکلیف اٹھانی ضرور نہ تھی کیونکہ وہ خود ہی سند ہیں، ان کو دوسروں کے کلام سے سند لانے کی ہرگز ضرورت نہ تھی"

جامع مکتوبات نے ایک مرتبہ استاد کے حضور میں جناب قبلہ محسن کاکوروی علیہ الرحمتہ کی سخن آفرینی اور بلاغت کلام کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ ان کا کلام ایک عالم ہی خیالات نادرہ کا، کہ اس کو دیکھکر انسان حیران ہوتا ہے۔ اور انکا ہر شعر معراج بلاغت ہی۔ یہ بھی فرمایا کہ حضرت محسن نے زمانۂ غدر سے پیشتر کاکوری میں مرزا بیدل رضوان اللہ علیہ کے کرم خوردہ کلام کو ترتیب دیکر جہاں جہاں کیڑا لگ گیا تھا اُن مقامات پر اپنی فکر صائب سے نقرے اور شعر ضم کیے تھے۔ اسطرح جب وہ کل کلام درست فرما چکے تو شب کو جناب مولانا نے مرزائے مرحوم کو عالم رویا میں دیکھا اور اس بحر مواج نکتہ پروری نے مولانا

کی اس محنت پڑدی اور معنی آفرینی کی داد دی اور مسرت ظاہر کی اور فرمایا کہ یہ نظم و نثر اصل میں یوں ہی طرح تھی۔

ایک وقت میں نے استاد سے کہا کہ مرزا بیدل کے اکثر شعر سمجھ میں نہیں آتے فرمایا کہ سچ ہے مگر یہ خوبی بیدل ہی کے کلام میں ہے کہ سمجھ میں نہیں آتا اور اچھا معلوم ہوتا ہے۔

مرزا داغ کی ایک غزل کو پسند فرمایا اور خود بھی اس زمین میں گوہر افشانی کی اور مقطع میں مرزا کے کلام کی اس طرح داد دی ؎

امیر اچھی غزل ہے داغ کی جسکا یہ مصرع ہے ہوئیں تنتی ہیں خنجر ہات میں ہے تنکے بیٹھے ہیں

کسی کی برائی سننا گوارا نہ تھی اور تعریف سے خوش ہوتے تھے

آخر زمانہ میں ایک وسیع سرکاری مکان میں سکونت تھی جو پرانی کنڈ سال کے نام سے مشہور ہے۔ زنانہ مکان ملحق تھا اور باہر نہایت وسیع صحن اور متعدد مکانات تھے۔ وسط صحن میں ایک بنگلیا بنا رکھی تھی بیشتر اسی میں نشست رہتی تھی۔ دن کو شغل صلاح اور تصنیف و تالیف رہتا تھا اور کچھ وقت ملاقات احباب میں صرف ہوتا تھا۔ شب کو بقدر ضرورت استراحت فرماتے تھے باقی وقت ذکر و عبادت کے لیے مخصوص تھا

رام پور کے قیام دراز کی وجہ سے لکھنؤ کی آمد و رفت اور تعلقات بہت کم ہوگئے تھے اور وہاں وطن کی سی کیفیت اور تعلقات پیدا ہوگئے تھے نیز نواب خلد آشیاں کلب علی خاں بہادر کی توجہ اور قدردانی سے ہر طرح کا سامان راحت و وارستگی استاد کے لیے رام پور میں مہیا تھا مگر پھر بھی وطن کی یاد ان کو

بیچین کرتی تھی جیسا کہ اُن کے اکثر اشعار سے ظاہر ہوتا ہے ۔ رام پور آنے سے
بیشتر لکھنؤ میں سلطان عالم واجد علی شاہ کے دربار سے تعلق ہو گیا تھا اور وہاں
کے مشاعرے اور قیصر باغ کے جلسے جناب مرحوم کے پیش نظر تھے جن کو ہمیشہ
یاد کیا کئے جب کبھی لکھنؤ کا ذکر آجاتا تھا تو ایک ٹھنڈی سانس بھرتے تھے اور آنکھوں
میں آنسو بھر لاتے تھے، اور کس طرح اس لکھنؤ کو یاد کرتے جس کے در و دیوار
عیش و عشرت کے زندہ مرقعے تھے ۔ اس غزل کو دیکھیے ؎

کس کے چمکے چاند سے رخسار قیصر باغ میں — چاندنی ہے سایۂ دیوار قیصر باغ میں
فی الحقیقت یہ بھی گلزار جنت سے نہیں — حوریں پھرتی ہیں سر بازار قیصر باغ میں
لوٹتا پھرتا ہے یہ مارے خوشی کے صبح و شام — وجد میں ہے سایۂ دیوار قیصر باغ میں
چار نغموں میں ہو سعدی کی گلستاں کا جواب — بلبلیں کھولیں اگر منقار قیصر باغ میں
زیر شاخ گل اگر سبزہ کبھی سونے لگا — شور بلبل نے کیا بیدار قیصر باغ میں
تشنگان شوق میں شیریں لبوں کے میہماں — بٹ رہا ہے شربت دیدار قیصر باغ میں
کہہ رہی ہے چہچہو سرو قامتوں سے فاختہ — آؤ بھی بھر علم بردار قیصر باغ میں
اے دل مایوس بے برگی سے افسردہ نہ ہو — لائے گا نخل تمنا بار قیصر باغ میں
دور ہوں گی کلفتیں مٹ جائیں گی سب کا ہمیشہ — لالہ ہے بے داغ، گل بے خار قیصر باغ میں
سایۂ بال ہما کیا ڈھونڈتا ہے اے امیرؔ — بیٹھ زیر سایۂ دیوار قیصر باغ میں

اور بادشاہ کو اس طرح یاد کرتے ہیں ؎

ہائے لکھنؤ کی جان تو کلکتے میں امیرؔ — خاک آئے میری آنکھ کو اب لکھنؤ پسند

اور کبھی جا بجا یاد وطن میں اشک ریزی کی ہے ۔ فرماتے ہیں ۔ ؎

گردش بخت کہاں سے ہمیں لائی ہے کہاں
منزلوں وادیِ غربت سے وطن دور رہا

اک عمر ہوگئی کہ اقامت سفر میں ہے
نقشہ مگر وطن کا ابھی تک نظر میں ہے

شامِ غربت میں یہ ہر روز خیال آتا ہے
اے خدا ہم بھی کبھی صبحِ وطن دیکھیں گے

تعلق ریاست رامپور

اگرچہ ابتدا ہی سے طبیعت موزوں واقع ہوئی تھی اور فکر سخن سے دل بستگی بھی تھی، مگر بعد تحصیل و تکمیل علوم درسیہ اُستاذ مرحوم کو شعر کی جانب میلان خاطر زیادہ ہوا اور حضرت اسیر کا تلمذ اختیار فرمایا اُستاد اسیر سلطان عالم واجد علی شاہ کے مصاحب خاص تھے اس لیے جناب امیر بھی دربار شاہی میں پہنچے۔ وہ پہلے پہل ۱۲۶۹ سنہ ہجری میں باریاب دربار شاہی ہوئے اور دو کتابیں "ارشاد السلطان و ہدایۃ السلطان" تصنیف فرما کر پیش کیں اور خلعت فاخرہ اور انعام سلطانی سے شرف حاصل کیا مع ہذا چونکہ بادشاہ خود سخن سنج اور سخن شناس تھے، حضرت نے اُستاذ کی یہ قدردانی بھی فرمائی کہ شاہی مشاعروں میں شریک کئے گئے۔

ہر چند زمانہ شیخ ناسخ و خواجہ آتش کو رخصت کر چکا تھا مگر ان دونوں باکمالوں کے بہت سے شاگرد جو بجائے خود استاد تھے لکھنؤ میں موجود تھے اور مشاعروں سے کوئی دن خالی بچتا تھا۔ جناب مرحوم بھی طرح مشاعرہ پر غزل لکھکر پڑھتے تھے اور اساتذہ فن سے داد سخن لیتے تھے۔ بادشاہ کی مدح میں بھی بلیغ قصائد لکھکر سنائے تھے۔ اس طبع آزمائی اور مشق سخن کے زمانے میں ایک ضخیم و جسیم دیوان غزلیات و قصائد اردو کا مدون ہوگیا تھا لیکن انتزاع سلطنت اودھ اور حوادث دار و گیر غدر اور بربادی لکھنؤ کے ساتھ جان اور سامان و اسباب غارت ہو اوہ

بھی تلف ہو گیا۔

غدر کے فرو ہونے کے بعد ۱۲۷۵ہجری میں نواب یوسف علیخاں بہادر متخلص بناظم فرمانروائے ریاست رامپور نے جو مومنؔ، غالبؔ اور اسیرؔ کے شاگرد تھے حضرت مرحوم کا آوازۂ سخن سنکر کمال آرزو اور عزت کے ساتھ رامپور طلب فرما کر حاکم دیوانی حسن کا لقب مفتی عدالت تھا مقرر کیا، اور آخر میں ان سے مشورۂ سخن بھی فرمانے لگے۔

نواب ناظم کا پہلا دیوان جو عرصہ ہوا چھپا تھا اور اب کم یاب ہے وہ مرزا غالب کا دیکھا ہوا ہے

شادابی خیال، نوئے ترکیب، جدت مضمون، لطافت زبان اور متانت بیان اس دلفریب کا زیور ہے۔ دیوان نہیں معنی زار خوبی اور نگارستان محبوبی ہے اس دیوان میں ایک یہ بات مرزا کے اردو کلام سے زیادہ ہے کہ اغلاق نہیں مگر خیال اچھوتا، زبان پاکیزہ، طرز ادا دل نشین ہے یہ سخن سرائی، معنی آرائی سزاوار صد ہزار آفریں ہے[1]۔

---

[1] خاکسار کو جولائی ۱۹۱۰ء میں خوابیدگان نزہت گاہ تقدس کی توجہ اور (رباعی) فرخندہ جہان بے مثالی + ممدوح ادانی و اعالی + پیرائہ صدق و مایۂ فضل + شمس العلما جناب حالی۔ کا اشتیاق زیارت پانی پت لے گیا۔ میں ایک روز یہ مسودہ ان کو سنا رہا تھا۔ جب اس مقام پر پہنچا تو مولانا نے فرمایا کہ "نواب مصطفٰے خاں صاحب شیفتہ فرماتے تھے کہ" ایک روز مرزا غالب نے مجھے یہ مطلع سنایا، میں نے بہت تعریف کی تو فرمایا کہ "بھیا، میں تو یہ شعر ناظم کو دے چکا"۔ مطلع، خوشی جینے کی کیا، مرنے کا غم کیا + ہماری زندگی کیا، اور ہم کیا۔ ۱۲ ثاقب

اس دیوان کے علاوہ جو کلام حضرت اسیر اور استاد مرحوم کا دیکھا ہوا ہی وہ بھی [illegible]نت سے خالی نہیں ہی۔

جب نواب ناظم نے رحلت کی اور ۱۲۸۲ھ ہجری میں نواب کلب علی خان بہادر مسند نشین ہوئے تو ان کو فن شعر میں باپ سے بھی زیادہ انہماک اور شغف تھا اور رام پور اُن کے عہد مبارک میں رشک شیراز و صفاہان ہو رہا تھا صلحا، علما، شعرا خوش نویس، غرض ہر فن کا کامل نواب کی قدر دانی اور فیض گستری سے کامیاب تھا۔

جو لوگ نظر دوربین رکھتے ہیں اور زمانہ شناس ہیں وہ دیکھ سکتے ہیں کہ اکبر اعظم کے دربار کا ہلکے رنگ کا خاکا بہادر شاہ ظفر کا عہد اور مٹی ہوئی دلّی کا نشان خلد آشیانی رام پور تھا۔ آداب دربار، مجالس سخن، محافل دانش و فن میں فر و شوکت سلاطین مغلیہ کی جھلک رام پور ہی میں پائی جاتی تھی۔

شعرا میں اسوقت حیا، اسیر، بحر، قلق، داغ، جلال، منیر، عروج، تسلیم کے سے اساتذۂ فن نواب کے خوان بذل و احسان سے فیض پذیر تھے۔

مرزا غالب بھی کبھی کبھی آکر مہینے دو دو مہینے نواب کے مہمان رہتے تھے۔ اک بار رام پور سے رخصت ہوئے تو کہتے ہیں ؎

اب ہے دلّی کی طرف کوچ ہمارا غالب	آج ہم حضرت نواب سے بھی مل آئے

اسی غزل کا یہ شعر ہی۔

دیدۂ خوں بار ہے مدت سے و لے آج ندیم	دل کے ٹکڑے بھی کئی خون کے شامل آئے

مومن مرحوم بھی رام پور آئے تھے وہ نواب ناظم کا عہد تھا چنانچہ

فرماتے ہیں۔ ؎

دلی سے رام پور میں لایا جنوں کا جوش ⁂ ویرانہ چھوڑ آئے ہیں ویرانہ تر میں ہم

دربار مسائل معقول و منقول اور شعر و سخن کے فروع و اصول کا جولان گاہ تھا۔ مشاعرے بھی ہوتے تھے اور نواب و امیر اس انجمن کے میر مجلس تھے نواب نہایت با استعداد اور نقاد سخن تھے۔ استاد مرحوم سے مشورہ سخن تھا اور نواب کی نازبرداری اور قدر افزائی نے ان کو رام پور کا پابند کر رکھا تھا۔ اور یہی کو وہ اپنا وطن سمجھتے تھے۔ ۴۴ برس رام پور استاد کا مسکن رہا

نواب کی رحلت، حضور نظام سے ملاقات، سفر حیدرآباد، وفات حسرت آیات

نواب کے انتقال کے بعد جنرل عظیم الدین خاں بہادر مرحوم مدار المہام رامپور نے امیر اللغات کی سرپرستی فرمائی اور استاد اس کی ترتیب میں مصروف رہے مگر نواب کی مفارقت اور بزم سخن کا درہم و برہم ہو جانا ان کے دل پر نہایت شاق تھا چنانچہ اسی دلکش صحبت کی یاد میں فرماتے ہیں

کہاں ہم اے امیر اب اور کہاں داغ ⁂ یہ جلسے ہو چکے خلد آشیاں تک

کہ اس دوران میں حضور نظام والی دکن کی طرف سے متواتر تحریکیں طلب میں شروع ہوئیں، استاد کی جانب سے امروز فردا ہوتا رہا۔ اور ضعف پیری اور حبس بول کے دورے بھی مانع سفر رہے لیکن حضور نظام جناب امیر کو نہیں بھولے اور بالآخر انھوں نے آغاز سنہ ۱۹۰۰ء میں کلکتے تشریف لے جاتے ہوئے باصرار تمام لکھا کہ ہم سے بنارس میں ملو۔ چنانچہ استاد بنارس میں شرف حضوری سے بہرہ ور ہوئے۔ نظام نہایت عزت و احترام سے پیش آئے۔ جناب

مرحوم نے ایک نظم جو اثنائے راہ میں بندگان عالی کے لیے لکھی تھی پڑھکر سنائی جو اس قدر مطبوع طبع اشرف ہوئی کہ بکمال شوق خود ہاتھ بڑھا کر لے لی، اور ہمرکاب چلنے کے لیے اصرار فرمایا۔ استاذ نے بلطائف الحیل ٹالنا چاہا مگر حضور کے سامنے کیا پیش جا سکتی تھی۔ مجبوراً کہنا پڑا کہ میں ریاست رام پور کا نمک پروردہ قدیم ہوں بغیر حصول اجازت یہ مبادرت وجسارت نہیں کر سکتا۔ وعدہ کرتا ہوں کہ انشاء اللہ آغاز گرما میں بعد حصول اجازت شرفیاب حضوری ہونگا۔ اور اپنے عوارض ضعف کی بھی شکایت کرتے ہوے ہمراہی سے معذوری ظاہر کی

اس موقع پر بنارس میں جو مسدس بندگان عالی کے سامنے پڑھا تھا اُس کا ایک بند ہم کو ملا ہے فرماتے ہیں :-

یہ سخن وہ ہی جو ہے روح سخن جان سخن　　مدح سلطاں کی ہو کیوں نہو سلطان سخن
شان دربار یہ کہتی ہی بڑھے شان سخن　　ہاں سخنور یہی گو ہے یہی میدان سخن
ہوں سب اشعار رسیلے کہ بنارس یہ ہے
شش جہت میں ہو یہ شہرہ کہ مسدس یہ ہے

بنارس سے واپس ہونے پر ایفاے وعدہ کا خیال ہوا، اور بڑی مشکل سے اجازت حاصل کرنے کے بعد تنہا سفر کیا اور خلف اوسط منشی لطیف احمد صاحب اختر اور تلمیذ رشید حافظ جلیل حسن صاحب مانکپوری اور چند ملازمین کو ساتھ لیکر حیدر آباد روانہ ہوے۔ چونکہ اہالی حیدر آباد کو استاذ کی روانگی کی اطلاع مل چکی تھی اس لیے ۱۰ جمادی الاول ۱۳۱۸ھ ہجری کو حیدر آباد کے اسٹیشن پر

اراکین و عمائد شہر کا استقبال کیلئے ہجوم تھا اور وہ سب بڑی شان و آبرو کے ساتھ جناب مرحوم کو شہر میں لائے۔ اعیان حیدرآباد کی جانب سے مہانداری کا اصرار ہوا، مگر استاد نے نواب مرزا خانصاحب داغ کے اصرار بیحد سے انہیں کی مہمانی قبول فرمائی اور انہیں کے مکان میں فروکش ہوئے اور مروت و ہمرنگی نے کسی دوسری جگہ رہنے کی اجازت نہیں دی۔ لیکن ہنوز صعوبات سفر اور کسل راہ سے ہوش بجا نہوئے تھے کہ زمانۂ فسوں ساز نے چال چلا اور جناب مرحوم ایک مہینے نوروز مبتلائے آلام رہ کر ۷۳ برس ۱۰ ماہ کے سن میں بتاریخ ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۱۸ ہجری مطابق ۱۳ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ ع بمقام حیدرآباد دکن نہضت فرمائے خلد بریں ہوئے۔ افسوس! وہ نورانی پیکر جان فن و ہنر زیر خاک، اور وہ صحبت دل آرا و جان پرور خواب فراموش ہوگئی۔ کسی نے "لسان صدق فی الآخرین" تاریخ رحلت کہی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

۱۳۱۸ ہجری

حالت مرض میں نواب فصیح الملک مرزا داغ اور پنڈت رتن ناتھ سرشار تیمارداری میں مصروف رہے، اور مہاراجہ کشن پرشاد وزیر بھی کئی بار مزاج پرسی اور عیادت کے لیے تشریف لائے۔ اس عیادت کے شکریے میں جناب مرحوم نے چند رباعیاں حالت مرض میں مہاراجہ صاحب کو لکھکر بھیجی تھیں ایک یہ ہے۔

ہے آپ کا اخلاق جو ہمدرد مرا	رشک دم عیسیٰ ہے دم سرد مرا
فرماتے ہیں ہر روز عیادت میری	درماں مرے حق میں ہوگیا درد مرا

حضور نظام کو جب اس حادثے کی خبر ہوئی تو بہت رنجیدہ ہوئے اور بار بار اظہار تاسف کیا۔

مرزا داغ کو کمال پریشانی اور اضطراب ہوا اور اسی عالم سراسیمگی میں یہ حسرت انگیز مطلع اُن کی زبان پر آیا ؎

خاک اس سے عشق نے چھنوائی تھی　　دشت میں مجنوں کی مٹی لائی تھی

اور تین تاریخیں وفات استاد میں نظم فرمائیں جنکے مادہ ہائے سال رحلت یہ ہیں۔

ہے دعا بھی داغ کی تاریخ بھی　　قصر عالی پائے جنت میں امیر
آج اس غم کی یہ کہی تاریخ　　اب ہوا آہ دل پہ داغ امیر
مل گئی تاریخ دل سے داغ کے　　آہ لطف شاعری جاتا رہا

اور راجہ راجایاں مہاراجہ کشن پرشاد بہادر شاد تخلص وزیر اعظم دولت آصفیہ نے یہ قطعۂ وفات نظم کیا۔

رازدار جہاں امیر رفتہ فریاد　　گفتہ رضواں کہ گشت فردوس آباد
گفتیم دعائیہ چنیں سال وفات　　محمود بود آخرت او لے شاد
۱۳۱۸

حضرت شوکت نے تاریخ کہی

مفتی بود کہ در علم و عمل　　یافت فتواش قبول حسنی
منشی بود کہ انشا می کرد　　نوک کلکش تر و تازہ چمنی
اوست مینائی و جامی از وے　　وام کردہ ہمہ شیریں سخنی
رشک بردہ فلک مینائی　　ہم لقب دیدہ وحید الزمنی
سنگ زد بر دل مینائی ما　　کار چرخ ست ہمہ سنگ زنی
ابتدا او بہ بریدش ز وطن　　عاقبت گشت ز پیماں شکنی

سال این سانحۂ شوکت پرسید　　ہاتفش گفت بصد سینہ زنی
من غمدیدہ چگویم دریاب　　حال و سالش زغریب الوطنی
۱۳۱۸ھ

وفات استاد پر جناب شوکت نے ایک مسدس بھی کہا تھا جسکے آخر میں سال وفات اس طرح نظم کیا تھا۔

ہاتف غم سال ہینائی بخواند　　آن قدح بشکست وآں ساقی نماند
۱۳۱۸ھ

تاریخ وفات از حضرت جلال لکھنوی

کجا امیر کجا سر زمین ملک دکن　　کہاں تھا مسکن، مدفن کہاں ہوا ہی نصیب
جلال لکھدو یہ تاریخ ان کی رحلت کی　　امیر ہو گئے صد وائے ایک مرد غریب
۱۹۰۰ء

جامع مکتوبات سنہ ۱۹۰۰ء میں بمقام رامپور حاضر خدمت استاذ ہوا تھا اثنائے گفتگو میں مجھسے ارشاد فرمایا کہ عنقریب حیدر آباد کا قصد ہی راہ میں بمقام آگرہ تیرے پاس قیام ہوگا، اور قبل روانگی اطلاع دی جائے گی۔ مگر پھر معلوم ہوا کہ جب آگرے کے اسٹیشن پر پہنچے تو گاڑی سے بوجہ ضعف نہیں اترے، اور بلا توقف راہی حیدر آباد ہوئے۔

جب رحلت استاد کی خبر ہندوستان میں منتشر ہوئی تو اہل فن پر حسرت و افسوس کا عالم طاری ہوا، اور بزم سخن بزم ماتم بن گئی، اور ہر گوشۂ ملک سے اظہار ملال کی آوازیں بلند ہوئیں۔ مہینوں مضامین تعزیت اخبارات اور رسائل میں چھپتے رہے اور ارباب سخن نے کثرت سے تاریخ ہائے وفات لکھکر اپنا رنج و غم ظاہر کیا۔ اور ایک مجموعہ بہت سی تاریخوں کا کتابی صورت میں شایع کیا گیا سی اردوے معلیٰ میں جناب شوکت نے ایک مضمون بعنوان امیر کا انتدا

اور انتہائی کلام شائع کیا ہے جس سے ان کی شاعری اور موزونی طبع کی فی الجملہ کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ وہ ہم اس جگہ بجنسہ نقل کرتے ہیں۔

امیر کا ابتدائی اور انتہائی کلام

ہر چیز کی ابتدا چونکہ بہت خفیف ہوتی ہے اس لیے لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے لیکن جب وہ باتیں منتہائے کمال کو پہنچ جاتی ہیں اس وقت ہماری آنکھیں ان ابتدائی خفیف باتوں کو ڈھونڈھتی ہیں جنہوں نے ان کو معراج کمال پر پہنچایا۔ اس کا خیال تو اکثر لوگ کرتے ہیں کہ "یہ بچپنا ہی تو اس کا شباب کیا ہوگا" لیکن ایسے لوگ بہت کم نکلیں گے جو عمر رفتہ کی یاد تازہ رکھیں اور اس سے سبق لیں۔ چونکہ میرا افسردہ اور مرا ہوا دل اسی لیے بنایا گیا ہے کہ گزرے ہوؤں کی یاد میں رویا کرے اور اُن کے انجام کو سوچا کرے اس لیے سوا اس کے اور کوئی مضمون مجھے ملتا ہی نہیں کہ ان کی باتیں کروں اور سر دھنوں اس کے قبل اردوی معلی کے کسی پرچہ میں "انیس کا ابتدائی اور انتہائی کلام" نذر ناظرین کر چکا ہوں اور آج ایک دوسرے مسیحائے سخن یعنی حضرت امیر مینائی مرحوم و مغفور کا ابتدائی اور انتہائی کلام سناتا ہوں۔

میرے جلیل القدر دوست حافظ جلیل حسن صاحب جلیل بیان فرماتے تھے کہ حضرت کو بچپن ہی سے شاعری کا چسکا تھا یہ خبر جب ان کے والد ماجد کو پہنچی تو ایک دن شب کو جبکہ منشی صاحب مرحوم بیٹھے پاؤں دبا رہے تھے اُن کے والد ماجد نے پوچھا "میاں ہمنے سنا ہے کہ تم شعر کہتے ہو ذرا ہم بھی سنیں کہ ہمارا

امیر کیسے شعر کہتا ہے یہ سنکر امیر مرحوم پہلے تو بہت انکار کرتے رہے مگر شفیق باپ کے محبت آمیز اصرار سے مجبور ہو کر عرض کیا کہ گھر میں سب لوگ کہا کرتے ہیں کہ برسات گزری جاتی ہے اور بارش نہیں ہوتی ہے مضمون کو کہا ہے اور اس تمہید کے بعد یہ شعر جو حضرت نے اسی زمانہ میں تصنیف فرمایا تھا عرض کیا کہ ؎

ابر آتا ہے ہر بار برستا نہیں پانی　　اس غم سے ہے یارو مرے اشکوں کی روانی

یہ سن کے شفیق باپ نے تعریف سے دل بڑھایا کہ بھئی شعر تو بہت صاف ہے اور مضمون بھی سچا لیکن تمہارا سن ابھی اس مشغلہ کے لیے موزوں نہیں پہلے اچھی طرح پڑھ لکھ لو اس کے بعد شعر کہنا۔ یہ روایت اس زمانہ کی ہے جب منشی صاحب پندرہ برس کے تھے ممکن ہے کہ اس کے قبل انھوں نے اور بھی شعر کہے ہوں لیکن عموماً لوگوں کو جوان کی شاعری کا حال معلوم ہوا وہ اسی واقعے سے اس لیے اگر ہم اس شعر کو امیر کا ابتدائی کلام کہیں تو بیجا نہیں۔ یہ جو کہتے ہیں کہ بچے کے پاؤں پالنے میں معلوم ہوتے ہیں بالکل سچ ہے اگر ہم اس شعر کی خوبی معلوم کرنا چاہیں تو اس کی آسان تدبیر یہ ہے کہ اسی مضمون کو اسی بحر و قافیہ میں موزوں کر کے دیکھیں میرا خیال ہے کہ اس امتحان کے بعد ہر شخص کو یہ کہنا پڑے گا کہ سالے نکوست از بہارش پیداست۔ پندرہ برس کے لڑکے کا خیال تو آپ سن چکے اب دیکھیے کہ بہتر برس کا مشاق سخن کیا کہتا ہے ۱۳۱۸ ہجری کا واقعہ ہے کہ جب امیر مرحوم نے حیدرآباد کا سفر کیا جو حقیقتاً ان کا سفر آخرت تھا تو راہ میں ایک مسدس اعلیحضرت حضور نظام کی مدح میں تصنیف فرمایا تھا جو چھپ چکا ہے اور وہی انکا آخر کلام سمجھا جا سکتا ہے۔ لیکن حقیقتاً اس کے

بعد بھی انہوں نے ایک غزل کے چند شعر کہے تھے۔ جس کا مقطع جو حقیقت میں امیر مرحوم کی شاعری کا مقطع ہے ان کا انتہائی کلام ہے اور وہ یہ ہے کہ

شاعری میں امیر کی خاطر ۔۔۔ میر اپنی زباں چھوڑ گئے

افسوس ہے کہ میر رہے نہ ان کی زبان خالی باتیں رہ گئی ہیں ہائے مجھے استاذ مرحوم کا یہ کہنا کسی طرح نہیں بھولتا کہ ؎

ہے آج جو سرگذشت اپنی ۔۔۔ کل اس کی کہانیاں بنیں گی

جناب حافظ سید عبدالجلیل صاحب مارہروی نے جو حضرت استاذ کے احباب میں سے ہیں کیا خوب تاریخ وفات کہی ہے جس سے ان کے حالات و اخلاق پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ چونکہ تاریخ مذکور بذریعہ وصول ہوئی اس لئے یہاں درج کی جاتی ہے

رفت امیر شاعران مفتی امیر احمد امیر ۔۔۔ آنکہ فقر و شعر را در ذات او بود اجتماع
از جوانی تا ضعیفی مسکنش شد رامپور ۔۔۔ داشتہ در محفل نواب عز و ارتفاع
نقش بندہ کاف و نون از قدرتش در ذات او ۔۔۔ حسن صورت حسن سیرت ہر دو بنمود اجتماع
با مخالف ہم بدی نی عمر قطعاً نکرد ۔۔۔ ما سوائے خیر با دو نیز دشمن نے سماع
شد بہندوستان استاد علم لاریب فیہ ۔۔۔ یافت شہرت ہمچو مہر نیمروز از التماع
مانند فاضل بریں کہ باشد این عمر آخر سفر ۔۔۔ می نمایدا اقارب زاخانہ انقطاع
لیک شد باطن بلاشک حکمت ایزد درو ۔۔۔ گو نمی فہمند کنہش مردم ناقص طباع
رحمت امراض تا ایام معدود کشید ۔۔۔ رخصہ لا در میان جسم و جان شد انتزاع
منکسر نفسے کہ باذنی ملازم ہم گشے ۔۔۔ جز بالفاظ ادب ہرگز نشد زو استماع
مولد و ہم منشاء او بود شہر لکھنؤ ۔۔۔ حیدرآباد دکن شد جائے دفن و مضطجع
در حق ارباب حاجت سعی فرمی نمود ۔۔۔ اندرم ہم از قلم ہم از قدم ہم از ذراع
در فنون مختلف تصنیف با تفصیل ۔۔۔ بیشتر حصہ از اینہا آمدہ در انطباع
آخر عمرش قضا گردید دامن گیر حال ۔۔۔ در پی عزم دکن افتاد و بربست متاع
الغرض تا منزل مقصود شد واصل ۔۔۔ ظاہر الحاصل بپایش شب بجا اندفاع
ام للانسان ما تمنی انتہاش ۔۔۔ زانکہ قرآنیہ این شیئ یابد اندفاع
نوزدہ تاریخ از ماہ جمادی الآخرہ ۔۔۔ لیل یکشنبہ ابنائے زماں گفت الوداع

مصرع تاریخ رحلت حسب حالش خوان جلیل
ہاں نیابد ہیچ کس بر مدفن خود اطلاع
۱۳۱۸ھ

تصنیفات و تالیفات

جناب مرحوم کی تصنیف وتالیف سے بہت سے رسائل و مسودات غیر مرتب ہنگامۂ غدر میں ضائع و برباد ہوئے اور کچھ ۱۸۹۹ء میں مکان مسکونہ میں آگ لگ جانے سے تلف ہو گئے جنکا ہمکو تفصیلی علم نہیں ہے۔ البتہ جو تحریریں ترتیب پاگئیں اور جو کتابیں مکمل ہوکر شائع ہو گئیں ان کا ذکر یہاں کیا جاتا ہے۔

ارشاد السلطان و ہدایتہ السلطان

یہ دونوں کتابیں جناب مرحوم نے قبل از غدر تصنیف فرماکر واجد علی شاہ بادشاہ اودہ کے حضور میں پیش کی تھیں جن کی جلدمیں سرکار شاہی سے خلعت اور انعام مرحمت ہوا

دیوان غزل و قصائد اردو

یہ ابتدائی کلام تھا اور ایام غدر میں تلف ہوگیا، لکھنو کی مشاعروں کی طرحی غزلیں اور بادشاہ اودہ کی شان میں قصائد اور مختلف نظمیں تھیں۔ اس دیوان کا نام غیرت بہارستاں تھا

سرمۂ بصیرت

الفاظ عربی وفارسی جو غلط زبان زد اور مستعمل ہیں اُن کی تصحیح وتنقیح فرمائی تھی، اور کلام اساتذۂ متقدمین اور متاخرین سے سندیں دی تھیں۔ ۳۰ یا ۴۰ جزو کی کتاب ہے۔

بہار ہند

اس میں اردو مصطلحات و محاورات کو ایک جگہ جمع کیا تھا اور سند میں اساتذہ کا کلام درج کیا تھا۔ اسی لغت کو وسعت دیکر امیر اللغات کو مبسوط شکل میں لانے کا قصد تھا۔

نور تجلی، ابر کرم

یہ دو مثنویاں کلام سابق سے مشتمل بر حکایات و روایات اخلاق و معرفت ہیں

ذکر شاہ انبیا — نعتیہ مسدس ہی مشتمل بر احوال ولادت و رضاعت و فضائل و شمائل و معراج و وفات حضرت نبوی یہ بھی قدیم تصنیف ہی

واسوخت اردو، شکایت رنجش، غبار طبع، حسد اغیار، صفیر آتش باز، بانگ اضطرار — یہ چھہ واسوخت سنہ ۱۲۸۴ ہجری کی تصنیف ہیں اور سب نام تاریخی ہیں منشی نولکشور نے جو مجموعہ واسوخت کا شعلۂ جوالہ کے نام سے طبع کیا ہی اُس میں یہ سب واسوخت داخل ہیں

محامد خاتم النبیین — یہ اردو دیوان نعت میں ہی مشتمل بر قصائد و غزلیات و تخمیس و تضمین سنہ ۱۲۸۹ ہجری میں مرتب ہوکر شائع ہوا۔ نام بھی تاریخی ہی۔

انتخاب یادگار — شعرای رامپور کا تذکرہ ہی۔ ۳۰۔۳۵ جزو کا حجم ہی سنہ ۱۲۹۰ھ میں تالیف ہوا۔ تاریخی نام ہی۔

نماز کے اسرار — احکام و ادعیۂ نماز کا ذکر ہی۔

زاد الامیر فی دعوات البشیر النذیر — یعنی ادعیۂ مسنونہ سراپا تاثیر

خیابان آفرینش — نام تاریخی ہی اور سنہ ۱۳۰۵ ہجری کی تصنیف ہی۔ جناب رسالت مآب کی ولادت باسعادت کا ذکر ہی۔

مرآۃ الغیب — پہلا دیوان عاشقانہ ہی۔

صنمخانۂ عشق — اردو غزلیات کا دیوان ہی سنہ ۱۳۱۳ ہجری میں مرتب ہوکر شائع ہوا۔

جوہر انتخاب — مفردات اردو کا مجموعہ ہی جس میں منتخب اشعار درج ہیں

گوہر انتخاب — دوسرا مجموعہ مفردات اردو کا ہی

دیوان قصائد وغیرہ اردو	صنخانہ کے بعد اس کے طبع کی نوبت نہیں آئی اس میں قصائد رباعیات، خمسے تضمین اور مختلف نظمیں ہیں
امیر اللغات جلد اول	اردو زبان کا نہایت حاوی و مبسوط و بے مثل لغت، جس میں الف ممدودہ کے الفاظ و محاورات ہیں اور چھپ گیا ہے
امیر اللغات جلد دوم	اس میں الف مقصورہ کے الفاظ و محاورات جمع کیے ہیں اور چھپ گئی ہے۔
امیر اللغات جلد سوم	اس میں بائے موحدہ اور مثلثہ اور کچھ تائے فوقانی کے الفاظ و محاورات جمع کیے تھے مگر چھپنے کی نوبت نہیں آئی

اس کے بعد پانچ جلدیں تالیف کے لیے اور تجویز ہوئی تھیں۔

تلامذہ جیسے صاحب استعداد اور با سرمایہ تلامذہ اُستاد مرحوم کو ملے ان کے اساتذۂ معاصرین میں سے کسی کو ایسے بالیاقت شاگرد میسر نہیں آئے، ان میں سے ہم چند ایسے اصحاب کا ذکر کرتے ہیں جو جناب مرحوم کی توجہ سے پایۂ اُستادی پر فائز ہوئے اور بہی ان کے سوا اچھے کہنے والے ہیں۔

نواب ناظم فرمانفرمائے رام پور	نہایت با استعداد رئیس تھے۔ فن معقول سے طبیعت کو ایک خاص مناسبت تھی

مولانا فضل حق خیر آبادی سے تلمذ تھا۔ ان کو ابتدا میں مومن مرحوم اور ان کے بعد مرزا غالب سے مشورۂ سخن، رہا آخر میں منشی مظفر علی صاحب اسیر اور جناب امیر کو کلام دکھایا۔[۵] صاحب دیوان ہیں۔

۵ تذکرہ منتخبات یادگار، و دیباچہ امیر اللغات جلد اول ص ۱۲ شفق

نواب کلب علیخاں بہادر نواب تخلص — عربی اور فارسی کی تحصیل طالب علمانہ کی تھی اور قابل باپ کے قابل فرزند تھے - وہ اُستاذ کی بہت ناز برداری کرتے تھے۔سنا ہے کہ اصلاح کا یہ طریقہ تھا کہ چوبدار غزل لاتا تھا، جناب امیر صلاح دیکر واپس فرماتے تھے، نواب بار بار واپس کرتے تھے اور کوئی لفظ کوئی مصرع کوئی شعر بدلنے کی فرمایش ہوتی تھی، اس طرح ان کی غزل ایک شاہد رعنا بن جاتی تھی۔ اہل بصیرت پر مخفی نہیں ہے کہ یہی وجہ ہے کہ نواب کے کلام کا اور مرآۃ الغیب کی شاعری کا انداز جداگانہ ہے۔ نواب کے اشعار لگی چوٹی کے مضامین سے پاک، اور بیشتر سنجیدہ اور بامزہ ہیں۔ کئی دیوان اردو کے، اور ایک دیوان پارسی، اور چند فارسی نثر کے رسالے تصنیف فرمائے ہیں۔

نواب صفدر علی خاں صفدر — صاحب دیوان ہیں اور طبیعت کا مذاق پایا ہے

نواب بنیاد حسین خاں جاہ — صاحب دیوان ہیں۔

جلیل مانکپوری — یہ وہی کہتے ہیں جو استاذ کہتے ہیں اور [illegible] شاگرد کے کلام میں بہت مشابہت ہے۔ صاحب تلامذہ ہیں اور اس [illegible] کے اہل ہیں

ریاض خیرآبادی — یہ ایک انداز خاص کے مالک ہیں جو داغ سے مشابہ ہے۔ ان کے چند شعر لوگوں کی زبان پر بطور ضرب المثل کے جاری ہیں جس سے قبول عام کا نشان ملتا ہے۔ طبیعت میں جدت بھی ہے مگر افسوس ہے کہ ان کے بعض شعر ایسے بھی دیکھنے میں آئے جو حد متانت
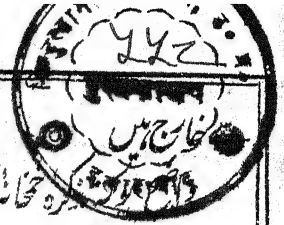
تذکرہ خمخانہ جاوید میں لالہ جی نے اپنی بدمذاقی سے مضطر خیرآبادی کو بھی حضرت امیر کے ممتاز تلامذہ میں شامل کیا ہے۔ مضطر نے جناب مرحوم کو کلام دکھایا ہے مگر اب وہ اُستاد سے منحرف ہو گئے ہیں، مع ہذا وہ نہایت کم سواد شخص ہیں اور گو ان کی غزل میں دو ایک شعر اچھے بھی ہوتے ہیں تاہم اُن کی بہت کم غزلیں ایسی ہوں گی جنمیں شعر مہمل اور مبتذل نہ پائے جائیں، اور اس لیئے میں نے اُن کو نواب اور ناظم وغیرہ ہما خوش نوایانِ بزم سخن کی صحبت کے قابل نہیں خیال کیا۔

مضطر ہی کی ایک غزل کا یہ شعر ہے ؎

دعائے وصل سے کہدو پکارے پردا ۔۔۔ کہ سب گھروں میں بہو بیٹیاں سیانی ہیں

ان کے اس قسم کے اشعار مولوی فرخی صاحب، استاد فارسی نواب حامد علیخاں بہادر نے مجھے سنائے تھے جو انہوں نے اپنی ایک بیاض میں منتخب کر کے لکھ رکھے تھے، من شاء فلیرجع الیہ۔

جناب مرحوم کلام تلامذہ کو نہایت غور و فکر سے ملاحظہ فرماتے تھے اور جا بجا تھوڑی اصلاح جو ضروری ہوتی تھی، دیتے تھے یہ نہیں، کہ شاگرد کا کلام اُستاد کا ہو جائے۔ افسوس ہے کہ اصلاح کے نمونے اس مجموعے کے لیے نہیں مل سکے ورنہ وہ ایک چیز ہوتی

جناب شوکت بلگرامی کو ایک نمونۂ اصلاح یاد تھا جس میں ایک لفظ کے بڑھا دینے سے شعر کو آسمان پر پہنچا دیا ہے۔ ریاض نے کہا تھا ؎

نسیم آئی ہی شمع مزار گل کرنے	وہ صبح ہونے سے پہلے ہی جل بجھی ہو گی

استاد نے یوں بنا دیا ہے نسیم اب آتی ہی شمع مزار گل کرنے۔

نظم و نثر جناب امیر مرحوم

شعر	المراد من الشعر تخیل ہو عبارۃ عن الکلام الموزوں المقفیٰ والقی بعضھم لفظ المقفیٰ، پس قافیے کی قید کے رفع ہو جانے سے جیسا کہ بعض کا مشرب ہے بلینک ورس بھی داخل شعر ہو جائے گی۔ پھر اس پر متکلم کا بالارادہ موزوں کرنا اضافہ ہوا جس سے بعض آیات کلام الٰہی جو موزوں واقع ہوئی ہیں حد شعر سے خارج ہو گئیں۔

شعرائے فارس کے نزدیک شاعری تخیل کا نام ہے۔ نظامی عروضی سمرقندی چہار مقالے میں لکھتا ہے "شاعری صناعتے ست کہ شاعر بداں صنعت اتساق مقدمات موہومہ کند و التیام قیاس نتیجہ براں وجہ کہ معنی خورد را بزرگ کند و بزرگ را خورد و نیکو را در لباس زشت و زشت را در حلیۂ نیکو جلوہ دہد۔ و با ایہام قوت ہائے غضبانی وشہوانی برانگیزد تا بداں ایہام طبع را انبساطے وانقباضے بود و امور عظام را در نظام عالم سبب گردد"

ارسطو کے نزدیک شعر عبارت ہے مصوری اور نقالی سے فرق صرف یہ ہے کہ مصور مادی اشیاء کی تصویر قلم سے کھینچتا ہے اور شاعر ہر قسم کے خیالات اور جذبات اور احساسات کو الفاظ سے دکھاتا ہے۔

شعر کا اثر فطری ہی کیونکہ وہ مصوری اور موسیقی سے مرکب ہی اور یہ دونوں اثر کرنے والے ہیں۔ شاعر جانتا ہی کہ جب وہ شعر کہتا ہی تو عالم تصور میں اول کسی خیال یا مضمون کی تصویر کھینچتا ہی اور پھر شعر گوئی کے وقت فطرتاً زمزمہ پیرائی بھی کرتا ہی یا گنگناتا ہی۔ جس سے طبیعت کو مدد ملتی ہے اور شعر بآسانی موزوں ہو جاتا ہی۔

اسی طرح نثر بھی ایک طرح کی شاعری ہی۔ صرف وزن اور قافیے کی قید سے بری ہی۔ چنانچہ عربی کے خطبے دل آویزی میں نظم کی عشوہ پردازی سے کم نہیں ہیں۔ ظہوری کی رنگین نوائی اور علامی ابوالفضل کی دانش آرائی پر نظم قربان ہوتی ہے، اس بحث پر بہت کچھ خامہ فرسائی کی جاسکتی ہی لیکن ہم اب اصل مقصود یعنی جناب امیر کے کلام کی جانب متوجہ ہونا چاہتے ہیں۔

یہ بالکل سچ ہی کہ جناب امیر اردو زبان کے بڑے پایہ کے استاد، اور اس دور آخر کے باکمال شاعر بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ وہ اس صدی کے میر و مصحفی تھے۔ تمام ہندوستان میں مرحوم کی سخن سنجی اور معنی آفرینی کی دھوم ہی اور اکثر تلامذہ اُن کے فیض سخن سے کامیاب اور مراتب استادی پر فائز ہوے استاد کے زمانے میں اگر کوئی اُنکا مدمقابل تھا تو وہ مرزا داغؔ تھے۔ پس ہمکو یہ دیکھنا ہے کہ ان دونوں اُستادوں نے فن شعر میں کہاں تک کامیابی حاصل کی ہی، اور ان کے رنگ کلام اور انداز طبیعت میں کیا فرق ہی

چونکہ یہ مجموعہ جناب امیر سے متعلق ہی اس لیے اول ہم ان کے کلام سے بحث کرتے ہیں۔

امیر۔ جناب امیر کو اگرچہ مرزا داغ کے مقابلے میں شہرت کم ہوئی لیکن معنی یاب طبائع میں انہیں کا کلام مقبول ہوا۔ استاد کا دیوان اول مرآۃ الغیب اسیر و ناسخ یا اہل لکھنو کے رنگ میں ہے۔ اور صنمخانۂ عشق میں صفائی اور خوبی زبان کی طرف زیادہ توجہ فرمائی ہے۔

حضرت کی طبیعت میں جدّت کم ہے اور کلام میں سوز و گداز بھی۔ البتہ شکوہ الفاظ، متانت بیان، اور شاعرانہ لطافت ان کے اشعار میں ایسی ہے کہ جو داغ کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔ وہ اصناف سخن پر قادر اور استاد ماہر ہیں۔ قصائد باشوکت و فر کہتے ہیں، اور سخنور باسرمایۂ صاحب علم و فضل ہیں۔ داغ ان اوصاف سے معرا ہیں*۔

آخر عمر میں اُستاد نے داغ کے رنگ کلام اور قبول عام کو دیکھکر زبان کی صفائی اور تاثیر کے پیدا کرنے میں کوشش کی اور اُس میں وہ ایک حد تک کامیاب ہوئے، تاہم صنمخانۂ عشق کی جلوہ آرائی گلزار داغ کی شادابی کو نہیں پہنچی واقعی بات یہ ہے کہ امیر کی استادی میں کوئی کلام نہیں کر سکتا لیکن امیر کا تلمذ اساتذۂ لکھنو کی ہم بزمی اہل لکھنو کے کلام کا پیش نظر رہنا پھر لکھنو کی صحبت کا اثر یہ سب امور مانع ترقی و کامیابی ہوئے۔ اگر وہ دلی میں پیدا ہوتے دلی کے ارباب کمال کی ہمنشینی میسر آتی، اساتذۂ دہلی کا کلام سامنے رہنا اور شاہجہان آباد

---

* مولانا حالی نے میری اس نگارش کی تائید کی اور فرمایا کہ "امیر کا کلام غلطی سے پاک ہے اور داغ غلطی کر جاتے ہیں"۔ ثاقب۔

کی سوسائٹی سے مستفید ہوتے تو وہ سخنور بے مانند اور استاد ارجمند ہوتے۔ پھر بھی اکثر شعر ان کے لاجواب ہیں، مثلاً ؎

اُن کو آتا ہے پیار پر غصہ — مجھکو غصے پہ پیار آتا ہے

باغباں کلیاں ہوں ہلکے رنگ کی — چاہئیے ہیں ایک کم سن کے لیے

بیمار غم کی حالت کچھ تم بھی جانتے ہو — ایک ایک غش کو دیکھو دو دو پہر کو دیکھو

باقی نہ کوئی دل میں الٰہی ہوس رہے — بارہ برس کے سن میں وہ لاکھوں میں سن رہے

آنکھوں میں بھی ہیں آنسو پانی کی چار بوندیں — جس دن سے کچھ گئی ہے تلوار ہو گئی ہے

یہ سب سہی، مگر کوئی شک نہیں کہ لکھنؤ کی شاعری بعد آتش و ناسخ کے جناب مرحوم سے، اور دلی کی شاعری ذوق و غالب کے بعد مرزا داغ سے زندہ تھی اب شاعری مر چکی اور ماتم باقی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نظم میں ان کی بلاغت اور استادی کے لیے برہان قاطع تضمین قصیدۂ استاذی مرحومی جناب محسن کاکوروی ہے، اس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جس پایہ کا قصیدہ ہے اس کی تضمین کا حق حضرت مغفور ہی کو حاصل تھا۔ اور نثر میں ان کی فصاحت اور قوت بیان کا اندازہ اُن فقروں سے ہوتا ہے کہ جو لبطور مثال امیر اللغات میں تحریر فرمائے ہیں، یہ فقرے نثر بلیغ کے نہایت پاکیزہ نمونے ہیں، اور ہر فقرہ ایک شعر کا ہم سنگ ہے

داغ مرزا داغ مرحوم کی شوخ طبیعت نے ایک ایسا رنگ اختیار کیا جس کو غزل کی جان اور اردو شاعری کی روح رواں کہنا سراسر انصاف ہے

مذاق عام نے اس رنگ سے اپنے آپ کو خوب رنگا اور ہر طرف سے اس پر تحسین و آفریں کے پھول برسائے گئے۔

اعلیٰ جذبات اور خیالات سے استاذ امیر کا کلام مالا مال ہے۔ برخلاف اسکے ادنیٰ جذبات اور خیالات مرزا داغ کی شاعری کا سرمایہ ہے۔ داغ نے عشق سے مراد ہوسناکی اور نفس پرستی لی ہے اس لیئے ان کی شاعری صحیح جذبات عالیہ نہیں ہے۔ جذبات عالیہ کا تعلق حسن و عشق سے ہے اور داغ کے اشعار خواہشات نفسانی اور جذبات حیوانی سے لبریز ہیں، مرزا کی شاعری ادنیٰ ہے، البتہ زبان ان کے مضمون کے لیے جان ہے، زبان کی بے تکلفی اور شوخی عیاشانہ اُن کی شراب کو دوآتشہ کر دیتی ہے۔

مگر اب کہ زمانے کے ہاتوں قدیم شاعری کا دفتر آب رسیدہ اور گداختہ ہو چکا ہے، داغ سا شاعر بھی خاک ہندوستان کو نصیب ہونا دشوار ہے ؎

تو بھولنے کی چیز نہیں خوب یاد رکھ   اے داغ کس طرح تجھے دل سے بھلائیں ہم

؎ مولانا حالی فرماتے ہیں کہ جناب صدرالدین خانصاحب آزردہ صاف شعر کو پسند کرتے تھے اور اس لیے اشعار داغ کے مداح تھے ۱۲ ثاقب۔

لطیفہ۔ پہلے یہ جان لینا چاہیئے کہ مرزا داغ سیاہ فام تھے، تخلص کا رنگ بھی ایسا ہی تھا، مزاج میں ظرافت تھی، کلام شیریں تھا۔ اب سنیئے۔

دلی میں یادگار قدما مخدومی جناب کرم اللہ خانصاحب شیدا نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک زمانہ تھا کہ حضرت حالی یہاں موجود تھے مرزا داغ انہیں ایام میں رامپور سے رخصت لیکر دلی آئے مولانا نے کوئی رقعہ مرزا کو بھیجا اور اسمیں یہ شعر خواجہ شیراز کا سرنامے پر تحریر فرمایا ؎ آن سیہ چردہ کہ شیرینی عالم با اوست   چشم میگون لب خندان دل خرم با اوست
ثاقب

فرق مراتب

جناب امیر کے کلام میں اگرچہ سوز و گداز کم ہی مگر مرزا داغ تو اس دولت سے بالکل ہی محروم ہیں،

استاذ کی جامعیت اور اصناف سخن پر قدرت ایک امر مسلم ہی اور ان کے کامل الفن ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ ان کی شاعری ہمارے لئے دلیل راہ ہوگی اور ان کی تصانیف سے ہمکو بہت کچھ امید نفع کی ہی۔

مرزا داغ کی غزل سے اگر ہم کچھ سیکھ سکتے ہیں تو وہ شوخی اور زبان کی صفائی ہی۔

اب ہم بستہ جستہ جناب امیر کا کلام مع مختصر نوٹ کے پیش کرتے ہیں

نظم

از دیوان مرآۃ الغیب

اگر لکھنؤ کی شاعری یا آتش و ناسخ کا انداز کلام دیکھنا، اور اس زمانیکے خیالات اور احساسات کا پتا لگانا ہو تو مرآۃ الغیب دیکھو لیکن میرا یہ انتخاب اہل دہلی کے مذاق کے موافق ہی۔ اور ایسے اشعار دیوان میں کم ہیں۔

مرے ہی سامنے دامن اٹھا کر ناز سے چلنا — مجھی سے پھر گلہ ظالم سے چاک گریباں کا

جگر کو دوں کہ دل کو دوں بتا آنکھوں کے قاتل — کہ دو پیاسوں میں ہی یہ ایک قطرہ آب پیکاں کا

پہلو میں میرے دل کو نہ اے درد کر تلاش ‏ ‏ مدت ہوئی غریب وطن سے نکل گیا

داد محشر کو بہائی میری انگی چھیڑ چھاڑ ‏ ‏ چھیڑ کر پوچھا مکرر کیا ہوا، کیوں نکر ہوا!؟

ہر جگہ جوش محبت کا نیا عالم ہوا ‏ ‏ آنکھ میں آنسو، جگر میں داغ، دل میں غم ہوا

روکنا فرقت میں اشکوں کا نہیں اچھا امیر ‏ ‏ چار دن کے ضبط میں دیکھو تو کیا عالم ہوا

ہوا شہید تبسم جگر کہ دل یارب ‏ ‏ گری تڑپ کے یہ بجلی کدھر، نہیں معلوم

اے برق تو ذرا کبھی تڑپی ٹھہر گئی ‏ ‏ یاں عمر کٹ گئی ہے اسی اضطراب میں

گم گشتہ دل کی تا بکجا جستجو کریں ‏ ‏ ہاں اور دل ملے تو تری آرزو کریں

خنجر کو چوس چوس کے کہتے ہیں میرے زخم ‏ ‏ ظالم مزے بھرے ہوئے ہاں تجھمیں کہاں تکے ہیں

وہ اور وعدہ وصل کا قاصد نہیں نہیں ‏ ‏ سچ سچ بتا یہ لفظ انہیں کی زبان کے ہیں

مزا لے لیکے رگڑا ہی گلا شمشیر قاتل سے ‏ ‏ برنگ زخم ہم ہنس ہنس کے رو ئے ہیں لہو برسوں

تپلیاں تک ہی تو پھر جاتی ہیں دیکھو دم نزع ‏ ‏ وقت پڑتا ہی تو سب آنکھ چرا جاتے ہیں

کانٹوں سے کہو سنبھال لینا ‏ ‏ آتا ہے غش ایک برہنہ پا کو

اس دل پہ ہزار جان صدقے ‏ ‏ جس دل میں ہو آرزو تمہاری

سوال وصل کا کرنے سے یہ ہوا حاصل ‏ ‏ کہ آسرا ترے امیدوار کھو بیٹھے

آنکھ کہتی ہے یہ دل سے کہ کرے گی برباد ‏ ‏ خواہش وصل تجھے حسرت دیدار مجھے

اب اسی دیوان سے وہ اشعار لکھے جاتے ہیں کہ جن میں ترکیبیں دل آویز اور الفاظ شگفتہ نہیں، اور مضامین شان غزل کے خلاف ہیں، اور سوز و گداز جو غزل کے لیے ضروری ہے اس کا بھی نشان نہیں۔

کچھ لے گئے ہیں زاغ و زغن کچھ سگ و ہما ‏ ‏ لاش اپنی بعد مرگ ہے توشہ فرید کا

وہ یادِ ابنِ ساقیِ کوثر میں مے پیوں — شامی کباب بن کے جگر ہو یزید کا

ہوں وہ مجنوں جھاڑتا ہوں اُٹھکے میں ایک صبح — رستہ جاروبِ مژہ سے کوچۂ زنجیر کا

حلقۂ گیسو میں پائی، نقد دل دیکر، جگہ — دیدیا پہلے کرایہ خانۂ زنجیر کا

آوازِ صور سن کے کہا دل نے قبر میں — کس کی برات آئی یہ باجا کدھر بجا

بدل کے شکل ڈراتا ہے کیا مجھے دشمن — مقام خوف نہیں، ہو جو شیر پتھر کا

اب سیرِ باغِ وصل کہاں اور ہم کہاں — گولر کا پھول یار کا سیبِ ذقن ہوا

لیلیٰ کے ناقے کو جو کیا ساربان نے تیز — سینے میں لوٹ کر دلِ مجنوں ہرن ہوا

بسمل تڑپ رہے ہیں نکلتا نہیں ہے دم — اک ہاتھ اور بھی نہ وہ قاتل لگا گیا

کہاں جاتا ہے اپنی فکر سے اس چشم کا مضموں — یقیں ہے صید ہو، ڈالا ہے گھوڑا ہمنے آہو پر

تیز پڑتی ہے نظر اس ترک کی مجھپر امیرؔ — ٹل رہا ہے باز کیا کنجشک کے آزار پر

نشے کے ڈورے یار کی آنکھوں میں ہیں امیرؔ — یا چند سرخ پوش مکانِ سیاہ میں

مشاعرے سے حسیں کیوں نہ جھین لیجاتے — رباعیاں مری جو گوشۂ کلاہ میں تھیں

داغ کہا کہا کے کروں اپنی میں اوقات بسر — اس لیے دیتے ہیں چھلا وہ نشانی مجھکو

وہ چاٹ دوں کرے نہ مذمت شراب کی — واعظ کے منہ پہ مہر لگا دوں کباب کی

لختِ دل پرشتہ نکلتے ہیں چھید کے ساتھ — ہر مدِ آہ سیخ ہے گویا کباب کی

وقتِ شنا نزاکتِ جاناں کو دیکھنا — موج آگئی جو لگ گئی ٹھوکر حباب کی

اسی زمین میں جناب محسنؔ کاکوروی نے کسی زمانے میں طبع آزمائی کی تھی، فرماتے ہیں:-

حالت نہ پوچھئے مرے شیب و شباب کی — دو کروٹیں تھیں عالمِ غفلت کے خواب کی

(نوٹ بر صفحہ دیگر)

روے عرق فشاں پہ ہی سرخی شراب کی — شبنم سے ہی لگی ہوئی لو آفتاب کی

ہونے نہ پائی خشک ہی تردامنی مری — محشر میں دہوپ ڈہلنے لگی آفتاب کی

ان کو کبہی خیال ہو میرا یہ وہم ہے — جاگیں مرے نصیب یہ باتیں ہیں خواب کی

دم توڑنے لگا جو ترا مستِ چشمِ ناز — رضواں نے روح پہ کہینچ کے بہیجی شراب کی

محسن بہت ہی سست لکہی تم نے یہ غزل — گویا کہ اس زمیں کی مٹی خراب کی

از قصائد

در نعت شریف

الف آدم میں ہی ممدود احمد میں ہی بے مد کا — سبب یہ ہی کہ واں سایہ تہا یاں سایہ تہا قد کا

جو آنکہیں ہوں تو نامِ پاک سے پیدا ہی یکتائی — کہ آغوشِ احد میں جلوہ گر ہی میم احمد کا

وہی سایہ وہی قد تہا کہ تہے ظلِ خدا حضرت — جدا کرنا بہت دشوار ہی حرفِ مشدد کا

بقیہ نوٹ سے ۵ مولانا حالی نے اس مطلع کی اور نیز جناب محسن کے قصیدۂ نعتیہ کے اس مطلع کی ۵

مٹانا لوحِ دل سے نقشِ ناموسِ اب وجد کا — دبستانِ محبت میں سبق تہا مجہکو ابجد کا

بار بار تعریف کی، اور میرے قلم سے یہ دونوں شعر اپنی بیاض کے واسطے تحریر کرا لیے۔

واضح ہو کہ جناب حالی قطع نظر اس کے کہ عربی، فارسی اور اردو کے مشہور ناظم و ناثر ہیں وہ سخن سنجی میں آج اپنا نظیر نہیں رکہتے

مولانا شبلی نعمانی مجہسے فرماتے تہے کہ اکثر ایسا ہوا ہی کہ کسی استاد کے شعر کی میرے دل میں بہت وقعت ہوئی ہی مگر جب میں نے اسے مولانا حالی کو سنایا اور انہوں نے اس کی پروا نہ کی تو بس فوراً ہی وہ شعر میری نظر سے گر گیا ۱۲ ثاقب

گماں ہوتا ہے جنت سے وہی اترا عبا ہو کر　　اٹھا رکھا تھا جو اللہ نے سایہ محمدؐ کا

از قصیدۂ دیگر

دربیان بہار

طوبیٰ سے جا کے خلد میں پیوند ہو گئی　　ایسی بڑھی ہر ایک گل و یاسمن کی شاخ
اللہ رے بہار کہ رنگت میں بڑھ گئی　　مرجان کی شاخ سے بھی غزال ختن کی شاخ

از قصیدۂ دیگر

در مدح عدل ممدوح

حکم آپ کا جس روز سے ہی محتسب شرع　　ہی زخم کے بھی چور کو اندیشۂ تعذیر
عاشق کا دل آزار نہیں غمزۂ معشوق　　اس درجہ ہی آوازۂ انصاف جہانگیر
دیوانۂ الفت کا ذرا دل جو کرا ہے　　غل گیسوے محبوب کرے صورت زنجیر

در مدح اسپ ممدوح

تیزی کا تصور دل مجرم میں جو گزرے　　ہٹرانے سے قاصد کے نہ ٹھہرے کبھی تقصیر

از قصیدۂ دیگر

تمہید دربیان شدت سرما

سرما میں آے ابر کے لکے ورق ورق　　آتش کدے کا پڑھنے لگے تخ بچے سبق
پیدا ہو طفل غنچہ تو برد عجوز بھی　　آے کہ نال کاٹنے کی میں ہوں مستحق
پہنچے نہ پہنچے لوگ بڑہائیں ضروریات　　دکھلاے دور سے جو فلک آتش شفق
انگشت ہیں سب کے سب یہ معلم کو ہی گماں　　پڑھتے ہیں کانپ کانپ کے لڑکے جو نام حق

از دیوان نعت

رخ آپ کا ہی مہر تو قد آپ کا ہے شمع　　پروانہ سات بھر ہوں ہیں ذرہ تمام دن
آئینہ ہی پنجتن و چار یار کا　　نقطے ہیں چار حرف ہیں پانچ آفتاب کے

شہیدی کے مشہور قصیدۂ نعتیہ پر جناب محسن نے طبع آزمائی فرمائی ہے حضرت امیر نے اس کو تضمین کیا ہے اور حق یہ ہے کہ جس شان کا وہ قصیدہ ہے ویسی ہی اس کی تخمیس بھی ہے۔ ایسے بلیغ قصیدے پر ایسے پرزور مصرعے چسپاں کرنا استاد ہی کا کام تھا۔ دو بند اس تضمین کے لکھے جاتے ہیں:۔

میں بسم اللہ آزادی ہوں سر پر تاج ہی مد کا　　الف آوارگی کا لست نقشہ ہے مرے قد کا
مجھ دو تختۂ اول ہی میری مشق بیجد کا　　مٹا نا لوح دل سے نقش ناموس اب حد کا
دبستان محبت میں سبق تھا مجھکو ابجد کا

دم تحریر تیرے ذوق سے بڑھ جائے تردستی　　قلم کے نکلیں آنسو ہو یہ جوشِ خندۂ شادی
شمول اشکِ شیریں لات اتنی تو ہو پھیکی　　الٰہی پھیل جائے روشنائی میرے نامے کی
بڑا معلوم ہو لفظ احمد پر میم احمد کا

گوہر انتخاب دیوان مفردات ہی جس میں بعض وہ اشعار بھی داخل ہیں جو وقتا بعد وقت تلف شدہ دیوان کے یاد آئے سنہ ۱۳۰۰ہجری کی تصنیف اور تاریخی نام ہے۔

اس قدر ہی دراز ہجر کی شب　　پر تڑپنے سے جی نہیں بھرتا
غم اسکا حسرتوں سے پوچھتا ہی میرے سینے میں　　کہاں ہے وہ جو دل نام اک یہاں بیمار رہتا تھا
حضرت عیسی ادھر کیا دیکھتے ہو میری نبض　　پہلے اسکو دیکھ آؤ پھر مجھے تم دیکھنا

پڑ گیا ہی کوئی ناسور جگر میں شاید ۔۔۔ کہ مری آنکھ سے کل شب کو لہو بھر آیا
ہزار طرح کے ہوتے ہیں وہم ہم کو مہر ۔۔۔ کسی کی آنکھ جہاں ہم پر آب دیکھتے ہیں
میں جاگ رہا ہوں ہجر کی شب ۔۔۔ پر میرے نصیب سو رہے ہیں
روتے ہیں ترے مریض پہروں ۔۔۔ چھاتی سے لگا کے درد دل کو
مسجد میں بلاتا ہی ہمیں زاہد نافہم ۔۔۔ ہوتا کچھ اگر ہوش تو میخانے نجاتے

فرماتے ہیں:۔

میں مٹ گیا تو وہ بھی مرے ساتھ مٹ گیا ۔۔۔ سایے سے خوب حق رفاقت ادا ہوا
کیا بلا تھی نگہ ہوش ربا ساقی کی ۔۔۔ اٹھ گئی آنکھ تو کوسوں کوئی ہشیار نتھا
قریب ہے یار روز محشر چھپے گا کشتوں کا قتل کیونکر ۔۔۔ جو چپ رہیگی زبان خنجر لہو پکاریگا آستین کا

مسٹر جسٹس سید محمود مرحوم نے اس شعر کو اپنے فیصلہ میں کوٹ کیا ہے
(دیکھو اپیل فوجداری نمبر ۸۷ ہائی کورٹ الہ آباد سرکار بنام پھولے وغیرہ -
ویکلی نوٹس الہ آباد سنہ ۱۸۹۱ع صفحہ ۵۰) -

زار ایسا ہیں ہلو بادیہ پیما ہو کر ۔۔۔ ذرہ چاہے تو تھکا دے مجھے صحرا ہو کر
دل و جگر دونوں جل گئے ہیں ذرا نگاہیں جہاں ملی ہیں ۔۔۔ تمہارے سر کی میں آپ تو کیا چھپی ہوئی بجلیاں ملی ہیں
مے کش کے دل کا راز کسی پر عیاں نہیں ۔۔۔ شیشے کو دیکھو کو دہن ہے زباں نہیں
میکشو شیشہ مے کی ہی حفاظت لازم ۔۔۔ دیکھو پتھر تو کوئی ابر کے دامن میں نہیں
ان شوخ حسینوں پہ جو مائل نہیں ہوتا ۔۔۔ کچھ اور بلا ہوتی ہی وہ دل نہیں ہوتا
جو نگاہ کی تھی ظالم تو پھر آنکھ کیوں چرائی ۔۔۔ وہی تیر کیوں نہ مارا جو جگر کے پار ہوتا
دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں ۔۔۔ دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

غیروں سے ہیں باتیں بھی عنایت کی نظر بھی | پردے کھلے جاتے ہیں کن انکھیوں سے ادھر بھی
کہہ رہی ہے حشر میں وہ آنکھ شرمائی ہوئی | ہائے کیسی اس بھری محفل میں رسوائی ہوئی
کیوں ترے لب پر تبسم مجلس ماتم میں ہے | یہ ہنسی بھی کیا مرے پھولوں میں ہے آئی ہوئی
زبانِ ضعف پیری میں چلتی رہی | سحر ہو گئی شمع جلتی رہی
بت بن کے وقت نزع نہ بالیں پہ میرے بیٹھ | ہوتا ہے آج خاتمہ گفت و شنید کا
بڑی پیچ در پیچ تھی راہ دیر | خدا ہم کو لایا خدا لے گیا
شمع بالیں سے یہ کہدے اے صبا | سر پہ روتا ہے کوئی بیمار کے؟
نہ پھرا نامہ بر وہاں سے امیرؔ | زندگی نے ہمیں جواب دیا۔

از صنم خانۂ عشق

اس دیوان میں زبان کی صفائی کی جانب خاص توجہ فرمائی ہے اکثر ایک ایک زمین میں کئی کئی غزلیں لکھی ہیں

یہ آفتاب ہے گرم اس کی کبریائی کا | کہ ذرہ ذرہ ہے آئینہ خود نمائی کا
یار ادھر بدمست میں بیخود، تکلف برطرف | ایسی صحبت میں جو آتا ہوش کیا دیوانہ تھا
واں نگاہیں تیز تیز اور یاں تھیں آہیں دو خنجر | وصل کی شب اس طرف افسوں ادھر افسانہ تھا
نیند کے جھونکے چلے آتے تھے کس کو ہنگام ذبح | تیغ قاتل کی زباں پر کونسا افسانہ تھا

بسنہ ۱۸۹۶ء میں راقم نے ایک مشاعرہ اپنے مکان پر بمقام آگرہ قرار دیا تھا اس صحبت کے لیے جناب مرحوم نے رام پور سے جو غزل ارسال فرمائی تھی اسی کے

یہ شعر ہیں۔ چنانچہ ایک خط میں اُستاد نے اس غزل کی روانگی کا ذکر کیا ہے، وہ میرے
نام کے خطوط میں اس مجموعے میں ملے گا۔ اس مشاعرے کی طرح میں جلال لکھنوی
میر مومن حسین مرحوم صفی امروہی شاگرد ذکی مرادآبادی، غلام محمد خاں رہا مرحوم اکرامی
تلمیذ اسیر، ابن نظیر اکبرآبادی اور مرزا خاقانی ریخ شاگرد خواجہ آتش لکھنوی نے بھی
غزلیں کہی تھیں۔ افسوس ہے کہ موت نے سب کو سلا دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

کہا جب وصل میں میں نے کہ آنکھیں کیوں لڑیں پہلے
تو بولے ہاں ابھی ارماں باقی ہے لڑائی کا

کیا رسوائے عالم چھپ کے پردے میں مجھے تو نے
تری عصمت کے سر پر خون میری پارسائی کا

امیر اک بات بھی واعظ نہیں کہتا خدا لگتی
خدا جانے بکا کرتا ہے کیا جھوٹا خدائی کا

پڑا ہی دیر سے مٹی خراب ہوتی ہے
لگا دو ہات جنازے کو پھر سنور لینا

تڑپ کے منہ سے کلیجا نکل پڑے نہ امیر
بہت جو درد اُٹھے دل پہ ہات دھر لینا

آفریں کہنے سے رک جاتا ہے قاتل میرا
لذت قتل گھٹاتا ہے بڑھانا دل کا

گرمیاں کرنے کا ہے خوب سلیقہ ان کو
سیکھو آنکھوں کی شرارت سے جلانا دل کا

سر شب و روز جو وحشت سے ہے چکر میں امیر
یہ بھی شاید ہے قدم اس بت ہرجائی کا

ہات میں نے جو بڑھایا تو کہا
بس بہت پاؤں نہ پھیلائیے گا

تبسم ہے غنچوں میں پھولوں میں خندہ
چمن میں کوئی رنگ دیکھے ہنسی کا

گزرا مہ صیام وہی پھر ہے مے کشی
دروازے میکدے کے کھلے کھل گئے نصیب

نالوں سے ہو گرم یہ گلشن جو بے تحمل
شبنم کے عوض رات کو تو نے جھڑی ہو

چٹکیاں لینے سے دل میں وہ کریں تو انکار
داغ کچھ درد نہیں ہے کہ دکھا بھی نہ سکوں

کس کے سر ماریے یہ بار سفر
راہزن کوئی رہگزر میں نہیں

وہ گلعذار کہ تلتے تھے روز پھولوں میں — انہیں کی خاک شریک آج ہے بگولوں میں

آج آنکھوں کو جوانی میں یہ زیور ہیں امیر — گر کے ہو جائیں گی کل حسن کی یہ ابر پلکیں

اسی زمین میں نواب ناظم نے کیا خوب مقطع کہا ہے

یہی ہے گریۂ خونیں تو کسی دن ناظم — یوں ہی رہ جائیں گی آپس میں چپک کر پلکیں

کچھ اس انداز سے وہ ناز بھری بات چلے — آ گئی نیند نہ خنجر قاتل مجھکو

ملنا تو کیا حنا کو لگائیں نہ ہات وہ — جب تک شریک خون ہزار آرزو نہو

گنڑ یوں رکے ہیں ہم امیر لہو — زخم جو کوئی مسکرایا ہے

رکھتا نہیں زمیں پہ مارے خوشی کے پاؤں — شاید جواب خط لکھ نامہ بر میں ہے

مرتا ہے اس پہ غیر بھی تو میں ہوں بیقرار — دشمن کے دل کا داغ بھی میرے جگر میں ہے

دل لگی سمجھے ہو دل کا آنا — جان جاتی ہے جب آجاتا ہے

جو کہتا ہوں کہ میرا دم نکلتا ہے تو کہتے ہیں — ہمارے وصل کا ارماں تو یوں ہی نکلتا ہے

چمکتی نہیں ابر سے برق تاباں — لٹکتا ہے پردے سے دامن کسی کا

وہ کیا جانے ہوتی ہے کیسی جوانی — ابھی کھیلتا ہے لڑکپن کسی کا

اس دیوان میں کم وزن اور پست اشعار بھی ہیں، چند ان میں سے ہم یہاں لکھتے ہیں:۔

چال وحشت کی کسی رو سے چل جاؤں گا — دو قدم میں ہیں دو حاطے سے نکل جاؤنگا

مجھ سے کہتا ہے شب وصل یہ جوبن انکا — تیرے آغوش کے سانچے میں ہیں ڈھل جاؤنگا

چکنی چکنی تری باتیں نہیں سنتا ناصح — ڈر رہا ہے کہ نہ سنبھلوں گا پھسل جاؤنگا

جیا بولی ابھرا جو جوبن کسی کا — مٹا دوں گی میں چلبلا پن کسی کا

مجھ تک کب آ سکے گی سپاہ سزا جرم　　دریا ہی بیچ میں عرق انفعال کا

نزع کے وقت چھپائی نہیں نہ تم کو پلکیں　　ڈوبتے وقت تو تنکے کا سہارا ہوتا

پلکیں چھپانا آنکھ چرانے کے معنی میں، مجھے اس محاورے کی تحقیق نہیں۔ اور استاذ کے محقق ہونے میں کوئی شک نہیں ہے

سنکر ہیں نصیحت نہیں لاتا جو جلا رہ　　اتنا ہی مجھے دھیان کہ جل جا لگا ناصح

سلیماں ہمکو یاد چشم و گیسو نے بنایا ہے　　ہمارے گھر میں شب بھر تخت پریوں کے اترتے ہیں

شباب ان کا غضب ہے ہات پڑتا ہی جو سینے پر　　نکل جاتا ہی منہ سے مار ڈالا ہائے مرتے ہیں

مرہم زخم جو لائی وہ زبان شیریں　　لب خنداں نے کہا میں نمک افشا ہوں

خوشامد جوگی میں نے جوبن کی بولا　　ارے یار، ہم بھی نکالے ہوئے ہیں

ہرن کب ہیں غصے میں آنکھیں تمہاری　　یہ دو شیر آنکھیں نکالے ہوئے ہیں

بلا کا بلا نوش ہے دل ہمارا　　غم دو جہاں دو نوالے ہوئے ہیں

نوالے، قافیہ ہی مبتذل ہی۔ قافیے کا انتخاب کرنا بھی ایک بات ہے اچھا اور نیا قافیہ ہو، یا ترکیب دیگر کوئی قافیہ لایا جائے تو شعر کیا غزل ہی شوخ ہو جاتی ہے مستعمل اور مبتذل قافیوں سے غزل کی شان دب جاتی ہے

نگہ شوق سے کہتی ہی یہ عفت اس کی　　کہ اچھوتا مرا پنڈا ہے نہ چھو تو مجھکو

کیوں نہ مضمون ترے گوہر دنداں کے تکلیں　　طبع سنجیدہ کی ہات آئی ترازو مجھکو

ہ مولنا حالی سے اس محاورے کی نسبت گفتگو ہوئی انہوں نے بھی لاعلمی ظاہر کی۔ نظام ملک اور تنکے کی تشبیہ کے سوا اور کوئی وجہ اس اختراع کی سمجھ میں نہ آتی ۱۲ ثاقب

دیدۂ تر سے کر کے ہم چشمی — کیا سمندر نے غوطہ کھایا ہے
نقد طاعت جو روز کرتے ہیں — خلد کا ہیشگی کرایا ہے
ہمارے گھر میں جس دن ہوتی ہے اس حور کی آمد — چھپرکھٹ کو پری آکر پری خانے کی کستی ہے

اس قسم کے اشعار کو داخل دیوان نہیں کرنا تھا، مگر اکثر دیوانوں میں ایسے اشعار پائے جاتے ہیں، کوئی شاعر اس مجبوری کو اس طرح ظاہر کرتا ہے ؎

شعر اگر اعجاز باشد بے بلند و پست نیست — در ید بیضا ہمہ انگشت ہا یک دست نیست

داغ اب ہم کچھ پست و بلند اشعار نواب مرزا خاں داغ کے بھی لکھتے ہیں۔ مہتاب داغ ہمارے سامنے ہے اسی میں سے بعض ابیات کا التقاط کرتے ہیں اگرچہ انتخاب اشعار داغ کا ہمارا قصد نہ تھا اس لیے کہ یہ مجموعہ استاد امیر کے متعلق ہے لیکن چونکہ ہمنے جہاں حضرت امیر کے کلام سے بحث کی ہے وہاں پر مرزا داغ کی شعرگوئی کے باب میں بھی کچھ لکھنا پڑا ہے لہذا یہ اقتباس ان کے اشعار کا بے محل نہوگا۔

نواب مرزا خان داغ کے اچھے شعر جو مہتاب داغ سے انتخاب ہوئے

چڑھاؤ پھول مری قبر پر جو آئے ہو — کہ اب زمانہ گیا تیوری چڑھانے کا
برا کہنے سے کہئے مدعا کیا؟ — یہ سنکر چپ رہیگا دوسرا کیا
بگڑ بیٹھے عبث ذکر عدو پر — سنا کیا آپ نے میں نے کہا کیا
یہ نہ کہئے کہ نہیں اہل وفا میں کوئی — نام اک شخص کا ہے میری زباں پر پھرتا
نازش میں ترے لبوں نے گویا — رس چوس لیا کلی کلی کا
فاتحہ پڑھنے بھی کوئی قبر پر آتا نہیں — مر گیا میں کیا، کہ سب میری طرف سے مر گئے

اک چیز ہی اس عالم ہستی میں بشر بھی
دنیا کا طلبگار بھی، دنیا سے حذر بھی

کیوں تجھے چپ لگی ہے اے قاصد
منہ سے تو پھوٹ کچھ، لکھا بھی ہے

گو جانتا ہوں جھوٹ مگر اس کو کیا کروں
کھاتے ہیں پیار سے وہ قسم میری جان کی

ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے
ایک میں ہوں اور خدا کی ذات ہے

شکوے کے بدلے کیا شکر ستم
پھر خفا ہیں کیا مزے کی بات ہے

جو کہی قاصد نے دل کو لگ گئی
یہ اسی کافر کے منہ کی بات ہے

آنکھیں بچھائیں ہم تو عدو کی ہی راہ میں
پر کیا کریں کہ تو ہے ہماری نگاہ میں

مرزا داغ کے بعض پست اشعار بھی ملاحظہ ہوں

چھوڑو نگا میں نہ ہات ہے چلے آؤ ساتھ
نازک کلائی دکھتی ہے تو آستیں بھی

دیکھکر سانولی صورت تری یوسف بی کہے
چٹ پٹا حسن نمکدار سلونا کیا ہے

یہ داغ ہے صحابۂ عظام کا غلام
یہ داغ جاں نثار ہے آل رسول کا

عظام غلط ہے، عظام جمع عظیم کی ہے۔

جوش پر اور قیامت کی جوانی آتی
ہات میرا جو ترے سینے پہ اکثر پھرتا

نہایت ہی فحش شعر کہا ہے۔

غیر ہو ناشاد کیوں کیسی کہی
چاہتا ہوں داد کیوں کیسی کہی

اس تمام غزل میں کوئی شعر قابل داد نہیں رہے۔

نہ پوچھ کچھ تھی کسی کی وہاں نہ آؤ بھگت
تمہاری بزم میں کل اہتمام کس کا تھا

اس غزل کا حال بھی پچھلی ناشاد غزل کا سا ہے یعنی ایک شعر بھی دل آویز نہیں
نہ اندر کا اکھاڑا ہے نہ آئی قاف کی پریاں
حسینوں کا تماشا خوب نینی تال میں دیکھا

دل مجبور کے نالوں سے جو ہم آواز
سینہ پھٹ جائے ترا کیا تری چھاتی کے گھٹا

نہ پوچھو اُسے کون ہے کیا بتائیں
مگر ایک دیکھا ہے شیطاں سے بڑھ کر

ہات سے قتل نہ وہ پاؤں سے پامال کریں
گھر ہی میں بیٹھے ہوئے حکم کیا کرتے ہیں

نظر کھائے جاتی ہے عشاق کی
حسینوں کو دنیا میں راحت نہیں

بڑی کشمکش میں ہے عہد وفا
کبھی ہے کبھی ان کی نیت نہیں

یہ شعر ادائے مطلب میں قاصر ہے ۱۲

آج کل نالۂ بلبل میں ہی تاثیر نہیں
کیا عجب گل یہ پکارے کہ مرے کان گئے

"کان گئے" اس محاورے کی تحقیق نہیں، مولانا حالی سے ذکر آیا، انھوں نے خود بھی سوچا اور فرہنگ آصفیہ میں بھی دیکھا مگر کچھ دریافت نہیں ہوا۔

اتفاق سے دلی میں آکر میں نے ایک صاحب کی زبانی استاد امیر کا شعر مندرجہ ذیل سنا تو جس معنی میں انھوں نے "کان گئے" لکھا ہے وہ ضرور صحیح ہے ؎

چھ گئی گو بخ جو بالی کی بگڑ کر بولے
ہات ٹوٹیں ترے مشاطہ مرے کان گئے

لیکن "کان گئے" "کان پھوٹ گئے" کے معنی میں محل تامل ہے۔

جانے نہ دوں گا آپ کو بے فیصلہ ہوئے
دل کے مقدمے کو ابھی چہاں جائے

یہ ٹھری ہے آوارگان محبت
جناب خضر کو مقامی کریں گے

"مقامی کرنا" خدا جانے کیا معنی ہیں اس غزل کے تمام اشعار سوا اس کے کہ موزوں کیے جائیں اور کوئی داد ہم نہیں دے سکتے ۱۲

کیونکر نکروں شور مناجات سے توبہ
آغاز ہو جب چار گھڑی رات سے توبہ

توبہ آغاز ہو، المعنی فی بطن الشاعر ۱۲

اے فلک ان کے علاوہ بھی حسیں ہیں کتنے — جو زمانے میں ہیں مشہور نظر آتے ہیں

سینک دے آتش رخسار سے دل کی چوٹیں — عشق کی مار پڑی ہے ترے بیمار و نیز

یہ رشک لکھنوی کی تقلید ہے ۱۲

تیری قسمت میں ستارے ہیں کہاں — کوڑیاں گنیں تو نے چرخ پیر جمع

نہیں ہوتی بندے سے طاعت زیادہ — بس اب خانہ آباد دولت زیادہ

بجائے طاعت، اطاعت ہونا چاہیئے طاعت کا اطلاق عبادت الٰہی پر ہوتا ہے۔

حوروں کا انتظار کرے کون حشر تک — مٹی کی بھی ملے تو روا ہے شباب میں

آخر کے دو شعر مرزا داغ کے کسی دوسرے دیوان کے ہیں مہتاب داغ میں نہیں ہیں۔

مرزا داغ کا سرمایہ علمی کم تھا مگر طبیعت بامذاق اور شوخ پائی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آخر عمر میں پہلی سی کاوش وہ نہیں کرتے تھے اس لیے دکن چلے جانے پر ان کے اشعار کا رنگ کچھ اور ہی ہو گیا تھا ابتذال اور اہمال سے بھی آخر میں ان کے اشعار محفوظ نہیں رہے۔

سہ جب میں نے اشعار داغ کی یہ حالت دیکھی تو ایک روز مولانا حالی سے اس کا تذکرہ کیا وہ فرمانے لگے کہ "مرزا داغ کو اشعار کی پرکھ نہ تھی اور وہ خود اپنے اچھے اور برے شعر میں تمیز نہ کر سکتے تھے" میں کہتا ہوں یہی وجہ ہے کہ ان کے دیوان رطب و یابس سے مملو ہیں کس کو فرصت جو ان سنگریزوں میں سے جواہر پاروں کو ڈھونڈ کر نکالے اور وہ سخن فن کے لیے ایک خوشنما ہار ترتیب دے! ثاقب۔

مرزا سے رخصت ہوتے ہوے - ان کا ایک مادۂ تاریخ بھی سن لیجیے نواب وقار الملک کی خطاب یابی کی تاریخ ہے ؎ افزایش خطاب مبارک زیادہ باد

حضرت زاہد نے ہمیں دو سہرے لکھکر بھیجے ہیں دونوں حضور نظام کے لیے لکھے گئے تھے - ایک اُستاد کا ہے دوسرا مرزا داغ کا - کچھ اشعار دونوں کے یہاں لکھے جاتے ہیں - اس زمین میں غالب و ذوق نے بھی سہرے لکھے ہیں -

داغ مرحوم

یہ سجا آصفِ نوشاہ تجھی پر سہرا — عیش کا طرہ ہے شادی کا ترے سر سہرا
لاگ سے لڑتی ہے ایک ایک لڑی مل مل کر — گل و گوہر کا جو ہے سہرے کے اوپر سہرا
گرمیِ حسن سے بچپی ہیں ساری لڑیاں — رخِ نوشہ پہ ہوا کھائے نہ کیونکر سہرا
اپنے ہاتوں کی بھی لیتی ہے بلائیں مالن — کیسی اتراتی ہے شاہانہ بنا کر سہرا
کیا خوشی اسکو ہے پھولا یہ سماتا ہی نہیں — اپنے جامے سے ہوا جاتا ہے باہر سہرا
حق بجانب ہے اگر شاہ سے ہو داد طلب — تو نے اے داغ کہا سب سے بچا کر سہرا

استاد مغفور

جگمگاہٹ میں ستاروں سے ہے بڑھکر سہرا — ہے کرن حور کے دامن کی یہ پر زر سہرا
تجھسا نوشہ نہیں دیکھا ہے قسم کھاتا ہے — ہات رکھ رکھ کے ترے مصحفِ رخ پر سہرا
لوٹ عارض پہ کبھی ہے کبھی پیشانی پر — ایک صورت پہ ٹھہرتا نہیں دم بھر سہرا
ایسا بنتا نہیں خورشید سے پر زر سہرا — گوندھتا تارِ شعاعی سے ہے دن بھر سہرا
واسطے فیض کا ہو ساری خدائی کے لیے — شاہ ہے ظلِ خدا ظلِ پیمبر سہرا

ٹوٹی جاتی ہے پسی جاتی ہے کیا کیا ہے نثار
بدھی شانے پہ حنا پاؤں پہ سر پہ سہرا

شوخ ایسا ہے کہ اڑتا ہے ہوا سے ہاتوں
مجھکو حیرت ہے کہ باندھا گیا کیونکر سہرا

بھیج اس نظم کو دربارِ معلیٰ میں امیر
تیری قسمت کا بھی چمکائیگا اختر سہرا

چند ہم قافیہ غزلیں بھی دونوں استادوں کی اور بعض دیگر اساتذہ کی ہم یہاں درج کرتے ہیں جس سے فرق مراتب بخوبی واضح ہو جائے گا۔

داغ دہلوی

دیکھو جو مسکرا کے تم آغوشِ نقشِ پا
گستاخیاں کرے لبِ خاموشِ نقشِ پا

شور اس خرامِ ناز کا محشر سے بڑھ گیا
کیا گوش خلق پھوٹ گئے گوشِ نقشِ پا

پھرتے ہیں بے قرار بہت تیری راہ میں
کتنا ہے صاف صاف یہی جوشِ نقشِ پا

تم شوخیوں سے پاؤں تو رکھو زمین پر
کھل کھیلتے ہیں اب لبِ خاموشِ نقشِ پا

یہ کون میرے پیچھے سے چھپ کر نکل گیا
خالی نہیں ہے فتنوں سے آغوشِ نقشِ پا

محشر میں وہ بھی فتنہ نہ دیکھیں گے اہلِ حشر
جو دیکھتے ہیں آپ کے مدہوشِ نقشِ پا

مٹ جائیگا مگر نہ کھلے گا یہ اے صبا

امیر مینائی لکھنوی

سر کے وہ پاؤں ہو کے جو ہم دوشِ نقشِ پا
فریاد کر اُٹھے لبِ خاموشِ نقشِ پا

کیا جانے آئی شہرِ خموشاں سے کیا خبر
اب تک اسی طرف ہیں لگے گوشِ نقشِ پا

نسبت ہے راہِ عشق سے راہِ حرم کو کیا
یاں کثرتِ سجود وہاں جوشِ نقشِ پا

بیدرد جانے والو ٹھہر جاؤ دم تو لو
کچھ تم سے کہتے ہیں لبِ خاموشِ نقشِ پا

یہ تو کہاں نصیب کہ ہاتھ آئیں وہ قدم
آغوشِ حور ہے مجھے آغوشِ نقشِ پا

رفعت سے تیرے خاک نشینوں کو کام کیا
افسر طلب نہیں سرِ مدہوشِ نقشِ پا

کیا چین سے ہیں خواب میں آسودگانِ خاک

داغ

غنچے کا منہ نہیں لب خاموشِ نقشِ پا
روندی نہیں ہے آپ نے کیا قبر داغ کی
پھولوں کی چادروں سے چھپا جوشِ نقشِ پا

کیا لطف ستم یوں انہیں حاصل نہیں ہوتا
غنچے کو وہ ملتے ہیں اگر دل نہیں ہوتا

ہیں اور شبِ تیرہ و صحرا ہے خطرناک
رہبر کا پتا سیکڑوں منزل نہیں ہوتا

غمزہ بھی ہو سفاک نگاہیں بھی ہوں خونریز
تلوار کے باندھے سے تو قاتل نہیں ہوتا

جس آئینہ کو دیکھ لیا قہر سے اس نے
اس آئینہ سے کوئی مقابل نہیں ہوتا

رکھ لوں ترے پیکاں کو کلیجے سے لگا کر
اپنا کبھی ہوتا ہے کبھی دل نہیں ہوتا

یہ داد ملی ان سے مجھے کاوشِ دل کی
جس کام کی عادت ہو وہ مشکل نہیں ہوتا

انکار تو کرتے ہو مگر یہ بھی سمجھ لو
بے وجہ کسی سے کوئی سائل نہیں ہوتا

منزل پہ جو پہنچے تو ملے قیس کو لیلے
ناقے سے جدا کیا کبھی محمل نہیں ہوتا

دیتے ہیں یہ خبر لب خاموشِ نقشِ پا
وحدت کی جلوہ گاہ ہے یہ مسندِ خاک امیر
ہیں ایک چشم و گوش و بر و دوشِ نقشِ پا

ان شوخ حسینوں پہ جو مائل نہیں ہوتا
کچھ اور بلا ہوتی ہے وہ دل نہیں ہوتا

خضرِ رہِ مقصود اگر دل نہیں ہوتا
منزل کا پتا سینکڑوں منزل نہیں ہوتا

دھبا نہیں دیتا ہے لہو حسرتِ دل کا
اس خوں سے تر دامنِ قاتل نہیں ہوتا

ٹکڑے بھی ہے گل خوں میں ڈوبا بھی ہے لیکن
اب بھی دلِ عاشق کے مقابل نہیں ہوتا

عاشق کے بہل جانے کو اتنا بھی ہے کافی
غم دل کا ہوتا ہے اگر دل نہیں ہوتا

اُٹھنے کو کہے کوئی تو بن جاتی ہے جی پر
اُس بزم میں جانا مجھے مشکل نہیں ہوتا

حسرت سے ادھر اور اُدھر دیکھ رہا ہے
بھوکا ترے دیدار کا ۔ سائل نہیں ہوتا

اڑتا بھی ہوا سے ہے تو اڑتا ہے ادھر ہی
لیلے سے الگ پردۂ محمل نہیں ہوتا

داغ

کیا عشق سے لغزت ہے کہ وہ پوچھ رہے ہیں
کوئی بھی وہ بستی ہے جہاں دل نہیں ہوتا
اے داغ کس آفت میں ہوں کچھ بن نہیں آتی
وہ چھینتے ہیں مجھ سے جدا دل نہیں ہوتا
تو ہی اپنے ہاتھ سے جب دلربا جاتا رہا
دل کی بھی پروا نہیں جاتا رہا جاتا رہا
جس توقع پر تھی اپنی زندگی وہ مٹ گئی
جو بھروسا تھا ہمیں وہ آسرا جاتا رہا
دل چرا کر آپ تو بیٹھے ہوئے ہیں چین سے
ڈھونڈھنے والے سے پوچھے کوئی کیا جاتا رہا
مرگ دشمن کا زیادہ تم سے ہے مجھکو ملال
دشمنی کا لطف شکووں کا مزا جاتا رہا
ہو سکے مطلب نگاری کیا پریشاں طبع سے
ذہن میں آتے ہی حرف مدعا جاتا رہا
دیکھو دیکھو مجھپہ برساتے رہو تیر نگاہ
صید حسبدم آنکھ سے اوجھل ہوا جاتا رہا
کس قدر ان کو فراق غیر کا افسوس ہے
ہاتھ ملتے ملتے سب رنگ حنا جاتا رہا
اب کئی دن سے وہ رسم و راہ بھی موقوف ہے

امیر

راحت کا نکلنا نہیں اس کے کوئی پہلو
مایوس بھی کمبخت میرا دل نہیں ہوتا
یہ شعر وہ فن ہے کہ امیر اس کو جو برتو
حاصل یہی ہوتا ہے کہ حاصل نہیں ہوتا
ایک دل ہمدم مرے پہلو سے کیا جاتا رہا
سب تڑپنے تلملانے کا مزا جاتا رہا
جھوٹے وعدوں سے وہ راحت کا سہارا بھی گیا
وائے قسمت یاس کا بھی آسرا جاتا رہا
شرحِ دیدار سے تسکیں سی کچھ ہو گئی
دیکھ لینے سے دل کے درد کیا جاتا رہا
بے تکلف نشۂ مے نے تو ان کو کر دیا
پردہ شرمیلی نگاہوں کا مزا جاتا رہا
بیخودی کا ہو برا محروم رکھا وصل سے
آپ جب آئے تو حرف مدعا جاتا رہا
تیرے دشمن سوگ دشمن کا کرے جی ہی دیے
بوالہوس بدنام کن اچھا ہوا جاتا رہا
شوخیاں رگ رگ میں ہیں جتنا ہاتھ ہے گرم کار
آتے آتے ہاتھ میں رنگ حنا جاتا رہا
آنے والا جانیوالا بیکسی میں کون تھا

داغ

ورنہ برسوں نامہ بر آتا جاتا رہا

میں نے دیکھا انکی زلفوں کو تو فرمانے لگے
آپ کا دل کھل پڑا گم ہوگیا جاتا رہا

اچھی صورت کی رہا کرتی تھی اکثر تاک جھانک
رنگ بس آنکھیں مگر وہ دیکھنا جاتا رہا

حرص دامنگیر دنیا مال دنیا بے ثبات
جسقدر حاصل کیا اس سے سوا جاتا رہا

داغ کچھ درہم نہ تھا جسکا انہیں ہوتا خیال
ہوگیا گم ہوگیا جاتا رہا جاتا رہا

عجب اپنا حال ہوتا جو وصال یار ہوتا
کبھی جان صدقے ہوتی کبھی دل نثار ہوتا

کوئی فتنہ تا قیامت نہ پھر آشکار ہوتا
ترے دل پہ کاش ظالم مجھے اختیار ہوتا

جو تمہاری طرح تم سے کوئی جھوٹے وعدہ کرتا
تمہیں منصفی سے کہدو تمہیں اعتبار ہوتا

مرگیا جب میں تو ظالم نے کہا افسوس آج

آیت لا تقنطوا تیری تو حامی بول اٹھے

جب تلک تم تھی کشیدہ دل تھا شکوؤں سے بھرا

امیر

ہاں مگر اک دم غریب آتا رہا جاتا رہا

گھورتے دیکھا جو چشموں میں جھنجلا کر کہا
کیا لحاظ آنکھوں کا بھی او بیحیا جاتا رہا

ہائے وہ صبح شب وصل انکا کہنا ناز سے
اب تو میری بیوفائی کا گلہ جاتا رہا

آنکھ کیا ہی موہنی ہے سحر ہے اعجاز ہے
اک نگاہ لطف میں سارا گلہ جاتا رہا

کھوگیا دل کھوگیا رہتا تو کیا ہوتا امیر
جانے دو اک بیوفا جاتا رہا جاتا رہا

ترے عکس تک کا قاتل کبھی بچ کے وار ہوتا
تو نثار ہو نہ ہوتا الٰہی جاں نثار ہوتا

مرے بس میں ہوتا تو یا رب وہ ستم شعار ہوتا
یہ نہ ہوتا تو کاش دلبر مجھے اختیار ہوتا

تمہیں زباں سے تم کو سچا کہو لاکھ بار کہدوں
اسے کیا کروں کہ دل کو نہیں اعتبار ہوتا

ہائے ظالم ہائے ظالم کا مزا جاتا رہا

آج سب اندیشہ روز جزا جاتا رہا

تم گلے سے ملگئے سارا گلا جاتا رہا

داغ

یہ مزہ تھا دل لگی کا کہ برابر آگ لگتی
نہ تجھے قرار ہوتا نہ مجھے قرار ہوتا

نہ مزہ ہے دشمنی میں نہ ہے لطف دوستی میں
کوئی غیر غیر ہوتا کوئی یار یار ہوتا

ترے وعدہ پر ستمگر ابھی اور صبر کرتے
اگر اپنی زندگی کا ہمیں اعتبار ہوتا

تمہیں ناز ہو نہ کیونکر کہ لیا ہے داغ کا دل
یہ رقم نہ ہاتھ لگتی نہ یہ افتخار ہوتا

امیر

وہ مزہ دیا تڑپ نے کہ یہ آرزو ہے یارب
مرے دونوں پہلوؤں میں دل بیقرار ہوتا

میں جیوں تو کس کا ہو کر نہیں کوئی دوستدار
یہ جو دل ہے دشمن جاں یہی دوستدار ہوتا

دم رخصت انکا کہنا کہ یہ کاہے کا ہے رونا
تمہیں میری قسموں کا بھی نہیں اعتبار ہوتا

شب وصل تو جو بیخود نہ ہوا امیر جو کا
ترے آنے کا کبھی تو اسے انتظار ہوتا

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

مری خاک بھی لحد میں نہ رہی امیر باقی
نئی چوٹیں چلتی قاتل جو کہیں دو چار ہوتا

پس مرگ کاش یوں ہی مجھے وصل یار ہوتا
رہی آرزو کہ دو دو ترے تیر ساتھ چلتے

ترا میکدہ سلامت ترے خم کی خیر ساقی
مرے اتقا کا باعث تو ہے میری ناتوانی

میں ہوں نامراد ایسا کہ بلک کے یاس روتی
نہیں پوچھتا ہے مجھکو کوئی پھول اس چمن کا

انہیں مرنے ہی کا اب تک نہیں اعتبار ہوتا
کہا دھر سے چار ہوتا تو ادھر سے پیار ہوتا

وہ سیہ مزار ہوتا میں تہ مزار ہوتا
کوئی دل کو پیار کرتا کوئی دل کے پار ہوتا

مرا نشہ کیوں نہ اترتا مجھے کیوں خمار ہوتا
جو میں توبہ توڑ سکتا تو شراب خوار ہوتا

کہیں پا کے اسرا [illegible] امیدوار ہوتا
دل [illegible] ہوتا تو [illegible] کا یار ہوتا

داغ

اس بزم میں شریک تو جایا نہ جائے گا
میں جاؤنگا اگر مرا سایا نہ جائے گا
دل لیکے اس کی بزم میں جایا نہ جائیگا
یہ مدعی بغل میں دبایا نہ جائے گا
اے حشر امتیاز کہ ہیں ہم شہید ناز
مردوں کی طرح ہم کو اٹھایا نہ جائے گا
دل کیا ملاوگے کہ ہمیں ہو گیا یقیں
تم سے تو خاک میں بھی ملایا نہ جائے گا
جو دل دکھا رہا ہی مرا ہر گھڑی مجھے
آنکھوں سے سو برس بھی دکھایا نہ جائیگا

امیر

گھر میں تمہارے غم سے جایا نہ جائے گا
آغوش نور میں کبھی سایا نہ جائے گا
دل گیسوؤں میں ہم سے پھنسایا نہ جائیگا
اس چاند کو یہ داغ لگایا نہ جائے گا
چلو ہی سے پلادے مجھے ساقیا شراب
ہوتا نہ تواں جام اٹھایا نہ جائے گا
لاکھوں کو خاک میں تو ملا دے گا آسماں
ظالم سے دو دلوں کو ملایا نہ جائے گا
مجھ روسیہ کو قبر میں رہنے دے اگر ہم
یہ منہہ کسی کو مجھسے دکھایا نہ جائے گا

بقیہ اشعار صفحہ ۵۷

ترے ناوک ادا سے کبھی ہارتا نہ ہمت ۔۔ جگر اس سے آگے ہوتا تو جگر کے پار ہوتا
اثر اسقدر تو ہوتا مرے لوٹنے کا ان پر ۔۔ کہ وہ کروٹیں ہی لیتے جو میں بیقرار ہوتا
مرا دل جگر جو دیکھا تو ادا سے ناز بولا ۔۔ یہ ترا شکار ہوتا وہ مرا شکار ہوتا
سر قبر آتے ہو تم جو بڑھا کے اپنا گہنا ۔۔ کوئی پھول چھین لیتا جو گلے میں ہار ہوتا
ترے تیر کی خطا کیا مری حسرتوں نے روکا ۔۔ نہ لپٹتیں یہ بلائیں تو وہ دل کے پار ہوتا
میں نثار تجھپہ ہوتا تو رقیب جان کھوتا ۔۔ میں ترا شکار ہوتا وہ مرا شکار ہوتا
مرے دل کو یوں مٹایا کہ نشاں تک نہ رکھا ۔۔ میں لپٹ کے رو تو لیتا جو کہیں مزار ہوتا

داغ

دشمن کے آگے سر نہ جھکے گا کسی طرح
یہ آسماں زمیں سے ملایا نہ جائے گا

فتنہ نہیں ہوں جس کو اٹھایا کرے فلک
مجھ سے گرے ہوئے کو اٹھایا نہ جائے گا

زلفیں نہیں کہ شانے سے آراستہ کیا
بگڑا ہوا مزاج بنایا نہ جائے گا

اے داغ تجھکو رزق کی خواہش ہے حرص ہے
اتنا یہ غم کھلائے گا کھایا نہ جائے گا

امیر

لاؤں میں انسے دل میں کدورت محال ہے
یہ لعل خاک میں تو ملایا نہ جائے گا

تیرے ہزار غمزے میں قاتل اٹھاؤں گا
خنجر کا تیرے ناز اٹھایا نہ جائے گا

دوزخ نے مجھکو دیکھ کے مالک سے یہ کہا
مجھ سے تو یہ غریب جلایا نہ جائے گا

وہ غنچہ اس چمن میں مرا دل ہے اے امیر
باد بہار سے بھی کھلایا نہ جائے گا

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

دل میں خیال اُن آنکھوں کا لایا نجائے گا
مے خانہ گھر خدا کا بنایا نہ جائے گا

آہوں سے سوز عشق مٹایا نہ جائے گا
آندھی سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

بے خود نہ کر وصال میں اے جلوۂ صنم
ہوں ناتواں پھر آپ میں آیا نہ جائے گا

پہنائے جن کو پھولوں کے ہار انسے بعد مرگ
دو پھولوں سے کفن بھی بسایا نجائے گا

ترک ادب ہی دلسے مٹاؤں جو داغ عشق
مسجد کا ہی چراغ بجھایا نہ جائے گا

کیوں یاس توڑتی ہے مرے دل کا آسرا
یہ گھر اجڑ گیا تو بسایا نہ جائے گا

دکھلا کے سب کو دست حنائی وہ کہتے ہیں
عاشق کا یہ لہو ہے چھپایا نہ جائے گا

سو غمگسار لاکھ ہوں غمخوار آس پاس
دل میں جو درد ہی وہ بٹایا نہ جائے گا

دیدار یار کا اٹھے گا مزا امیر
جب تک دوئی کا پردا اٹھایا نجائے گا

داغ

بیاں کس سے کروں ماجرائے دردِ جگر
جگر کو تھام کے کہتا ہوں ہائے دردِ جگر

مرے طبیب کو مشکل پہ سخت مشکل ہے
دوائے سوزشِ دل پھر دوائے دردِ جگر

اس انجمن میں اگر جم کے بیٹھ بھی جاؤں
ہزار مرتبہ اٹھکر اٹھائے دردِ جگر

زمیں غزل کی ہے اے داغ یا شفاخانہ
سنا نہ کان سے ہمنے سوائے دردِ جگر

جو دردِ دل میں گرفتار تھا ترا بیمار
وہ رفتہ رفتہ ہوا مبتلائے دردِ جگر

بھنویں تنی ہیں خنجر ہاتھ میں ہے تن کے بیٹھے ہیں
کسی سے آج بگڑی ہے کہ وہ یوں بن کے بیٹھے ہیں

دلوں پر سیکڑوں سکے ترے جوبن کے بیٹھے ہیں
کلیجوں پر ہزاروں تیر اس چتون کے بیٹھے ہیں

الٰہی کیوں نہیں اٹھتی قیامت ماجرا کیا ہے
ہمارے سامنے پہلو میں وہ دشمن کے بیٹھے ہیں

یہ گستاخی یہ چھیڑ اچھی نہیں ہے اے دلِ ناداں
ابھی پھر روٹھ جائیں گے ابھی وہ من کے بیٹھے ہیں

امیر

لیا کسی نے جو نام دوائے دردِ جگر
تڑپ کے دل یہ پکارا کہ ہائے دردِ جگر

نہ کوئی ڈھونڈنے والا نہ مہرباں ہے طبیب
کہاں سے آئے الٰہی دوائے دردِ جگر

اٹھا کے آنکھ بھی دیکھا نہیں کسی کی طرف
ہوا کہاں سے یہ بیٹھے بٹھائے دردِ جگر

دیا ہے قسمتِ بد نے عجیب مرض میں مرض
کہ درد سینے میں بھی ہے سوائے دردِ جگر

ہمارے دل کا وہی درد امیر کچھ سمجھے
ہوا ہو عشق میں جو مبتلائے دردِ جگر

اٹھیں وہ مجمعِ اغیار سے کیا بن کے بیٹھے ہیں
وہاں دشمن ہی سب اٹھتے ہوئے جوبن کے بیٹھے ہیں

یہ آہو چشم جتنے کھڑکیوں میں بن کے بیٹھے ہیں
یہ سب مارے ہوئے ظالم تری چتون کے بیٹھے ہیں

عداوت ہم سے کی جاتی ہے پردہ میں محبت کے
اٹھا کر ہم کو وہ خود سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں

رہیں وصل میں کیا کیا نیاز و ناز کے جھگڑے
کبھی ہم جھینپ اٹھے کبھی وہ من کے بیٹھے ہیں

داغ

اثر ہے جذبِ الفت میں تو کھنچ کر آ ہی جائیں گے
ہمیں پروا نہیں ہمسے اگر وہ تن کے بیٹھے ہیں

فسوں ہے یا دعا ہے یا معمہ کھل نہیں سکتا
وہ کچھ پڑھتے ہوئے آگے مرے مدفن کے بیٹھے ہیں

بہت رویا ہوں میں جب سے یہ میں نے خواب دیکھا ہے
کہ آپ آنسو بہائے سامنے دشمن کے بیٹھے ہیں

کھڑے ہوں زیرِ طوبیٰ وہ نہ دم لینے کو دم بھر بھی
جو حسرت مند تیرے سایۂ دامن کے بیٹھے ہیں

تلاشِ منزلِ مقصد کی گردش اٹھ نہیں سکتی
کمر کھولے ہوئے رستے میں ہم رہزن کے بیٹھے ہیں

نگاہِ شوخ چشمِ شوق میں زیرِ پردہ چھنتی ہے
کہ وہ چلمن میں ہیں نزدیک ہم چلمن کے بیٹھے ہیں

یہ اٹھنا بیٹھنا محفل میں انکا رنگ لائیگا
قیامت بنکے اٹھیں گے بھبوکا بنکے بیٹھے ہیں

کسی کی شامت آئیگی کسی کی جان جائیگی
کسیکی تاک میں وہ بام پر بن ٹھن کے بیٹھے ہیں

قسم دیکر انہیں یہ پوچھ لو تم رنگ ڈھنگ اس کے
تمہاری بزم میں کچھ دوست بھی دشمن کے بیٹھے ہیں

امیر

وہ آمادہ سنورنے پر ہم آمادہ ہیں مرنے پر
ادہر وہ بن کے بیٹھے ہیں ادہر ہم تن کے بیٹھے ہیں

ملا کر خاک میں بھی ہائے شرم انکی نہیں جاتی
نگہ نیچی کیے وہ سامنے مدفن کے بیٹھے ہیں

علاقہ میرے دشمن سے نہیں جاتا نہیں جاتا
نہیں دشمن تو اب وہ سوگ میں دشمن کے بیٹھے ہیں

تری دامن میں جو آیا آفتابِ حشر بھی سر پر
تو ہم سمجھے کہ سائے میں ترے دامن کے بیٹھے ہیں

کڑی منزل ہے بوڑھوں کی جو موت آئے تو بہتر ہو
تھکے ماندے مسافر منتظر رہزن کے بیٹھے ہیں

نگاہِ شوق ایسی پردہ در ہے کچھ نہیں کھلتا
کہ چلمن کے ادہر یا وہ ادہر چلمن کے بیٹھے ہیں

بگڑ کر جب وہ اٹھے ہیں تو دل بیٹھے ہیں لاکھوں کے
ہزاروں فتنے اٹھے ہیں جہاں وہ بنکے بیٹھے ہیں

وہ آئینے میں بیاہی شکل اپنی دیکھکر بولے
کہ یہ ہیں کون میرے گھر میں جو بن ٹھن کے بیٹھے ہیں

تو ہی انصاف سے کہدیں کہ ہے کسکی جگہ اچھی
بغل میں انکے ہم پہلو میں وہ دشمن سے بیٹھے ہیں

داغ

کوئی چھینٹا پڑے تو داغ کلکتے چلے جائیں
عظیم آباد میں ہم منتظر ساون کے بیٹھے ہیں
سبک ہو جائیں گے گر جائیں گے وہ بزم دشمن میں
کہ جبتک گھر میں بیٹھے ہیں تو لاکھوں من کے بیٹھے ہیں
یہ جوش گریہ تو دیکھو کہ جب فرقت میں رویا ہوں
در و دیوار اک پل میں مرے مسکن کے بیٹھے ہیں

امیر

عجب برسات ہے کیا کیا نئے گھر بنکے بیٹھے ہیں
کہیں بہادوں کے فریادی کہیں ساون کے بیٹھے ہیں
بڑے ہی قدرداں کانٹے ہیں صحرائے محبت کے
کہیں گاہک گریباں کے کہیں دامن کے بیٹھے ہیں
چھڑانا جان کا مشکل ہے کانٹوں سے علائق کے
یہاں سب کھینچنے والے میرے دامن کے بیٹھے ہیں

صاف کب امتحان لیتے ہیں
وہ تو دم دے کے جان لیتے ہیں
یوں ہے منظور خانہ ویرانی
مول میرا مکان لیتے ہیں

آزمایش میں جان لیتے ہیں
خوب آپ امتحان لیتے ہیں
ہو کے برباد تیرے خانہ خراب
لامکاں میں مکاں لیتے ہیں

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

اثر لیجاتے ہیں عاشق کے دلکو سینہ وری سے
کسی کو تونے تاکا چوٹ آئی میری ہی دل پر
اذیت سے نہیں خالی کوئی کام اپنا فرقت میں
پڑی ہے آنکھ تیری ہی تو رونا مجھکو آتا ہے
نہیں اے ماہ وش یہ آسماں پر چاند آتا ہے
امیر آتی ہے مجھکو شرم اس محفل میں کچھ پڑھتے

غضب کے دو اُبھار جکے نہیں ہیں جوبن بنکے بیٹھے ہیں
نشانے ہی یہ سب ناوک تری چتون کے بیٹھے ہیں
اٹھے ہیں درد بنکر نقش حسرت بنکے بیٹھے ہیں
تیری محفل میں ہم تصویر حسرت بنکے بیٹھے ہیں
پتنگے کچھ تری شمع رخ روشن کے بیٹھے ہیں
کہ ہم ناقص ہوں اور کامل یہاں ہر فن کے بیٹھے ہیں

داغ

تم تغافل کرو رقیبوں سے
جاننے والے جان لیتے ہیں

پھر نہ آنا کوئی اگر بھیجے
نامہ بر سے زبان لیتے ہیں

اب بھی گر پڑکے ضعف سے نالے
ساتواں آسمان لیتے ہیں

تیرے خنجر سے بھی تو اے قاتل
نوک کی نوجوان لیتے ہیں

اپنے بسمل کا سر زانو پر
کس محبت سے جان لیتے ہیں

یہ سنا ہے مرے لئے تلوار
اک مرے مہربان لیتے ہیں

وہ جھگڑتے ہیں جب رقیبوں سے
بیچ میں مجھکو سان لیتے ہیں

ضد ہر اک بات پر نہیں اچھی
دوست کی دوست مان لیتے ہیں

منزل شوق طے نہیں ہوتی
ہچکیاں ناتوان لیتے ہیں

امیر

پھیر دیں دل نہیں جوان کو پسند
کیوں غریبوں کی جان لیتے ہیں

سوز دل اس پری سے کہنے کو
شمع سے ہم زبان لیتے ہیں

یہ ملا اوج خاکساری سے
کہ قدم آسمان لیتے ہیں

نقد دل دے کے مصر حسن سے ہم
کیا نکیلا جوان لیتے ہیں

چھوڑتے ہیں وہ سینے میں پیکاں
دلدہی کرکے جان لیتے ہیں

طعنے دیتے ہیں عشق میں بے مہر
چٹکیاں مہربان لیتے ہیں

سیا تم دستوں کے مفتیں قاضی
دختر رز کو سان لیتے ہیں

میری ہر بات پر ہیں سو سو عذر
غیر کی خوب مان لیتے ہیں

ہر قدم پر برنگ نقش قدم
دم ترے ناتواں لیتے ہیں

داغ

یہ نہ کہہ ہم سے تیرے منہہ میں خاک
اس میں تیری زبان لیتے ہیں

کون جاتا ہے اس گلی میں جسے
دور سے پاسبان لیتے ہیں

کر گزرتے ہیں ہو بری کہ بھلی
دل میں جو کچھہ وہ ٹھان لیتے ہیں

مستعد ہو کے یہ کہو تو سہی
آئیے امتحان لیتے ہیں

داغ ہی ہے عجیب سحر بیان
بات جس کی وہ مان لیتے ہیں

راہ پر ان کو لگا لائے تو ہیں باتوں میں
اور کھل جائیں گے دو چار ملاقاتوں میں

یہ بھی تم جانتے ہو چند ملاقاتوں میں
آزمایا ہے تمہیں ہمنے کئی باتوں میں

امیر

پیر ہوتے ہیں جو شباب کے بعد
تیر دے کر کمان لیتے ہیں

وصل میں بھی جھجک نہیں جاتی
پھیر کر منہہ وہ پان لیتے ہیں

نہیں ساقی یہ قلقل مینا
ہچکیاں ہنجان لیتے ہیں

میکشوں کو عروج مستی میں
ہاتھوں ہاتھ آسمان لیتے ہیں

ہر گلوری پہ چھیڑ ہے شب وصل
ہم پہ رخصت کا پان لیتے ہیں

ہائے وہ دن کہ گزر جاتی تھی شب باتوں میں
اب نہ باتوں میں مزا ہے نہ ملاقاتوں میں

لطف کیا آئے تکلف کی ملاقاتوں میں
کچھہ رکھائی کے سوا بات نہیں باتوں میں

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

دم تو لیتے ہیں جان بوجھہ کے پھر
بنکے انجان جان لیتے ہیں

نا توانی سے ہم حسینوں میں
چھانٹ کر دھان پان لیتے ہیں

ہم سند کے لیئے لغت میں امیر
فصحا کی زبان لیتے ہیں

داغ

ابر رحمت ہی برستا نظر آیا زاہد
خاک اڑتی کبھی دیکھی نہ خراباتوں میں

یارب اس چاند سے ٹکڑے کو کہاں سے لاؤں
روشنی جس کی ہو ان تاروں بھری راتوں میں

تمہیں انصاف سے اے حضرت ناصح کہدو
لطف ان باتوں میں آتا ہے کہ ان باتوں میں

دور تک دست دعا ساتھ دعا کے جاتے
ہائے پیدا نہ ہوئے ہاتھ میری باتوں میں

کیا قیامت ہے اس ارمان بھرے کی حسرت
اک شب جسکو میسر ہو سو راتوں میں

عہد جمشید میں تھا لطف مے و ابر و ہوا
کب یہ معشوق تھے اسوقت کی برساتوں میں

ہفت افلاک ہیں لیکن نہیں کھلتا یہ حجاب
کونسا دشمن عشاق ہے ان ساتوں میں

اور سنیئے ابھی رندوں سے جناب واعظ
چل دیئے آپ تو دو چار ہی صلواتوں میں

بیسبب بیچتا ہے انہیں عشق متاع دل و جاں
ایک سرکار لٹی جاتی ہے سوغاتوں میں

امیر

مسجدوں میں ہیں یہ ہو حق کے کہاں ہنگامے
رنگ توحید اچھلتا ہے خراباتوں میں

دل اڑا لیتے ہیں وہ کھول کے زلفوں کی لٹیں
دیکھو دن پھرتے ہیں چوروں کے انہیں راتوں میں

چار ہی دن میں وہ بت دیکھئے کیا چل نکلا
کیسی قینچی سی زباں چلنے لگی باتوں میں

یہ سمجھکر کبھی ناصح کی بھی سن لیتا ہوں
اک نہ اک بات نکل آتی ہے سو باتوں میں

وصل میں زلف سیہ نے جو کیا ہے اندھیر
یاں اندھیرا تو نہ تھا ہجر کی بھی راتوں میں

جب کہا نالہ و زاری میری دیکھو بولے
بجلیاں ہمنے بہت دیکھی ہیں برساتوں میں

ناز ادا آن حیا غمزہ کرشمہ شوخی
لیگیا دل کو اڑا کر کوئی ان ساتوں میں

واعظ اب چنپے کے رندوں سے سنا کرتے ہیں
کچھ مزا ملنے لگا ہے انہیں صلواتوں میں

دل دیا میں نے تو بولے کوئی کم ہوتی ہے
دل ہی دل روز چلے آتے ہیں سوغاتوں میں

داغ

دل کچھ آگاہ تو ہو شیوۂ عیاری سے
اس لئے آپ ہم آتے ہیں تری گھاتوں میں

وصل کیسا وہ کسی طرح بہلتے ہی نہیں
شام سے صبح ہوئی ان کی مداراتوں میں

جلوہ یار سے جب بزم میں غش آیا ہے
تو رقیبوں نے سنبھالا ہے مجھے ہاتوں میں

ایسی تقریر سنی تھی نہ کبھی شوخ و شریر
تیری آنکھوں کے بھی فتنے ہیں تری باتوں میں

ہمنے دیکھا انہیں لوگوں کو تیرا دم بھرتے
جن کی شہرت تھی یہ ہرگز نہیں ان باتوں میں

وہ گئے دن جو رہی یاد بتوں کی اے داغ
رات بھر اب تو گزرتی ہے مناجاتوں میں

امیر

کچھ اشارے جو کیے ہیں نے تو جھنجلا کے کہا
تم رہا کرتے ہو دن رات انہیں گھاتوں میں

عمر رفتہ کو عبث شیخ حرم روتا ہے
ڈھونڈ لے آ کے جوانی کو خراباتوں میں

التجا ٹوٹے ہوئے دل کی وہاں ہے مقبول
درد کی ساری ہے تاثیر مناجاتوں میں

انجمن ہو کہ چمن سب ہیں اسی کے سرمست
ایک ساقی ہے ہزاروں ہی خراباتوں میں

چار ادھر لوٹتے ہیں چار ادھر ہے ساقی
مے کھنچی یا کوئی شمشیر خراباتوں میں

بت نہ بولیں جو نہیں بولتے ہیں ہم سے امیر
اپنے اللہ سے باتیں ہیں مناجاتوں میں

تم نے بدلے ہم سے گن گن کیلئے
ہم نے کیا چاہا تھا اس دل کے لیے

کچھ نرالا ہے جوانی کا بناؤ
شوخیاں زیور ہیں اس سن کیلئے

چاہنے والوں سے گر مطلب نہیں
آپ پھر پیدا ہوئے کن کے لئے

تشنہ مے اور ایسے کمسن کے لیے
ساقیا ہلکی سی لا ان کے لیے

ہے جوانی خود جوانی کا سنگار
سادگی گہنا ہے اس سن کے لیے

کون ویرانے میں دیکھے گا بہار
پھول جنگل میں کھلے کن کے لیے

داغ

فیصلہ ہو آج میرا آپ کا
یہ اٹھا رکھا ہے کسدن کے لیے

دے مے بیدرد لے پیر مغاں
چاہیئے اک پاک باطن کے لیے

دل کے لینے کو ضمانت چاہیئے
اور اطمینان ضامن کے لیے

میکشو اب آئی شاید فصل گل
بلبلوں نے چونچ میں تنکے لیے

ہمنشینوں سے مرے کہتے ہیں وہ
چھوڑ دیں غیروں کو کیا اس کے لیے

وہ نہیں سنتے ہماری کیا کریں
مانگتے ہیں ہم دعا جن کے لیے

آجکل میں داغ ہو گے کامیاب
کیوں مرے جاتے ہو دو دن کے لیے

امیر

وصل کا دن اور اتنا مختصر
دن گنے جاتے تھے اسدن کیلئے

دخترِ رز سی پاک دامن چاہیئے
شیخ جی سے پاک باطن کے لیے

دل کا ضامن تو ۔ ترا کیا اعتبار
پہلے اک ضامن ہو ضامن کے لیے

جھاڑتی ہے کون سے گل کی نظر
بلبلیں پھرتی ہیں کیوں تنکے لیے

سب حسیں ہیں زاہدوں کو ناپسند
اب کوئی حور آئے گی ان کے لئے

ساری دنیا کے ہیں وہ میرے سوا
میں نے دنیا چھوڑ دی جن کے لیے

لاش پر عبرت یہ کہتی ہے امیر
آئے تھے دنیا میں اس دن کے لیے

بقیہ اشعار غزل امیر مینائی مرحوم

جب سے بلبل تو نے دو تنکے لیے
لوٹتی ہیں بجلیاں ان کے لیے

ے نہ دی قرض اس نے دو دن کے لیے
جس نے توڑے ہم سے گن گن کیلئے

داغ

نگہ نکلی نہ دلکی چور زلف عنبریں نکلی
ادہر لا ہاتھ مٹھی کہول یہ چوری یہیں نکلی

تری خاطر سے کہدوں آرزو اے نازنیں نکلی
نہیں نکلی نہیں نکلی نہیں نکلی نہیں نکلی

دعا بے اثر کی جب ہوئی کچھ سرد بازاری
کلیجے سے ہمارے جل کے آہ آتشیں نکلی

اٹھے دست دعا کیا ضعف سے ایسا گلا یا ری
جسے میں ہاتھ سمجھا تہا وہ خالی آستیں نکلی

دن مرا روتا ہی پیری رات کو
جائیے سو پنا خدا کو جا ئیے ؞

پی بھی لے زاہد جوانی میں شراب
وائے قسمت وہ یہی کہتے ہیں بڑا

کہا گئی پیری جوانی کو مری ؞
چہاونی چہائے گی کیا فصل خزاں

مجھہ سے رخصت ہو مرا عہد شباب
باغباں کلیاں ہوں ہلکے رنگ کی

امیر

کسی کی یاد بھی دلمیں مرے اے نازنیں نکلی
ترے تیروں نے گھر بھر کی تلاشی لی کہیں نکلی

ابھی تیور کڑے کیوں ہیں ابھی کیوں تیغ کیں نکلی
کوئی ارماں نہیں نکلا کوئی حسرت نہیں نکلی

تمنا کب ترے عشاق کی اے نازنیں نکلی
جلانے کیلئے جو نکلی بہی تو آہ آتشیں نکلی

جنوں اب تک سنا تہا ساتھ چہوڑے گا نہ دامن کا
گریباں کو نکلتے دیکھکر کیوں آستیں نکلی

رات روتی ہے مرے دن کیلئے
تہا یہ سارا حسن ضامن کیلئے

عمر بھر تڑپے گا اسدن کے لیے
ہم بہرے بیٹھے ہوئے جن کے لیے

ہائے تہی یہ رات اسدن کیلئے
صرصر آئی باغمیں تنکے لیئے

یاخدا رکہنا نہ اسدن کے لیے
بہیجتا ہیں ایک کمسن کے لیے

صبح کا سونا جو ہاتھ آتا امیر
بہیجتے تحفہ موذن کے لیے ؞

داغ

رسائی ضعف سے مشکل تھی اُسکے روبرو یا تک
ہماری آہ سے ملکر نگاہ واپسیں نکلی

وہ اپنی ہر ادا کی آپ ہی تعریف کرتے ہیں
نگہ نے پیچھے مارا زباں سے آفریں نکلی

کہوں کیا پہلے ہی آنکھیں نکالیں اُس نے مجھ پر
ابھی کمبخت پوری بات بھی منہ سے نہیں نکلی

مجھے خوش دیکھکر تم کیوں مبارکباد دیتے ہو
نہ پوچھو وصل کی حسرت کہاں نکلی کہیں نکلی

ہمارا حال دنیا میں کوئی کب دیکھ سکتا ہے
توقع چشم جاناں سے تھی وہ بھی شرمگیں نکلی

زمانے کو تو یہ ارماں مجھکو اسکا رونا ہے
وہ تھی کیا بیوفا حسرت جو وقت واپسیں نکلی

مرے ہی سامنے باد صبا کیوں نقاب الٹی
پھری کھینچے ہوئے اس شوخ کی چین جبیں نکلی

ٹھکانا خانہ ویراں محبت کا کہاں ہوتا
نہ اس قابل فلک نکلا نہ اس قابل زمیں نکلی

نیاز و ناز عشق و حسن دیکھا قیس و لیلے میں
جو یہ صحرا نشیں نکلا تو وہ محمل نشیں نکلی

امیر

اسی دن کیلئے آنکھوں میں ہم نے تجکو پالا تھا
بڑی تو بیمروت ہے نگاہ واپسیں نکلی

الہی قتل پر میرے وہ اتراتے ہیں کیوں اتنا
بدن سے جان نکلی یا زباں سے آفریں نکلی

کیا اقرار بھی اس نے تو وہ انکار ہی ٹھہرا
مری قسمت سے اسکی ہاں بھی پردہ نہیں نکلی

ہوا دیدار اس کا خواب میں باتیں تصور میں
کوئی حسرت کہیں نکلی کوئی حسرت کہیں نکلی

اڑا کر لے گئی دل اک نگہ میں ساری محفل کے
بڑی ہی شوخ دیدہ تیری چشم شرمگیں نکلی

مری بالیں پہ ان سا سنگدل بیدرد چیخ اٹھا
عجب حسرت بھری اک آہ وقت واپسیں نکلی

کیا خوں اس نے کن کن حسرتوں کا وصل میں اکثر
بڑی کافر بڑی ظالم تری چین جبیں نکلی

تن بیجاں کو زیر خاک کیا دھر دبے کسے پیاسے
ستم کرنے میں استاد آسماں کی بھی زمیں نکلی

دل مجنوں سے نکلی آہ یا بجلی کوئی چمکی
کہ محمل سے تڑپکر لیلی محمل نشیں نکلی

ہے

داغ

اجل نے دی نہ مہلت بات کی بھی رہ گئی حسرت
ادھر گھر سے وہ نکلے تھے ادھر جان حزیں نکلی

تمہیں دعویٰ تھا ہم ہونگے مقابل ماہ کامل کے
خدا کی شان ہے لو وصل کی شب چودھویں نکلی

بہت آنکھیں لگی رہتی ہیں انکی چشم پرفن پر
ہماری تاک میں جو تھی وہ خود زیر نگیں نکلی

مری طبع رواں اے داغ جس دم جوش پر آئی
وہیں پانی ہوئی جو شعر کی پتھر زمیں نکلی

امیر

ترے انکار کے انداز نے بھی مار ہی ڈالا
ادھر منہ سے نہیں نکلی ادھر جان حزیں نکلی

الٰہی کس شہید ناز سے سر اپنا کٹوایا
کہ ننگے پاؤں فردوس بریں سے حور عیں نکلی

وفا کی داد دینے میں بھی شرمیلی ادائیں ہیں
دلہن پردے سے نکلی یا زباں سے آفریں نکلی

امیر ابرا جو وہ جوبن ملا دل کا پتا مجھکو
یہی دونوں اُچکّے چور تھے چوری یہیں نکلی

داغ

ایسے تنگ آئے ہاتھ سے دل کے
رہ گئے ہم غیر سے گلے مل کے

جوش سے آگے آگے ملتے ہیں
پیچھے پیچھے آتا راہی منزل کے

عشق پر زور حسن زور شکن
رہ گئے آج ہاتھ مل مل کے

بوسہ دینے کا لطف تو یہ ہے
ہونٹ ہلنے نہ پائیں سائل کے

ہاتھ گردن میں ڈال کر بولے
کس سے ملئے ترے گلے مل کے

امیر

ہیں اشارے یہ تیغ قاتل کے
آ و ارماں نکال دوں دل کے

سوتے کیا ہیں پڑے ہیں تکیے میں
تھکے ماندے غریب منزل کے

پوچھتے ہیں وہ مجھ سے عید کے دن
کہو کیا مل گیا گلے مل کے

ہوں جو واقف جزائے احساں سے
ہاتھ چومیں کریم سائل کے

دل میں آکر نہ دل سے پھر نکلے
تم تو ارماں بن گئے دل کے

داغ

شوق سے آپ آئینہ دیکھیں
ہوش اُڑ جائیں گے مقابل کے
داغؔ کے عشق پر یہ ناز کرو
ہم ہیں معشوق فرد کامل کے

یہ پوچھو دل سے شرمیلی نگاہِ یار کیسی ہے
کرے جو میان ہی میں کام وہ تلوار کیسی ہے
نزاکت سے حیا سے نشے سے جھک کر نہیں اٹھتی
وہ سو لچھوں کی اچھی آنکھ ہے بیمار کیسی ہے
تمہاری چال کے ہم مٹنے والے ادا کیا دیکھیں گے
قیامت سے ذرا پوچھو مری رفتار کیسی ہے
نگاہ تیز میں اس کی چمک جاتی ہے بجلی سی
الٰہی خیر یہ تلوار میں تلوار کیسی ہے
مرے سینے پہ رکھکر ہاتھ دل سے پوچھتے ہیں وہ
بتا تیری طبیعت اے مرے بیمار کیسی ہے
جب اس کوچے میں جاتا ہوں اُچھلتا ہے یہ سودا
سر پھوڑ کر دیکھوں تو یہ دیوار کیسی ہے
تمہیں کسی کی دید کو ایک لذت سے
آنکھوں سے پوچھو لذتِ دیدار کیسی ہے

امیرؔ

فیصلہ کر رہے ہیں مجنوں کا
بیچ میں پڑ گئے پردے محمل کے
اس کی رحمت سے لو لگا کہ امیرؔ
آڑے آئے گی وقت مشکل کے

ارے بانکے یہ تیغ ابرو خمدار کیسی ہے
پڑے ہیں سینکڑوں بال ہمیں یہ تلوار کیسی ہے
بت عیار تیری آنکھ بھی عیار کیسی ہے
ہزاروں مار ڈالے اس نے یہ بیمار کیسی ہے
کھڑی رہتی ہے شب بھر شمع اور جب صبح ہوتی ہے
سر منزل پہنچ جاتی ہے یہ رفتار کیسی ہے
خدا جانے گھمنڈ اُن کو ہے کیوں شمشیر ابرو کا
نہ چلتی ہے نہ چل سکتی ہے یہ تلوار کیسی ہے
یہاں ہونٹھوں پہ دم ہے اور وہ بیدرد کہتا ہے
طبیعت تیری سچ کہہ اے مری بیمار کیسی ہے
ضرور اس گھر میں کوئی بن سنور کر آنے والا ہے
یہ رونق آج تمہارے در و دیوار کیسی ہے
یہاں تو حسرت دیدار ہی میں عمر گزری ہے
تم آئینہ سے پوچھو لذت دیدار کیسی ہے

داغ

الٰہی کیوں نہ چاہوں دولتِ دارین میں تجھ سے
بڑی فیاض ہے اللہ تیری سرکار کیسی ہے
کوئی کرتا ہے باتیں یاس کی بیمار سے منہ پر
ارے ظالم یہ تسکینِ دلِ بیمار کیسی ہے
سماتے ہی نظر میں صاف اتری ہے مرے دل میں
تری تصویر کی بھی شوخیٔ رفتار کیسی ہے
تغافل سے نہ ہو پرسش تو پھر اے داغ کیا کہئے
بتاؤں حال ایسی ہے جو پوچھے یار کیسی ہے

امیر

حسیں آئینہ کے دربار میں ہر روز آتے ہیں
صفائے قلب کی چمکی ہوئی سرکار کیسی ہے
صبا پھرتی ہے گھبرائی ہوئی گلچیں سے افسردہ
خدا جانے چمن میں نرگسِ بیمار کیسی ہے
چھلکتی ہے جو تجلی بن کے وہ شوخی سے کہتے ہیں
سنبھل کر پاؤں رکھ لغزش دمِ رفتار کیسی ہے
ہنسے بولے نہیں تم غیر سے مجھکو یقیں آیا
دمِ انکار ہونٹوں پر ہنسی اے یار کیسی ہے
غضب کرتے ہو اپنی بیکسی سے تم جو ناخوش ہو
امیر انصاف سے دیکھو تو یہ غمخوار کیسی ہے

جب جناب امیر حیدرآباد تشریف فرما ہوئے تو راہ میں ایک مسدس سرکار نظام میں نظم کیا تھا مگر قضا نے اس کے پیش کرنے کی نوبت نہیں آنے دی۔ مسدس مذکور کے چند بند یہاں لکھے جاتے ہیں۔

آج کیسا راس آیا انقلابِ آسماں — گر گیا تسکینِ خاطر اضطرابِ آسماں
اٹھ گیا آنکھوں کے آگے سے حجابِ آسماں — گر گئے نظروں سے ماہ و آفتابِ آسماں
اپنی گردش دیکھ کر خود آسماں چکرا گیا
گردشِ چشمِ حسیناں کا ہمیں لطف آ گیا

لی مقدر نے یہ کروٹ یا کسی دلدار نے — لے لیا بوسہ جبیں کا دولتِ بیدار نے

رخ سے برقع کو ہٹایا شاہد اسلام نے　　منہ چھپایا دامنِ قتال میں ادبار نے

باغِ امکاں میں بہارِ کامرانی آگئی
پیرِ گردوں پر نئے سر سے جوانی آگئی

سروِ قد تعظیم دیتے ہیں بگولے دشت میں　　گرد اٹھتی ہے کہ دامن بڑھ کے چھولے دشت میں
انس کی بو دے رہے ہیں پھول پھولے دشت میں　　خضر ہی یہ ہو اُسے جو راہ بھولے دشت میں

دشتِ ایمن کی طرح ہر سو ہے بارش نور کی
شاخ آہو ہے کہ ڈالی ہے نہالِ طور کی

پتی پتی ہات اٹھائی ہے دعا کے واسطے　　ڈالیاں جھکتی ہیں عرض مدعا کیواسطے
کہتی ہے صرصر بڑھے ہے چلئے خدا کیواسطے　　دے رہا ہے سبزہ خضر رہنما کے واسطے

اس مصرع میں ردیف نے کیا لطف دیا ہے!

پر لگے قدرت کے اڑ چلنے کا ساماں ہو گیا
موجۂ ریگِ رواں تختِ سلیماں ہو گیا

ابر کیا برسے گا دامانِ کرم کے سامنے　　مہر کیا چمکیگا خورشیدِ علم کے سامنے
جودِ حاتم گرد ہے فیضِ اتم کے سامنے　　قطرہ ناچیز ہے کیا چیز یم کے سامنے

جس کسی کو اک نظر دیکھا خزانہ مل گیا
جس زمیں پر پڑ گیا سایہ گلستاں کھل گیا

عدل کے خنجر سے نخلِ ظلم کی جڑ کٹ گئی　　دولتِ امن و اماں سارے جہاں میں بٹ گئی
جوشِ عشرت بڑھ گیا کلفت کی قوت گھٹ گئی　　جو بلا آئی وہ رعبِ شہ سے پیچھے ہٹ گئی

ہے عملداری خزاں کی گلشنِ بیداد میں

چین سے سوتے ہیں فتنے دیدۂ حساد میں

سخن

ہر سخن میں ہے نگاہِ ناز کی جادوگری ... چلبلے مضموں سے اگر سیکھ لے شوخی پر
چھین لی اس شاعری نے دلبروں کی دلبری ... عیب و نقصاں سے بری ہے حسن و خوبی کی ہری

لوحش اللہ کیا رسا ہے فکرِ عالی کی کمند
بچ کے تجھ سے جا نہیں سکتا ہے مضموں بلند

استاذ مرحوم نے تاریخیں بھی بہت کہی ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ سال تاریخ اکثر بلا تعمیہ داخلی و خارجی ہر واقعہ کا نہایت مناسب الفاظ میں نکالتے تھے۔ ہم نمونے کے طور پر ذیل میں چند قطعات تاریخ درج کرتے ہیں۔

تاریخ مخزن الاخبار

مخزن الاخبار کو پایا جو مالا مال حسن ... لوٹنے کا دزدِ غلطاں کو بہانہ مل گیا
سال سے ہے اوجِ نجم مشتری روشن امیرؔ ... جس کو پرچہ مل گیا سمجھا خزانہ مل گیا ۱۲ ھ

تاریخ رسالہ معرفت و سلوک مولفہ حضرت شاہ معصوم صاحب مجددی

ہدایت میں اس کے مضامین عالی ... خضر ہیں پئے کاروانِ طریقت
امیرؔ اس کی تاریخ میں نے یہ لکھی ... زہے رہبر سالکانِ طریقت ھ

تاریخ دیوان نواب عبد العزیز خاں عزیز بریلوی مرحوم

یکتا ہے فصاحت میں بلاغت میں ہے جیوں ... تعریف کرے اس کی یہ کیا منہ ہے دہن کا

زیبا ہے امیر اسکے لیے مصرع تاریخ ہر صفحہ نیا آئینہ ہے بزم سخن کا ۱۳۰۱ھ

تاریخ دیوان فارسی نواب کلب علیخان بہادر

در انجمن معنی سلطان سخن آرا شمعے عجبے افروخت از شعلہ زبانی ہا

آں شمع بود دیوان آں شعلہ بود مضموں پیدا است ز لمعانش رنگ ہمہ دانی ہا

از ہند بایران شد و ز پارس بہند آمد ہر ملک معطر گشت از عطر فشانی ہا

در پارس ہمی بالد زیں نظم زبان دانی در ہند ہمی جوشد زیں بحر روانی ہا

مطبوع شد و گفتم تاریخ امیر آنرا چوں ہند عجم نازید از شوخ زبانی ہا ۱۲ھ

تاریخ مثنوی نشتر تیز مصنفہ جامع مکتوبات

گفت چوں مثنوی نشتر تیز ثاقب تیز فہم و تیز نظر

گشت محسود خلق و گفت امیر دل حاسد مقام این نشتر ۱۲۹۹ھ

تاریخ ولادت فرزند آنریبل رائے جے پرکاش لال بہادر مدار المہام ریاست ڈمراؤں

ہوا فرزند پیدا خانۂ فرزندی شاہیں مبارک ہو کہ دہن دولت کی مورت راج جوگ آیا

امیر اچھی ولادت کی ہے یہ تاریخ سمت میں بکرما جیت کے گھر نیک صورت راج جوگ آیا سمت ۱۹۵۲

تاریخ کدخدائی دختر و پسر نواب شرف الدولہ بہادر وزیر سلطنت اودھ

نواب با حشم شرف الدولہ ہیں
جن کی بہادری پہ ہے شمشیر تک گواہ

اچھے کی اچھے ہوتے ہیں سچ ہے جہاں میں
وہ آسمان جاہ تو اولاد مہر و ماہ ہے

ہیں رنگ و بوے باغ شرف دختر و پسر
دونوں در یگانہ دریاے عز و جاہ

دونوں کی شادیاں ہوئیں یوں سے پائی زیب
گلشن کا رنگ جشن سے محفل ہے رشک باغ

تاریخ خامۂ دو زباں نے لکھی امیر
یہ مہ قرین بمہر و زہرہ قرین ماہ

۱۲۹۷ھ

تاریخ کتاب سبعہ سیارہ مصنفہ جامع مکتوبات

رقم زد حضرت ثاقب کتابے جامع و نادر
دبیر آسماں ہم چوں امیر از مدح او قاصر

چو گیرد اول و آخر کسے از سبعہ سیارہ
اگر نافہم نبود سال تاریخش شود ظاہر

۱۲۹۷ ہجری

تاریخ عقد دختر و پسر نواب شرف الدولہ

اے خوشا نواب والا مرتبت
جن کے رخ سے مقتبس ہر بار چاند

ان کے دخت و طفل دونوں ارجمند
ایک سورج ایک ہے تکرار چاند

عقد دونوں کے ہوے دل نے کہا
آئے ہیں گھر میں شرف کے چار چاند

۱۲۹۷ھ

نثر

اززادالامیر
(تشویق وترغیب)

اللہ تعالیٰ نے جو اپنے بندوں کے لئے زمین کو قرارگاہ بنایا ہے تو اس سے یہ غرض نہیں کہ اس پر اونچے اونچے مکان بنائیں اور عیش و عشرت میں پڑکر غفلت میں بسر کریں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ آرام پائیں اور نفع اٹھائیں اور موانع عبادت و بندگی کو دفع کریں اور ہر نعمت کو دیکھکر نعمائے اخروی کو پیش نظر رکھیں اور اپنے آپ کو مسافر اور دنیا کو سرائے فانی جانیں اور زمین کو اپنی کھیتی کی جگہ بنائیں اور اس سے ایسا توشہ حاصل کریں جو وطن اصلی کے سفر میں کام آئے یعنی نیک اعمال کے تحفے دنیا سے اپنے لئے ذخیرہ کریں اور دنیا کے پھندوں اور مکروں سے بچے رہیں اور خوب سمجھ لیں کہ عمر ان کو یوں لیے جاتی ہے جیسے کشتی اپنے سواروں کو۔ تمام عالم یہاں مسافر ہے جو پیدا ہوا اس کی پہلی منزل گہوارہ ہے اور دوسری منزل لحد ہے اور وطن دارالآخرت اور عمر سفر کا فاصلہ ہے۔ ہر برس عمر کا ایک مرحلہ ہے اور ہر مہینا ایک فرسنگ اور ہر آن ایک میل اور ہر سانس ایک قدم اور اللہ کی بندگی اس سفر کی پونجی اور اوقات راس المال اور نفس کی خواہشیں اس راہ کے ڈاکو اور نفس و شیطان ڈاکوں کے سردار ہیں۔ یہاں آنے کا اصل نفع یہی کہ جنت میں بڑی سلطنت اور پائدار نعمت کے ساتھ خدائے تعالیٰ

کا دیدار ہو۔ اور نقصان یہ ہے کہ خدا ئے تعالیٰ سے دور اور عذاب میں گرفتار ہو۔ اس صورت میں جو شخص اپنی ایک سانس بھی غفلت میں کھوئے گا تو وہ قیامت کے دن خسارہ اٹھائیگا اور حسرت میں روئے گا۔ اسی ڈر سے توفیق پانے والوں نے مستعد ہو کر نفسانی لذتوں کو چھوڑ دیا اور عمر کو غنیمت جان کر دن رات ذکر و فکر الٰہی میں بسر کرنے لگے اور مختلف اوقات کے واسطے مختلف وظیفے اختیار کیے۔ اس لئے کہ آخرت کی عمدہ سے عمدہ نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے اور اس کے حصول کی صورت یہی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا محب اور عارف ہو اور اسی حال پر مرے اور محبت و انس محبوب کے ساتھ ذکر و دوام سے میسر ہوتا ہے اور معرفت اس کی ذات اور صفات میں فکر سے حاصل ہوتی ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ ذکر و فکر الٰہی میں ڈوبا رہے اور چونکہ ایک ہی طرح پر ذکر و فکر کرنے سے اکتا جاتا ہے تو اس لیئے ہر وقت کے لئے جداگانہ ورد مقرر کرنا بہتر ہے کہ پریشانی جائے اور طرح طرح کی لذت پائے اور دوام کی رغبت کے سبب سے التزام بھی آسان ہو جائے۔ جو شخص بے حساب جنت میں جانا چاہے تو اپنے سارے اوقات طاعات میں مصروف رکھے۔ اور جو کوئی اپنی نیکیوں کا پلہ بھاری رکھنا چاہے تو وہ اپنے اکثر اوقات کو عبادت میں صرف کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو باوجودیکہ وہ سب بندوں سے مقرب اور درجات میں سب سے برتر ہیں ارشاد فرماتا ہے ان لک فی النھار سبحاً طویلا واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا واذکر اسم ربک بکرۃ واصیلا ومن اللیل فاسجد لہ وسبحہ لیلاً طویلا ۝

از رسالہ اسرار نماز

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ ارحم الراحمین نے اپنے رحمت کاملہ سے تمام مخلوقات کو کیا کیا نعمتیں عطا فرمائیں اور تمام کائنات میں انسان ضعیف البنیان کو بڑی نعمت یہ دی ہے کہ اسے اشرف المخلوقات کہا گیا۔ غور کرنا چاہئے کہ انسان اشرف المخلوقات کیوں ہے اور کس صفت نے اس کو ولقد کرمنا بنی آدم کا خلعت پہنایا ہے اس سے تو بظاہر زیادہ عاجز اور ناقص کوئی چیز نہیں کہ نہ اسکو گرمی سردی کی برداشت ہے نہ بھوک پیاس کا تحمل۔ ذرا سے درد میں تڑپ جاتا ہے ذرا سی مصیبت کی تاب نہیں لاتا ہے، اس کے علم کی طرف دیکھئے تو بالکل بے حقیقت ہے اگر ایک رگ بھی اس کے دماغ میں بے محل ہو تو صحت میں ایسا خلل ہو کہ دیوانوں کی طرح تنکے چننے لگے اور ہزار سر پٹکے مگر یہ نہ سمجھے کہ اس کا سبب کیا ہے۔ دوا اس کے درد کی سامنے رکھی ہو اور نادانی سے نہ جانے کہ یہ میرے درد کی دوا ہے۔ اور اگر اس کی قوت کا خیال کیجئے تو اس سے عاجز تر کوئی نہیں ایک پسو ایک بھنگے تک سے جیت نہیں سکتا نمرود سے طاقت ور بادشاہ کو مچھر نے ہلاک کر ڈالا اور اس کے اتنے بڑے لشکر کو تباہ کر دیا، اور اگر ہمت کو خیال کیجئے تو ذرا سا نقصان اسکو پریشان کر دیتا ہے بھوک کے وقت غذا نہیں ملتی تو بدحواس ہو جاتا ہے . . .

. . . . . جب یہ معلوم ہوا کہ علم و قدرت ہمت و صورت سب میں نقصان ہے تو سمجھنا چاہئے کہ شرف و بزرگی کا سبب کچھ

اور ہے وہ کیا ہے۔ قلب مستقیم و عقل سلیم۔ عقل سلیم سے مراد وہ عقل ہے کہ جو انسان کو اور حیوانات سے ممتاز کرے اور قلب سلیم سے مراد وہ قلب ہے جو شرف معرفت سے سرفراز کرے۔ معرفت ہی تمام مخلوقات سے فضل و شرف انسان کا سبب ہے اور اسی بزرگی کی بدولت اشرف المخلوقات اس کا لقب ہے۔ سوچنا چاہیئے کہ میری حقیقت کیا ہے۔ میں کون ہوں۔ کہاں سے آیا۔ ملکوت سے ملک میں کیوں پہنچا۔ انجام کار مجھکو کہاں جانا ہے اور جہاں لیجائیں گے وہاں کیا معاملہ پیش آنا ہے۔ نیکبختی میری کن باتوں میں ہے اور بدبختی کن باتوں میں۔ ان سب سوالات کے جوابات اگر مجمل بھی بتائے جائیں تو اس رسالے میں جو کچھ مقصود ہے وہ رہ جائے۔ ناچار مختصر سی تمہید لکھکر اصل مطلب شروع کیا جاتا ہے۔

سونے والو! چونکو! اور سمجھو کہ تم دنیا میں مسافر ہو۔ پہلی منزل تمہاری پشت پدر ہے دوسری رحم مادر تیسری فضائے دنیا۔ چوتھی لحد پانچویں میدانِ قیامت چھٹے جنت ہو یا دوزخ۔ جب معلوم ہو چکا کہ ابتدا اور انتہا یہ ہے تو ضرور ہے انسان اپنی راہ سعادت کو پہچانے اور جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے اس کو حق جانے۔ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون۔

جناب مرحوم نے ۱۸۸۸ء میں ایک مناجات تحریر فرمائی تھی جو رسالہ گداز لکھنو میں شائع ہوئی تھی۔ غالباً اردو کی نثر میں یہ پہلی مناجات ہے۔ اس کے پڑھنے سے شان تقوی ظاہر ہوتی ہے جو فقرہ ہے خوف کی تصویر ہے۔ یہی زاد الامیۃ

امید قوی ہے کہ یہ تضرع وزاری درگاہ باری میں مناجاتی کیلئے وسیلہ نجات ہو۔

مناجات

خداوندا بندہ گنہگار ہے تیری ذات غفار ہے وہ معاملہ کر جو آمرزگار کو گنہگار کے ساتھ سزاوار ہے، نہ وہ معاملہ جو عادل ظالم کے ساتھ کرتا ہے۔ خداوندا خلقت تیری شان قہاری سے کانپتی ہے اور یہ عاجز تیری شان عدالت سے بھی ڈرتا ہے۔ خداوندا اگر تو عفو و کرم کو چھوڑ کر فقط انصاف و عدالت سے کام فرمائیگا تو کوئی گنہگار نجات نہ پائے گا۔ خداوندا جب تیری تیغ عدالت پر نگاہ جاتی ہے تو اپنی عاجزی پیش نظر سامنے آتی ہے۔ خداوندا اعمال بد پر سزا عین انصاف ہے، مگر امیدواران رحمت پر نظر عدالت ان کی امید کے خلاف ہے۔ خداوندا جو تیری رحمت پر آس لگائے ہے اس کا آسرا نہ توڑ۔ خداوندا گنجشک ضعیف کو شہباز عدالت کے منہ پر نہ چھوڑ۔ اے دادرس خطرات نفسانی کے ہاتھ سے دادخواہ ہوں میری داد کو پہنچ۔ دردمند ہوں دوا بھیج مریض ہوں شفا بھیج خس طوفانی ہوں گرداب بلا سے نجات دے تشنہ جگر سوختہ ہوں دریائے رحمت سے آب حیات دے۔ فرشتوں کو پال پر دئیے میری بے پال و پری پر بس کہا نوح کو طوفان سے نکالا میری تباہ کشتی پر بھی رحم فرما۔ خداوندا غریب ہوں مسکین ہوں میری دعائیں مقبول کر سائل ہوں فقیر ہوں میری التجائیں قبول کر۔ خداوندا دل میں جو داغ پڑے اسکو جنت کا پھول بنا دے خداوندا کلیجے میں جو کانٹا چبھے اس میں مژگان حور کا جلوہ دکھا دے۔ خداوندا دنیا میں عافیت کے ساتھ رکھ اور ایمان کے ساتھ

رکھ اور ایمان کے ساتھ اٹھا۔ خداوندا سکرات موت کی مشکل سہل۔ خداوندا فشار گور کی منزل آسان۔ خداوندا قبر کی تنگی فراخی سے اور وحشت موانست سے بدل جائے خداوندا اس بے زبان کی کیا مجال کہ نکیرین کے سوالوں کا جواب دے سکے اسوقت تیرے محبوب خاص شفیع المذنبین انیس الغریبین مدد کو آئیں۔ خداوندا جس وقت زمین بوریے کی طرح لپٹے آسمان دُھنکی ہوئی روئی کی طرح اُڑے، پہاڑ متزلزل ہو کر خاک سیاہ ہوں، ستارے آنسوؤں کی طرح گریں، انبیاء و اولیاء خوف سے تھرائیں، آنکھیں روئیں، دل دھڑکیں، جن و انس کے کلیجے پانی ہوں، جہنم کی آگ ہر امت کے گھیرنے کا ارادہ کرے، گنہگاروں کے بدن عریاں ہوں اور تیری شان عدالت تخت پر جلوہ دکھاتی ہو، صدقہ اپنی ستاری کا اسوقت میرے عیوب چھپانا، ہمچشموں میں برہنہ نہ بلانا، بائیں ہاتھ میں نامۂ اعمال دیکر ہمچشموں میں شرمسار نہ فرمانا ہائے! وہ انبیا کا ہراس، وہ امتوں کا لرزنا، وہ زمین کا کانپنا وہ میزان میں گناہوں کے پلے کی گرانی، وہ گنہگاروں کی پشیمانی، اس وقت سوا تیرے کون ہے کہ عدالت سے رحم کی طرف توجہ کرے یا ارحم الراحمین اُسی نبی کریم کا صدقہ جس کو تو نے رحمۃ للعالمین خطاب دیا ہے دوزخ میں منہ کے بل نہ گرانا، صراط پر قدم ڈگمگائیں تو دستگیری فرمانا سوا نیزے پر آفتاب آئے تو لوائے احمد کے سایے میں گرمی سے بچانا۔ خداوندا جتنی کڑی منزلیں پیش آئیں سب بآسانی طے ہو جائیں، خداوندا اگر تو نے مجھ سیہ کار کی نافرمانیوں پر نظر کی تو جہنم بھی انتقام کو کافی ہوگا خداوندا دل اگرچہ توں سے بھرا ہے مگر یہ نہیں معلوم کہ میرے حق میں بہتر کیا ہے۔

ڈر لگتا ہے کہ جو مرادو مانگی جائے مبادا وہ خلاف مصلحت ہو۔ خداوندا اس بندۂ ناچیز
کے حق میں جو بہتر ہو اسی کی طلب کی ہدایت ہو خداوندا الیقین کی وہ قوت دے
کہ سب وسوسوں سے نجات پاؤں۔ خداوندا شان رحمت کی وہ نیرنگیاں دکھا
کہ جہاں رسائی وہم سے باہر ہے وہاں پہنچ جاؤں۔ خداوندا میرا تو یہ حال ہے
کہ جیسے کوئی اندھا لنگڑا لولا عاجز بیدست و پا جنگل میں پڑا ہزاروں آفتوں
لاکھوں مصیبتوں میں مبتلا ہاتھ پاؤں مارتا ہو اور نہ کسی فریادرس دستگیر کو
دیکھے نہ کسی غمخوار مددگار سے یاری اور غمخواری کی امید ہو مگر بے اختیار فریاد میں
پکارتا ہو۔ بار الٰہا میری تو یہ حقیقت ہے جیسے کسی بھوکے پیاسے کے ایک طرف
نعمتوں کا خوان رکھا ہو اور دوسری طرف چشمۂ شیریں بہتا ہو مگر نہ وہ اس سے ایک
لقمہ کھا سکے نہ اس کے ایک قطرے سے پیاس بجھا سکے۔ میں ایسا ہوں
جیسے کوئی جان بوجھکر اپنے آپ کو جلتی آگ میں ڈالے یا جیسے کوئی منزل مقصود
کی سیدھی راہ جاننے والا اپنے آپ کو بیابانِ مصیبت میں گمراہ بنائے۔
اے بھوکوں کو کھلانیوالے مردوں کو جلانیوالے تو ہی مجھے اپنی پسندیدہ نعمتوں
سے سیر کر گناہوں کی بھڑکتی آگ سے نکال منزل مقصود کی سیدھی راہ دکھلا
اے پتھر کے کیڑے کو رزق پہنچانیوالے ایک طائر کے سیراب کرنے کو دریا
جوش میں لانے والے! اے بیکسوں کے دادرس اے غریبوں کے
فریادرس! تیرے سوا کون کسی کا سہارا ڈھونڈے۔ میں عاصی ہوں خاطی ہوں
جو کچھ ہوں تیرا ہوں مجھے اپنی درگاہ سے نکال طوق ملامت میری گردن میں نہ
ڈال۔ خداوندا اگر بندہ نابینا اور تو اس کی نظر سے غائب ہے تیری ذات تو

حاضر و ناظر ہے، اگر بندہ عاجز و ضعیف ہے تیری ذات تو قوی و قادر ہے۔ خداوندا
اپنی جملہ صفات جمال کا صدقہ، خداوندا اپنی شان جلال کا صدقہ خداوندا
اس تقرب کا صدقہ جو دو کمانوں سے بھی کم تھا خداوندا ان آنکھوں کا صدقہ
جو باوجود تیرے لطف کے تیرے خوف سے رویا کیں۔ خداوندا اس دندان
مبارک کا صدقہ جو تیری راہ میں کفار کے ہاتھ سے صدمۂ سنگ اٹھا کر شہید
ہوا۔ خداوندا اس سینے کا صدقہ جو تیرے اسرار کا گنجینہ تھا۔ خداوندا اس دل
کا صدقہ جو تیرے ذکر کا خزینہ رہا۔ خداوندا اپنے محبوب اور آل عترت و اصحاب
محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ اس بندہ ناچیز کی سیہ کاری سے درگزر کر
اپنی شان کرم پر نظر کر، میرے اصول فروع، ماں باپ، اہل و عیال، بھائیوں
بہنوں، عزیزوں، دوستوں، آقاؤں، خادموں، استادوں، شاگردوں کو محض مورد
رحمت کاملہ فرمادے، خداوندا اگرچہ ہر کام وقت پر موقوف ہے مگر مژدہ قبولیت
اسوقت سے پہلے سنادے بلکہ آثار اجابت دعوات آنکھوں سے دکھا دے
خداوندا کچھ ایسی کڑی منزل نہیں ہے — مجھے مشکل تجھے مشکل نہیں ہے

امیر اللغات

آج تک اردو زبان کے لغت میں کوئی تالیف اس جامعیت اور تحقیق
کے ساتھ ملک کے ہاتھ نہیں آئی افسوس اور نہایت افسوس ہے کہ
استاذ کی رحلت نے ایسی جامع لغت کو ناتمام رکھا۔ یہ قابل قدر کتاب نہ
صرف لغت ہے بلکہ اردو علم ادب کی تکمیل کے لیے بہترین ہدایت ہے

دل سوز رہنما شفیق استاد اُردو فن انشا کے واسطے اس سے بڑھ کر کوئی کہاں سے پیدا کر سکتا ہی۔ اس کتاب میں سب کچھ ہی، دلی لکھنؤ کی زبان، مفردات، مرکبات، جملے، مثلیں، مشہور مقولے، محاورے، اصطلاحیں، شان مثل، کنایات، صفات، تشبیہات، استعارات، شعرا کے خاص مستعملات، الفاظ و مصطلحات قانون کچہری اور اہل دفتر کے خاص محاورات، پیشہ والوں کی خاص اصطلاحیں، فقرا کی صدائیں، آزادوں کی بولی ٹھولیاں، ریختی، ٹوٹکے، عورتوں کی رسمیں، انکی منتیں، ان کی خاص قسمیں، اشعار مثالیہ کا التزام، فصیح و غیر فصیح، مستعمل و متروک، اضداد، تذکیر و تانیث کی بحث، اور اس باب میں مولف کی رائے، دو مرادف لفظوں کا دقیق فرق، حرف زاید کی تفصیل، رسم الخط و املا، اشتقاق، سنسکرت اور دری وغیرہ زبانوں سے محاوروں کا پہلو بہ پہلو استعمال، مشہور لوگوں کے مختصر حالات، اردو صرف و نحو کے قواعد ہندی مثالوں کے علاوہ فارسی اور عربی کی مستعمل مثالیں اور مشہور مقولے لکھا ہی جو اس کتاب میں ہیں۔ ایسا مبسوط اور حاوی جامع لغت اردو زبان کا امیر اللغات کے سوا نہیں ملے گا اس کے دیکھنے سے مولف کی جامعیت و وسعت نظر، تحقیق اور موشگافی کا حال معلوم ہوتا ہی۔

اس کتاب پر ملک کے سربرآوردہ اصحاب نے ریویو کیا ہی اور ان کی تحریریں دوسری جلد کے آغاز میں چھپی ہیں سر سید مرحوم نے اس تالیف کی بہت تعریف کی ہی ان کے بعض فقرے ہم یہاں لکھتے ہیں، فرماتے ہیں " جو ڈھنگ کہ انھوں نے اس نمونے میں اختیار کیا ہی اگر اسی طرح یہ کتاب

انجام کو پہنچی تو کوئی لغت کسی زبان میں باقی نہیں رہے گا۔ اگر شرط لگائی جائیگی جب بھی کوئی ایسا لغت نہیں ملنے کا جو اس کتاب میں نہو" ....

بہت سی زبانیں ایسی ہیں جو لغت کی کتابوں کی بدولت مہذب اور مستند اور علمی زبانوں میں داخل ہوگئی ہیں اور اب ہمارے مخدوم امیر احمد اور ان کی امیر اللغات کی بدولت اردو بھی اُسی درجے کی زبانوں میں داخل ہو جائے گی"

اس تالیف میں جناب مرحوم نے جو فقرے مثالاً لکھے ہیں وہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے کسی طرح نظم کے بندوبست اور اہتمام سے کم نہیں ہیں۔ ذیل میں ہم کچھ حصہ دیباچے کا اور تھوڑے سے فقرے نقل کرتے ہیں۔

از دیباچہ امیر اللغات حصہ اول

میں نے ہوش سنبھالا آنکھیں کھولیں تو یہ دیکھا کہ اچھے اچھے اہل زبان اور زبان داں سرزمین سخن کے فرمانروا ہیں انہیں صحبتوں میں اردو زبان کی چھان بنان کا شوق مجھے بھی ہوا اور اسی زمانے میں یہ آرزو پیدا ہوئی اور بڑ ھکر بے چین کرنے لگی کہ اردو الفاظ کے بکھرے ہوے موتیوں کی ایک خوشنما لڑی بناؤں اتنے میں لکھنو کی سلطنت مٹ گئی اور غدر ہو گیا وطن کی تباہی اور گھر بار کے لٹنے سے چندے حواس ہی جمع نہو سکے الفاظ کیسے! لیکن اس آرزو کی آگ دل میں سلگتی رہی۔ یہاں تک کہ فردوس مکان نواب محمد یوسف علی خاں بہادر والی رامپور نے مجھے طلب فرما کر عزت کا خلعت اور اطمینان کا سرمایہ دیا۔ اب میں پھر اپنی تمنا کے سلسلے کو بڑھانے لگا، مگر اس زمانے میں رامپور کی عدالت دیوانی مجھ سے متعلق تھی

نواب فردوس مکان اپنے کلام میں بھی مشورہ فرماتے تھے اور فن شاعری کے متعلق جو نئی نئی شکلوں سے پیش آتے تھے وہ یوں ہی کم فرصتی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اتنی مہلت تو میں نہ پا سکا کہ اپنے ارادے کو پورا کروں تاہم کچھ نہ کچھ شغل چلا گیا جب خلد آشیاں نواب کلب علی خاں بہادر کا عہد آیا تب فرصت کی کمی اور بڑھ گئی لیکن کچھ ہی ہوا یہاں وہی ذہن بندی رہی ۱۸۸۴ء میں علوم کے قدر داں سر الفرڈ لایل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی و چیف کمشنر اودھ نے نواب خلد آشیاں طاب ثراہ سے اردو کے ایک جامع لغت کی فرمایش کی۔ نواب خلد آشیاں نے مجھے حکم دیا۔ یہاں تو یہ تمنا ہی تھی فوراً "آنکھ" کے لفظ کا ایک نمونہ تیار کیا جسے نواب خلد آشیاں نے جنرل محمد اعظم الدین خاں بہادر سابق سفیر و حال وائس پریسیڈنٹ کونسل آف ریجنسی کے ذریعے سے سر الفرڈ لائل صاحب بہادر کے پاس بھیجا جسے جنرل صاحب بہادر نے کہ بڑے مربی اس لغت کے اسوقت سے اس وقت تک ہیں اور ان کو اس لغت کے ساتھ پوری دلچسپی اور سچی ہمدردی بلکہ عشق ہے دوسری جون ۱۸۸۶ء کو میری درخواست کے ساتھ پیش کیا۔ ہز آنر نے نمونے کو بہت پسند فرما کے چند ہدایتیں کیں اور وعدے فرمائے ان کو بطور یادداشت جنرل صاحب بہادر نے لکھ لیا۔

محاورات اور فقرے

اپنا پیٹ تو کتا بھی پال لیتا ہے" فقرہ۔ وہ انسان کیا جو آپ چین کرے

اور اپنے متعلقین کی خبر نہ لے اپنا پیٹ تو کتا بھی پال لیتا ہے۔ اپنا ٹھکانا کر لینا" فقرہ۔ اب میرے یہاں گذارا نہ ہوگا آپ کہیں اور اپنا ٹھکانا کر لیجئے۔ اپنا حساب کر لو" فقرہ۔ اپنا حساب کر لو اب میرے ذمے تمہارا کچھ نہیں باقی ہے۔ اُترا چاند" فقرہ۔ سنا ہے کہ اُترتے چاند ان کی شادی ہوگی۔ اترنا" فقرہ۔ پانی نہ برسنے سے گیہوں اُتر گیا ہے۔ اٹھنا" فقرے۔ کمرے سے ابھی پلنگ تو اٹھے نہیں کرسی کیونکر بچھے۔ وہ جہاں بیٹھ جاتے ہیں پھر اٹھنے کا نام نہیں لیتے۔ جو مصیبت آپ اٹھا رہے ہیں کسی سے بھی نہ اٹھیگی۔ ان کے پاس خزانہ ہو تو دو دن میں اٹھ جائے۔ ادھر دیوار اٹھ گئی اب آمد و رفت نہیں ہے میر صاحب کا تعزیہ آٹھویں کو اٹھتا ہے۔ رات کو علم اٹھیں گے۔ اسی طرح ۹۴ استعمال اٹھنے کے تحریر فرمائے ہیں۔

احدی" فقرہ کیا جس کے نوکر چاکر ہوتے ہیں وہ احدی بنکر بیٹھ جاتے ہیں احسان اتارنا" فقرہ۔ تھوڑا سا روپیہ خرچ ہو گیا تو بلا سے اوچھے کا احسان تو اُتر گیا۔ ادرک کا لچھا" فقرہ۔ ادرک کا لچھا میاں فیض علی کی دکان کا بال سے باریک ہوتا ہے۔ ادھار" فقرہ۔ ہمارے یہاں دمڑی کی چیز بھی ادھار نہیں آتی۔ ادھر کی دنیا ادھر ہو جانا" فقرہ۔ ادھر کی دنیا ادھر ہو جائے مگر وہ اپنے خیال سے کبھی باز نہ آئیں گے۔ اذہن" فقرہ۔ پانی تو اذہن ہو رہا ہے اس سے خاک تسکین ہوگی۔ اندھا دھند" فقرہ۔ بے سوچے سمجھے اندھا دھند روپیہ اٹھاتے لیے چلے جاتے ہیں۔

اوچھا ہاتھ پڑنا" فقرہ۔ خیریت ہوئی کہ ہاتھ اوچھا پڑا ورنہ کام تمام

ہو گیا تھا۔ اور "فقرے باران کوٹ تو تم نہیں چھوڑے جاتے ہو اور جو
پانی آجائے تو کیا کرو گے۔ یہ منہ اور مسالا؟ تم اور شاعری
جسقدر میں طرح دیتا ہوں وہ اور شیر ہوتے جاتے ہیں۔ اتنی روشنائی
کافی ہو گی اور عنایت کیجیے۔ تم اور سمجھے ہو میرا مطلب اور ہی۔ اجی ہم کو کون
روک سکتا ہے جائیں اور جائیں حکیم صاحب آئے اور میں اچھا ہوا۔ تم
وہاں گئے اور دہرے گئے۔ ۱۴ معنی ہیں اور کے استعمال کو دکھایا ہے۔

حررہ ثاقب

مکتوبات امیر مینائی

جناب امیر مرحوم نے جو خطوط اپنے احباب اور تلامذہ کو وقتاً بعد وقتٍ تحریر کئے ہیں ان کو بتقاضائے ارباب علم ہم نے اس مجموعے میں بسعی تمام جابجا سے طلب کر کے جمع کیا ہے۔

ان خطوط کی سلاست زبان، اور متانت بیان کا اظہار غیر ضروری ہے مشک آں ست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید۔

جو لوگ طالب فن انشا ہیں ان کے واسطے یہ خطوط استاد شفیق کا کام دیں گے۔ زبان کی فصاحت و متانت، معاملہ نگاری، مختصر نویسی، ہر بات کی تحقیق، صحت و خطا کی احتیاط، یہ تمام باتیں اور غور کرنے والوں کو ان سے بہت زیادہ یہ تحریریں تعلیم دیں گی۔

ان امور کے علاوہ احباب سے اخلاص، تلامذہ کے ساتھ شفقت، عزیزوں سے محبت، تقویٰ، صبر و رضا، استقلال، اور دوسری صفات پاکیزہ کا سبق بھی حاصل ہوگا۔

بہر حال امید کیجاتی ہے کہ تمام پہلوؤں سے یہ مجموعہ ہر مذاق سلیم کے لیے مفید ثابت ہوگا۔

ثاقب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطوط منشی امیر احمد

۱۳۲۸ ہجری

حکیم برہم صاحب اڈیٹر ریاض الاخبار گورکھپور کے نام

۷ رجولائی سنہ ۹۱ء

پیارے برہم دعائیں لو۔

نورچشم ممتاز نے امیر اللغات سے متعلق تمہارے حکموں کی تعمیل کر کے کارڈ اطلاعی تمکو لکھ بھیجا۔ اب اس خط میں کوئی بات جواب طلب نہ رہی البتہ وہ قطعہ جس کا ایک مصرع تمنے لکھکر تین مصرع اوپر کے مانگے ہیں وہ بھیجتا ہوں ٹھیک ٹھیک وہی لفظ جو عہد واجد علی شاہ مرحوم میں کہے تھے یاد نہیں رہے اس لیے کہ عہد شاہی تک جو کلام مرتب ہوا تھا وہ غدر میں تلف ہو گیا۔ اس وقت خیال کرنے سے جو مصرع یاد آئے وہ یہ ہیں

مجھکو حقہ دے کے مالا غیر کو بوسہ دیا ۔۔۔ دیکھتا جا او مرے دمباز اپنے طور کو

حصہ اس کا دیدیا کس کو ذرا انصاف کر ۔۔۔ دود بے حلوا مجھے حلوائے بے دود اور کو

منشی نظام الدین صاحب کی تنگ حالی سے بہت دل دکھا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ ان کی صفات انسانی کا کیا حال ہی کبھی لکھئے گا مگر نہایت اتی

کے ساتھ تحقیقی باتیں جو قابل اعتماد کامل ہوں۔ محمد احمد مع اخوان تسلیم رساں ہیں۔ جلیل سلام کہتے ہیں۔ وسیم ایک برس سے اس دفتر میں نہیں ہیں راجہ جون پور کی سرکار میں نوکر ہیں سال بھر کے بعد کل ان کا ایک خط آیا ہے۔

امیر فقیر۔

رام پور۔ ۲۶ راگست

پیارے برہم۔ سلام و دعا پھر مدعا

محبت نامہ سعادت شمامہ ۲۲ راگست کا لکھا ہوا ۲۴ کو آیا انتظار مٹایا دل بڑھایا۔ دیکھا چاہیئے یہ رائے آپ کی کہ سرکار عالیہ عرضداشت ضرور ہی لکھوائیں گی۔ کہاں تک صحیح ہے ارادے کے موافق آپ منشی صاحب سے ملے ہوں اور عرضداشت کا ملاحظہ ہونا معلوم ہو تو آئندہ کوئی رائے قائم ہو سکے جنکی نسبت آپ کا خیال ہے اگر جواب لکھوائیں گی تو انہیں سے ان کو رنج سے تو ذرا مشکل بات ہے۔ شاید آپ کی جدت اور کوئی حکمت کام کر جائے بہر کیف اب آپ کی آئندہ تحریر کا انتظار رہیگا۔

آپ کے وجع الورک اور درد گلو نے دل دردمند کو اور بھی درد مند کردیا الحمد للہ کہ ان امراض سے نجات ہوئی۔ جناب قاضی صاحب کی اذیتوں کا تصور ہر دم دل کو تڑپاتا ہے۔ معاذ اللہ کیسے کیسے صدمے اٹھائے ہیں، میں نے مزاج پرسی کا خط لکھا تھا۔ جواب اسی سے نہ آیا کہ زخم میں پھر شگاف کی حاجت ہوئی اور تکلیف گھٹکر بڑھ گئی۔ اب یہی پر اکتفا کرتا ہوں کہ آپ کسی موقع پر میری طرف سے بکمال پیار و خلوص

سلام و دعا اور اس بانکپن اور جرات کے ساتھ شگاف دلوانے پر آفرین مرحبا کہئے۔ میں اکثر اوقات دعاے صحت دلخواہ میں مصروف رہتا ہوں مجیب الدعوات مستجاب فرمائے۔ اب تک فساد آب و ہوا کا وہاں باقی رہنا اور بھی دل کو پریشان رکھتا ہے۔ آغاز ماہ اگست سے اس ملک میں بھی یہی مرض وبائی پھیل رہا ہے ہر وقت دھڑکوں ہی میں گذرتی ہے۔ حق تعالیٰ ہر جگہ سے اس بلا کو دفع فرمائے سب جگہ امن چین ہو جاے فقط

امیر فقیر۔

رام پور ۸ ستمبر ۱۸۹۰ء

پیارے برہمؔ اسوقت سلام و دعا سب ندارد اس لیے کہ ایک تحریر سے معلوم ہوا کہ آپ راے سین کے انسپکٹر ہو گئے۔ اگر یہ سچ ہے تو ہم سخت ناچار و مضطر ہو گئے۔ اب درد دل کسکو لکھیں کسکی رسائی ذہن کے امیدگاہ میں رسائی تقدیر کی امید رکھیں۔ معلوم نہیں کیا مصلحت ہے کہ آپ نے پہلے تحصیلداری سے انکار کیا اب انسپکٹری قبول کر لی۔ ہماری نظر میں آج وہ شہر سونا ہو گیا۔ خیر غریبوں کا اللہ والی ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ آپ جہاں رہیں خوش رہیں اور ہمیشہ اپنی خوشی سے خوش ہونے والوں کا دل خوش کیا کریں، اور ہم کو بتائیں کہ اب ہم تحریکات خاص کی کیا سبیل نکالیں۔ اور کوئی مطلب اس خط میں لکھنے کا موقع نہیں راے سین کا ٹھیک پتا ایسے خط سے کہ پڑھا جاے لکھ بھیجئے۔ لطیف و مسعود اور سب عزیزان ما وجب گزار ہیں۔ ایک خط اور کلام تمہارا کئی روز ہوے بھیجا ہے اس کی رسید کا انتظار ہے۔

امیر فقیر۔

پیارے برہم۔ تمہارا خط آیا۔ غزل پہنچی۔ لطیف میاں لکھنو گئے ہیں دو چار دن میں آئیں گے۔ غزل پر اصلاح توجہ سے ہوگی بشرطیکہ اصلاح مثنوی معلومہ کا عمدہ نتیجہ تمہاری کوشش سے ظہور پذیر ہو۔ تم سارسا آدمی اور اب تک اس باب میں حسن کارگذاری کا پتا نہیں لطیف احمد کا خط تم کو پہنچا ہوگا تمہارا خط اور غزل ان کو تفویض کرنے کے لئے مداملت میں ہے۔ جو مطالب تم نے لطیف میاں کو اپنی غزل اور گلدستے سے متعلق لکھے ہیں وہ ان سب کا بخوبی لحاظ کریں گے اور کوئی جدید مطلب نہیں۔ سب عزیزاں واحباب ما وجب ممال ہیں۔ یہ تمنے کچھ نہ لکھا کہ اب تم کس کام پر ہو، ضرور لکھو فقط

امیر فقیر ۱۲ دسمبر ۹۸ء رام پور

ریاست پور ۲۳ اگست ۹۵ء

پیارے برہم، تم میرے زخم جگر کے مرہم ہو تمہاری سلجھی ہوئی تحریر محبت خمیر نے میرے پریشان دل کو جمعیت بخشی اور انکار وانتشار کی جماعت کو درہم برہم کر دیا۔ خدا کرے تم ہمیشہ شاد وآباد اور تمہارے بدخواہ برباد رہیں، تم نے بیشک مجھے اپنے دل سے بھلا ڈالا ہے کہ مجھے برسوں یاد نہیں کرتے ہو۔ مگر اس پر بھی میرا محبت منزل دل تم کو نہیں بھولا گو یہاں بسبب موانع قویہ تحریر کی نوبت نہیں آتی، مگر تمہاری یاد بالکل نہیں جاتی۔ تم سے اور تمہارے خطوط سے تمہاری یاد ہی اچھی۔ اب جو تم نے اپنی ملاقات سے مسرور کرنیکا وعدہ کیا ہے خدا تمہارے وعدے کو پورا کرے جو تمہارا وعدہ ہے وہی میری تمنا ہے اور اپنی تمنا کو پورا ہوتے میں نے بہت کم دیکھا ہے۔ اس لیے اس وعدے سے دل کو

پوری خوشی نہیں ہو سکتی۔
میری پریشانیوں کا دفتر بہت بڑا ہے اس کے لکھنے کو فرصت اور اطمینان چاہیئے۔
اور فرصت اور اطمینان ہی کا یہاں کال ہے۔ بہرحال جس حال میں ہوں اللہ
کا شکر کرتا ہوں کبھی کبھی تمہارا مختصر و منتخب کلام آتا تو میں بااینہمہ اس کے دیکھنے
کا قصد کرتا اور پھر بھی ممکن نہ ہوتا تو عذر کرتا۔ شکر ہے کہ عذر میرا بغیر ظاہر کئے ہوئے پہلے
ہی سے تمہارے یہاں مقبول ہے۔ امیر اللغات کے دونوں حصے تمہارے
مطلب کے موافق بھجوا سکتا ہوں مگر ویلو پی ایبل تو روانہ ہو نہیں سکتے اس
لیے کہ قیمت فوراً ادا کرنا نہیں ہے۔ لہذا تم کہو تو بصیغہ بیرنگ روانہ کردئیے جائیں
پیکٹ بھیجنے میں تلف ہونے کا اندیشہ ہے۔ کئی نسخے اس طرح بھیجنے میں تلف ہو چکے
ہیں۔ سب چھوٹے بڑے ماوجب گذار ہیں۔ جلیل تمہاری محبت کے علیل
تسلیم بالوف التکریم والتبجیل کہتے ہیں۔ داعی خیر۔

امیر فقیر۔

داغ دل کے مرہم پیارے بے برہم۔ دعا سلام۔ اپنے سوالوں کا جواب لو۔
بحر متقارب کی تخصیص نہیں ہر بحر سالم میں تسبیغ کراہت سے خالی نہیں
محقق نصیر الدین طوسی نے معیار الاشعار میں اس کی تصریح کی ہے اور یہی
محقق بحر متقارب میں یہ شعر

بہالا نگارا چو آزادہ سروی — ولیکن برخسار مانند گلنار

لکھ کر کہتے ہیں "وایں ناپسندیدہ است چہ حرف آخر از دائرہ بیروں ست"
اور متقارب مزاحف میں اہل فارس اور اہل اردو نے تسبیغ کا استعمال

کیا ہے اور اس کو کسی نے مکروہ نہیں جانا حافظ ؎

گر تیغ بارد در کوے آں ماہ   گردن نہادیم الحمد للہ

تقطیع مصرع اول، فعلن فعولن فعلن فعولان تقطیع مصرع ثانی، فعلن فعولان فعلن فعولان ۔ میر ؎

اب حال اپنا اسکے ہے دلخواہ   کیا پوچھتے ہو الحمد للہ

مشقت کو محنت کو جو عار سمجھیں   ہنر اور پیشے کو جو خوار سمجھیں

میری برائے میں یہ سالم ہے نہ مسبغ

قرن بضتحتین صحیح ہے ۔ انوری ؎

دو قرن از کرمت بردہ جہاں برگ و نوا   تو چہ دانی کہ جہاں بے تو چہ بی برگ و نواست

مایقرء کا استعمال خط وکتابت کے ساتھ ہے جیسے کہیں فلاں شخص کا خط مایقرء ہے خوشنویس نہیں ؛ اور کسی چیز کے ساتھ استعمال میں نے نہیں سنا ۔

بحر نے جو ایک شعر میں ؎

اب مجھسے التیام کی باتیں نہ کیجئے   دل تم سے پھٹ گیا جگر افگار ہو گیا

مصرع اولیٰ میں کیجئے کے ساتھ خطاب کیا ہے اور دوسرے مصرع میں تم سے یہ بحر پر موقوف نہیں بلکہ اس زمانے تک اکثر معاصرین بحر جنکا شمار اساتذہ میں ہے اس کے تارک نہ تھے ۔ ان کے بعد متاخرین نے اس اختلاف خطابات سے احتراز کیا ۔ میں بھی انہیں تارکین میں ہوں ۔

حیدرآباد دکن ۔

۳ ۔ اکتوبر سنہ ۱۹۱۰ء

پیارے برہم -

دوبارہ پان بھیجنے کا شکریہ - اس مرتبہ پان بالکل ضائع گئے، ایک تو ڈھولیوں کے اندر بہت ہی ناقص پتے بھرے ہوئے تھے - دوسرے ہرے اور خام ہونے سے ٹھر نہ سکے - اب کے پان بھیجو تو سفید پکے پان اعلیٰ درجے کے بھیجو - وہ مسلم پہنچیں گے اور زیادہ ٹھہریں گے -

میری حالت نورچشم لیاقت حسین کی تحریر سے معلوم ہوتی ہوگی اب مجھے بہت افاقہ ہی اور مرض کا گویا ازالہ ہو چکا ہی مگر ضعف سے اب بھی یہ حالت ہی کہ اپنی طاقت سے کروٹ نہیں لے سکتا - لطیف احمد و مسعود احمد تپ میں مبتلا ہو گئے ہیں - اس سے اور پریشانی بڑھ گئی ہے عجب اتفاق ہے کہ قافلہ میں کوئی فرد صحیح نہیں ہی لیاقت اور ثابت علی ہی بار بار مبتلا ہوئے اور سنبھلے - انہیں پریشانیوں میں شبانہ روز گذرتے ہیں - اتنا موقع نہیں ملتا کہ تم کو یا کسی کو کوئی خط لکھ سکوں - بدقت اس وقت یہ سطریں لکھوائی ہیں

پان بھیجنے کی تکلیف بار بار تمہیں دی گئی ہیں نہایت محجوب ہوں - اور اس مرتبہ کے پان ضائع ہونے کا سخت افسوس ہی - زیادہ کیا لکھوں تم اپنی خیریت سے ہمیشہ مسرور کرتے رہو والسلام

امیر فقیر

۱۵ر جون ۱۹۲۶ء

پیارے برہم

مدت کے بعد دماغ دل کا مرہم آیا - تمہارے عذر کو تاقلمی سننے مجھکو اپنی

تقصیر پر اور زیادہ منفعل کیا۔ کیا کروں ہزاروں مکروہات ہیں۔ امیر اللغات کا دوسرا حصہ عنقریب چھپنے جائے گا پروف تو ہمیں دیکھنے کو نہیں ملتا ہمیں کیونکر پہنچ سکے صرف کاپیاں آتی ہیں وہ دفتر میں مقابلہ ہو کر واپس جاتی ہیں کاپیوں کو پتھر پر ڈالکر پروف اتارکر اگر صاحب مطبع بھیجیں تو جب تک پروف واپس نہ جائیں جب تک چھاپنے سے معذوری ہو اور ان کے پتھر گھرے ہیں یہ ہرج کوئی کیوں گوارا کرے گا۔ ہاں کسی مطبع کا بہت بڑا کارخانہ ہو پتھر بکثرت ہوں تو شاید ایسا ہو سکے۔ اغلاط ہی اسی سے رہجاتے ہیں کہ پروف نہیں آتا کاپی میں بن بھی جاتا ہی تو مطبع میں نبانے سے کچھ رہ بھی جاتا ہی پروف آئے تو مکرر نظر ہو اور غلطی بہت ہی کم رہے۔ کاش آپ رتلام کے عوض اکبر آباد میں ہوتے یا ایسے فارغ البال اولو العزم ہوتے کہ اسی ضرورت سے اکبر آباد میں رہ سکتے تو پروف دیکھتے اور اپنے سامنے چھپواتے۔ اکمل الاخبار ایک دوست کے پاس سے اکثر یہاں آجاتا ہی میں تو کبھی دیکھتا نہیں ہوں اس لئے کہ مفت رنج ہوگا مگر آہ کی نظر اکثر پڑجاتی ہی۔ جہاں کہیں آتا ہو تم بھی وہاں سے لیکر دیکھ لیا کرو تو بہتر ہی مجھے یقین نہیں کہ ریاض تمسے خفا ہوں بلکہ مرگ خدا اون نے ان کو اپنی زندگی سے بیزار کر دیا ہی۔

آپ کے دوست ڈاکٹر احمد شاہ صاحب نے امیر اللغات کے حصص آیندہ کے دیکھنے کا شوق جس پیرائے میں ظاہر کیا اس کا میں ممنون ہوا میری طرف سے بعد سلام اخلاص انضمام کہئے کہ اگر امیر اللغات کی تکمیل جلد منظور ہی تو کسی حکمت سے ایک لاکھ روپیہ دلوائیے پھر دیکھئے کتنے جلد حصے

نکلتے ہیں۔ محامد خاتم النبیین ڈاکٹر صاحب کے واسطے آج ہی کی ڈاک میں روانہ ہوتا ہے ضخیم خانہ عشق کے چھپ جانے کی خبر تو آپ نے سنی، فال نیک سے زیادہ اس کی حقیقت کچھ نہیں ہے، اگر چھپا ہوتا تو پہلے آپ کو پہنچتا۔ منشی فیاض الرحمان صاحب اور قاضی خیر اللہ صاحب کی خدمت میں سلام شوق۔ فرزندان فقیر ماوجب رساں ہیں۔ میاں برہم اب خط لکھا ہے تو لکھتے رہو۔ پھر ایسا غوطہ نہ لگانا کہ مہینوں خبر نہ لو۔ میں تو پیرانہ سالی اور خستہ حالی سے معذور ہوں مگر تم ماشاءاللہ جوان ہو میری کوتاہ قلمی کو معاف کر دیا کرو۔ سب اہل دفتر ماوجب کہتے ہیں۔ آپ کو جو کچھ لکھا ہے وہ اس کا جواب اپنے قلم سے دیں گے فقط تمہاری محبت کا منت پذیر۔

امیر فقیر۔

پیارے برہم۔

اندھا جب پتیائے کہ دو آنکھیں پائے

کامدار کا کہنا اور تمہارا یقین کرنا اور یہ لکھنا کہ کامدار مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتے ایک حاجتمند کو خوش ضرور کرتا ہے مگر ساتھ ہی اس کے یہ ظاہر کرنا کہ وفائے وعدہ کا وقت معین نہیں ہو سکتا اس خوشی کو مٹاتا ہے دررو۔ خریف کا وقت تو گزر گیا۔ اب ربیع کا وقت قریب ہے۔ دیکھا چاہئے بہرکیف جب تک رقم مجوزہ یہاں پہنچ نہ جائے اس وقت تک میں تمہاری پوری توجہ کا قائل نہیں ہوں سہ این رابکسے گو کہ ترا نشناسد۔ باتوں میں خوش کر دینا تو تمہارے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ جان من! ایسی کوشش کرو

کہ کام نکلے۔ ہاتھ چلے۔ تنگدستی نے تنگ کر رکھا ہی۔ براہ بے تکلفی تم کو لکھا ہی
مستعد ہوجاؤ۔ زیادہ لکھنا فضول ہی۔ درخانہ اگر کس ست یک حرف بس ست فقط

امیر فقیر عفی عنہ

۵ ذی قعدہ ۱۳۱۶ھ

رام پور۔ ۱۴۔ اکتوبر ۱۸۹۷ء

مجتبی برہم۔ دعا کے بعد مدعا یہ ہی کہ تمہاری تحریر مشعر ناچاقی طبیعت
پہنچکر سخت تشویش و ملالت افزا ہوئی۔ جس وقت سے یہ خط آیا ہے تمہاری
ہی طرف جی لگا ہی۔ دعا کے سوا بیچارے بندوں کو چارہ کیا ہی۔ خدا کرے اس
خط کے پہونچنے تک تمہاری طبیعت صاف ہوگئی ہو اور مژدۂ صحت دلخواہ جلد
سامعہ نوازی کرے۔ اور اب خیر سے حسب دلخواہ کامیابی کے ساتھ تمہارا
قیام دار الاقبال ہی میں رہی۔ امید ہی کہ اپنی طبیعت پر جبر کرکے جلد جلد حالات
خیر آیات سے مع نگرانی کرتے رہو۔ کئی روز ہوے ایک خط میں نے تمہارے
مستقر حکومت انسپکٹری کے پتے سے روانہ کیا ہی کیا عجب وہاں سے واپس
ہوکر بھوپال میں تم کو ملے سب کی طرف سے سلام و مزاج پرسی۔

امیر فقیر

رام پور ۵ ستمبر ۱۸۹۷ء

پیارے برہم سلام و دعا

۳۰۔ اگست کا لکھا ہوا خط آیا غزلوں کا پلندہ بھی پہونچا آپ کی بہن کے یہاں
چوری ہوجانا اور آپ کی چھری سے سامانِ مہمانی احباب اٹھ جانا باعث

افسردگی دل ہوا۔ خداوند تعالیٰ حسن نیت کے اثر سے نعم البدل عطا فرمائے
وزیر صاحب بہادر کو ایک خط اُسی دن روانہ کر چکا تھا جس دن آپ کا خط آیا
ان کا وعدہ تو اس خط میں یاد دلایا گیا ہے اور اجازت چاہی گئی ہے کہ لطیف
میاں وہاں حاضر ہو کر امیدواری کریں اور سلام سے مشرف ہوا کریں انسپکٹری
کی تخصیص کر کے لکھنا قبل اس کے کہ اس خط کا جواب آئے مناسب
معلوم نہوا اگر وہ خط یاددہی کا میں نے نہ لکھا ہوتا تو آپ کی رائے کے موافق
انسپکٹریوں کے سلسلے میں جگہ ملنے کی درخواست کرتا برابر دو خط پہونچنے پر
خیال آتا ہے کہ مبادا جناب وزیر صاحب کی طبیعت پر گراں گزرے۔ نور عین
لیاقت حسین کے واسطے بہت خیال ہے اس واسطے کہ ان کا تکفل کثیر
اور وہ بہت پریشان ہیں جناب قاضی صاحب کے مژدہ صحت سے آپ نے
سامعہ نوازی کی میں بہت خوش ہوا۔ میری طرف سے تہنیت صحت کسی موقع
پر ادا کیجائے

(ج) سے آپ کا کچھ بس نہیں چلتا اور وہ جیم کے پیٹ میں ایک نقطہ ہے
اپنی فکر رسا سے کوئی اچھا اور معقول کام لو تو جی خوش ہو۔ یوں میرے بہلا دینے
کی تو تم کو ہزار راہیں آتی ہیں جب قلم اٹھاؤ گے بہلا لوگے۔ دیکھو غزلیں تمہاری
دیکھیں قدر کرو تو ایک ایک اصلاح بہت قدر کے قابل ہے۔ سرسری نہ دیکھنا
بہت غور کرنا۔ شعر تم نے کئی غزلوں میں بہت اچھے اچھے کہے ہیں وجوہ تصرف
اکثر جگہ تمہارے ذہن سلیم پر اعتماد کر کے نہیں لکھے۔ میں جس حال میں ہوں
وہ مشغلہ شعر و سخن کے بالکل مخالف ہے محض تمہاری خاطر سے تمہاری غزلیں

دیکھی ہیں - بستے کے بستے شاگردوں کے کلام سے بھرے پڑے ہیں - تم پہلے مجکو مطمئن کردو پھر جتنا کلام چاہو بھیجو - حکیم صاحب حکمت کی باتیں تم کو بہت آتی ہیں - کام کی بات ایک نہیں آتی - سچی بات لکھی ہے برہم خفو جانا

امیر فقیر -

پیارے برہم سے

غصے میں ترے ہم نے عجب لطف اٹھایا اب تو ہم آ اور بھی تقصیر کرونگا

تمہاری تحریر آئی اسی وقت غزل دیکھی بہت اچھے اچھے شعر ہیں دو ایک جگہ تصرف کیا - اس زمانے میں حبس بول کا دورہ پڑا تھا میں اور بھی ناتواں ہو گیا ہوں اور عسر بول کی تکلیف تو روز ہی رہتی ہے - اشعار قصیدے کے آئیں گے تو بشرط امکان دیکھکر بھیجوں گا - آپ کے باپ کی [illegible] باطنی اور ظاہری چلی جاتی ہے - خاطر جمع رکھئے انشاء اللہ آپ بہت جلد کامیاب ہوں گے

ز عمر خویش برخوردار باشی بشرط آنکہ با ما یار باشی

امیر فقیر - [illegible] اکتوبر ۱۸۹۶ء

رامپور اسٹیٹ

۲ - نومبر ۱۸۹۶ء

پیارے برہم - خدا تم کو تمہاری آرزوؤں میں کامیاب کرے - تم نے محض اپنی سعادت اور دلسوزی سے میرے امراض اور شکایات کی تفصیل چاہی ہے - میں تمہارا شکر گزار ہوں مگر کیا لکھوں کیا نہ لکھوں اس لیے کہ ست خانۂ ملاح در جیب است و کشتی در زنگ - تم بھوپال میں ہیں رام پور میں، اور

حالات اور شکایات میں اتنا جلد جلد تغیر ہوتا ہے کہ جب تک میں اپنا حال تم کو لکھکر بھیجوں اور تم کوئی دوا تجویز کرکے مجھے لکھو اس وقت تک وہ شکایت جاتی رہے اور ایک دو نئی شکایتیں پیدا ہو جائیں۔ مگر تم نے دلسوزی اور محبت و سعادت سے میرا حال بتفصیل پوچھا ہے تو اب ضرور ہوا کہ شکرگزاری کے ساتھ ان تکالیف سے تم کو مطلع کروں۔ میرے بعض احباب نے جو طبیب ہیں میرا مفصل حال دریافت کیا تھا اور میں نے ان کے سوالات کے مقابل میں جواب لکھوا دیئے تھے اسی کی نقل تم کو بھیجتا ہوں۔ ان کو دیکھنے کے بعد اگر اور کوئی بات دریافت طلب ہوگی تو مجھ سے پھر پوچھ لینا۔ ہاں اتنا لکھ دینا اور ضروری ہے کہ پارسال جو دورہ حبس بول کا پڑا تھا اور جس کا ذکر ان جوابات میں ہے اس کے بعد اس سال اسی مہینے اور اسی تاریخ کو دورہ پڑا یعنی ۱۲۔ ربیع الاول تھی۔ کئی پہر سخت تکلیف رہی مگر الحمد للہ کہ قاثاطیر سے کام لینے کی ضرورت نہیں پڑی بشدت تمام ادرار ہو گیا اگرچہ تھوڑی تکلیف کا اثر کئی روز تک رہا۔ اب میری حالت یہ ہو گئی ہے کہ چار چار پانچ پانچ منٹ کے بعد چوکی پر جاتا ہوں نہ کہیں آنے جانے کے قابل رہا نہ کسی سے ملنے جلنے کے لائق! چھینے سوا چھینے سے یہ شکایت پیدا ہو گئی ہے کہ اجابت کئی کئی بار ہوتی ہے کبھی تلین کے ساتھ اور کبھی ذرا ذرا سی ملتی۔ سینے پر ایک سوزش اور جلن رہتی ہے۔ ریاح نہایت جلتے ہوئے خارج ہوتے ہیں۔ اجابت ہو جانے سے سوزش وغیرہ میں کمی ہو جاتی ہے اور اجابت نہیں ہوتی تو بدستور بے چینی رہتی ہے۔ میں نے بعض احباب کے اصرار سے غزل کہی ہے اب تک دفتر گلچیں میں نہیں بھیجی۔ امراض اور ضعف

دل و دماغ اب مجھے فکر کرنے کی فرصت نہیں دیتے کبھی نثار کے اصرار
سے مجبور ہو کر کوئی غزل کہنے کا خیال کرتا ہوں تو دو چار روز میں اٹھتے بیٹھے کچھ
شعر ہو جاتے ہیں - اسی طرح دو تین بار اس زمین میں بھی خیال کیا جو شعر ہو گئے
اس میں سے بار بار انتخاب کر کے ممتاز نے صرف پچیس پچیس شعر کی دو غزلیں
رکھی ہیں اور یہی رائے ہے کہ اسی قدر گلدستے میں چھپنے کو بھیجی جائیں - مگر میں
ان کو بھی زیادہ سمجھتا ہوں فقط

امیر فقیر

پیارے برہم لکھکر پچھتا رہا ہوں کہ برہمی پیارے ہونے کی چیز کہاں ہے کہ
میں نے پیارے برہم القاب میں لکھا پھر یوں دل کو تسکین دیتا ہوں کہ کسی کی
برہمی بھی تو کسی کو مزا دیجاتی ہے میرا مخاطب تو بعنایت الٰہی مجھپر مہربان ہے ابتدا
میں البتہ کسی قدر اثر تخلص کو کام میں لایا تھا مگر جب دیکھا کہ اس سے یہ کڑیاں
نہ اٹھیں گی تو اب رحم آگیا مہربان ہو گیا - اور خدا سے امید ہے کہ مہربان ہی رہیگا
اس کی تقصیرات صدور سے پہلے ہی عفو رہے گا - پیارے برہم زودی
کا خط اس وقت نظر کے سامنے ہے اور تاخیر و تقصیر جواب سے مجھے محجوب کر رہا
امیر اللغات کو خدا رونق دے ذرا میری زیرباری گھٹے تو ضرور ایک وقت
اصلاح کے واسطے نکالونگا - امیر اللغات کا پہلا حصہ چھپ گیا - اسی ہفتے میں
خریداروں کو پہنچے گا - اشتہارات بعض ہندستانی اخباروں میں چھپ گئے انگریزی
اخبار پائنیر میں ڈیٹویل ۲۰ - مارچ کو شایع ہو گیا عنقریب اشتہار انگریزی
بھی جو ایک منتخب ادیب مسٹر فلپ صاحب ڈائرکٹر ریاست رام پور نے

لکھا ہے پانیر میں ملفوف ہو کر نکلے گا تاکہ عموماً فرنگیوں کو اطلاع ہو جاے۔ صنم خانے کو چندے ابھی اور رہنے دو خدا ذرا اطمینان دے تو اچھا ہو کر نکلے بغیر اپنے چھپواے ہوے خاطرخواہ نہ چھپے گا۔ منشی نظام الدین صاحب نظام کی لیاقت سے میں بخوبی آگاہ ہوں افسوس کہ بڑی ناقدردانی کے وقت میں وہ پیدا ہوے اور بہت خراب مقام پر انکا قیام ہے خدا ان کو کہیں اچھی جگہ پہنچا دے میری آرزو تو یہ ہے کہ امیر اللغات کو رونق ہو تو ان کو اسی دفتر میں رونق افزائی کی تکلیف دوں۔ میرا سلام کہئے گا۔ محمد احمد تسلیم گزارہیں۔

امیر فقیر۔ ۲۸۔ مارچ سنہ ۹۱

سلام و دعا۔ محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا خدا کرے آپ کی حسن تقریب حسب دلخواہ عمدہ اثر پیدا کرے۔ لطیف میاں گلدستہ چھپوانے کو لکھنو گئے ہوئے ہیں اور اہل مطابع کے ناز اٹھا رہے ہیں مسودہ مہذب و منتخب ہیں سے ساتھ لیگئے ہیں۔ خدا کرے جلد نکلے۔ ابتدا میں ہر کام دقت سے ہوتا ہے رفتہ رفتہ جب اپنا مطبع ہو جاے گا تو آسانی ہو جاے گی۔ ماہ صیام میں خط لکھنا بھی دشوار ہے۔ مختصر نگاری معاف ہو فقط

امیر فقیر۔ ۱۷ جنوری سنہ ۹۸۔ ۵۔ رمضان سنہ ۱۳۱۶ھ

رام پور ۱۵ جولائی سنہ ۹۷ ع

دلنواز ا۔ سلام سنوں۔ گیارہویں صفر کا لکھا ہوا خط چودہویں کو آیا اور کی خیریت سے مسرت ہوئی اور اصغر علی خاں مہتمم فراشخانہ کی جوانمرگی سے عبرت وحسرت۔ قاضی صاحب کی خدمت میں عیادت نامہ مختصر لکھا ہے آپ کا مودہ

عواطف .... ہونا باعث مزید سرور ہوا خداوند تعالیٰ ہر جگہ آپ کو بیا
اور کامروار کئے میں بھی موقع پر حسن یادآوری کا شکرگزار ہوں۔ بارش یہاں بھی
دسویں سفر سے جوشا جوش ہے۔ میری طبیعت اب تک سنبھلی نہیں۔ موسم بھی خزا
آگیا ہے۔ سب کی طرف سے ما وجب فقط۔

امیر فقیر۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ محبت نامہ آیا آپ کی محبت آمیز عذر خواہی نے
مجکو پشیمان کیا اب اس کا ذکر ہی جانے دیجئے" جوش فساد آب وہوا سے
آج کل ہر وقت موت کا سامنا رہتا ہے ذرا اطمینان ہوا اور میں نے غزلیں
دیکھیں، خاطر عاطر جمع رہے" یہ پوسٹ کارڈ اس لیے لکھا کہ نگرانی رفع ہو۔

امیر فقیر۔ ۱۷ محرم سنہ ۱۳۱۳ھ

ریاست رام پور
۱۶ جون سنہ ۱۸۹۵ء

دلنواز احباب، سلام مسنون اخلاص ودعا مشحون
میں داغ مفارقت احباب دل پر لیے ہوئے شب کو رامپور پہونچا۔ پوسٹ کارڈ
اطلاع خیریت کے واسطے بھیجتا ہوں۔ جلیل ایک ہفتہ کے واسطے لکھنؤ سے
ناگپور گئے اور خلیل کو ایک سفارش کا خط لکھنؤ سے مل گیا وہ بلرام پور پہنچے
لطیف ومسعود سلام کہتے ہیں۔ مکرم برادران جناب قاضی صاحب کے
حالات خیریت آیات سے مجھے ضرور مسرور کیجئے اور میری طرف سے بہت
بہت بہت سلام نیاز پہنچائیے اور جو بات مجھے لکھ بھیجنے کے قابل ہو وہ

ضرور لکھیے اور حسب وعدہ ہمیشہ صلاح نیک سے شاد کام رکھیئے۔ جملہ
عزیزان و احباب کو نام بنام دعا و سلام کہئے فقط

امیر فقیر۔ بقلم دیگرے۔

رام پور۔ ۱۴۔ نومبر ۹۷ء

محب دلنواز۔ سلام مسنون دعا مشحون
آپ اب کس حال میں ہیں کیسا مزاج ہے۔ میرے خط کا جواب ہی نہ دیا جو خبر
علالت سنکر فی الفور لکھا تھا۔ میں آپ کی صحت کے لیے ہر وقت دست
بدعا ہوں اور کچھ کیفیت دریافت نہونے سے نہایت متردد ہوں۔ خدا
کرے اب آپ کو آرام ہو۔ اس کارڈ کو پاکر بواپسی ڈاک جواب بھیجئے اور
مفصل حال لکھکر مطمئن کیجئے۔
سب کی طرف سے ما وجب اور جلیل حسن کی طرف سے مزاج پرسی

امیر فقیر۔

۲ مارچ ۱۸۹۳ء۔ رام پور اسٹیٹ

محبی برہم کو بعد دعا کے معلوم ہو کہ تحریر تمہاری پہنچی، باوجود تپ لرزی
میں مبتلا ہونے کے دو تاریخیں ایک فارسی اور ایک اردو کہکر قاضی صاحب
کی خدمت میں بھیجدیں۔ اور تمہاری نسبت بہی مختصر الفاظ لکھدیئے مجھے
جناب قاضی صاحب کی کوئی تحریر نہیں پہنچی۔ ورنہ کہاں ممکن تھا کہ میں جواب
نہ لکھتا یا تعمیل نہ کرتا فقط

امیر احمد عفی عنہ

مجی ۔ سلام و دعا انضمام ۔ مدت سے تمہارا محبت نامہ نہیں آیا یہ بھی تمہارا
آنا ٹھہرا ۔ تم کو یہ عذر ہو گا کہ ضروری کاموں سے فرصت نہیں ہوئی تو کیا
تمہارے نزدیک یہ ضروری کام میں داخل نہیں ہے کہ اپنے داعی خیر کو دو کلمے
خیریت سے کبھی کبھی مطمئن کرو خیر ہم کو یاد کرو یا نہ کرو ہم تو دعا سے یاد کرتے ہیں
گو نہیں پوچھتے ہر گز وہ مزاج ہم تو کہتے ہیں دعا کرتے ہیں
صنمخانۂ عشق کو نظر ثانی سے میں نے مکمل و مہذب کر لیا ہے کچھ سرمایۂ
بعض احباب سخت مصر ہیں کہ چھپے امید ہے کہ اب کے ایسا ہی ہو گا ۔ مکو
اشاعت وغیرہ میں مدد دینے اور خریدار بہم پہنچانے کی نسبت تمہیں کچھ
لکھنے کی حاجت نہیں ہے ۔ اتنا تم سے کہتا ہوں کہ یہ دیوان دیوان اول سے
بدرجہا اولیٰ ہے، باعتبار زبان اور مزے کے اور باعتبار بلاغت کے بھی
اور ہاں اب امیر اللغات کے روپئے تو بھیجدو ۔ تم نے بڑی دیر کی بڑی
ضرورت ہے ۔ جلیل آپ کے محبت کے علیل سلام عرض کرتے ہیں ۔

امیر فقیر رام پور ۲۳ نومبر ۱۸۹۵ء ۔

حکیم عابد علی صاحب کوثر خیر آبادی کے نام

میرے پیارے کوثر ۔ میں نے کسی خط کا جواب قلم انداز نہیں کیا ۔
وسیم گواہ ہیں کہ خیر آباد کو خاتون کی مزاج پرسی کا خط فوراً بھیجا ۔ صاحب
گنج سے جو خط آیا اس کا جواب بھی دوسرے یا شاید تیسرے دن روانہ
کیا خدا جانے کون دشمن راہ سے اڑا لیتا ہے ۔ یہ خط مورخہ ۲۵ رجب

اس وقت آیا اگرچہ فرصت نہ تھی مگر سب کام چھوڑ کر غزلیں دیکھیں بنانا تو کہاں
ہو سکتا ہے ایک دو جگہ عیوب پر آگاہ کر دیا۔ ایک دو جگہ آہستہ آہستہ والی غزل
میں بنا بھی بنا دیا۔ اور انتخاب کے صاد کر کے وسیم کو غزلیں دیدیں کہ لکھو اگر نثار
کو آج ہی بھیجدیں اور مسودے کو داخل ذخیرہ مسودات کر کے آپ کو بھیجدیں
امید ہے کہ آپ روانہ کریں۔ میری طاقت روز بروز گھٹتی جاتی ہے۔ اور مکروہات
بڑھتے جاتے ہیں۔ لغت میں مصروفی اور محنت کی بہت حاجت ہے شاعری
بالکل چھوٹی ہے اصلاح کو کلام بکثرت آتا ہے کون بنائے کون جواب لکھے۔
انقلابات و تغیرات جو ریاست میں ہو رہے ہیں وہ اور پریشان کر رہے ہیں سیکڑوں
روپے ماہوار کا خرچ اور آمد کچھ نہیں۔ احباب نے جو کچھ کہا وہ کیا۔ حضرت
نشاداب نے رسم قدیمہ یکقلم ترک کر دی۔ آپ اسی ملک میں ہیں جو یا سے حال
ہیں اور حالت جو کچھ معلوم ہو ضرور مجھے لکھ بھیجا کریں کہ مجلوان کی بھی خواہی پریشان
رکھتی ہے۔ ان میں اکچھ خیال نہ سہی میں نے بھی کئی مہینے سے اُن کو خط نہیں لکھا
یہی سمجھکر کہ جواب تو آتا نہیں لکھ کے کیا کروں۔ آپ اپنی ذکاوت سے اگر
کوئی راہ نکالئے کہ ان کو توجہ کافی پیدا ہو اور وعدہ وفا کریں تو آپ کا احسان
ہے۔ دو سو روپیہ ماہوار دفتر لغت میں صرف ہو رہا ہے۔ سب اطفال و اعزہ
و احباب ہا وجب رسان ہیں۔ اس ملک کے نیچے کسی طرح ضرور بھیجئے۔ مولانا
مولوی محمد عبد الحق صاحب کے اعزاز و امتیاز و ترقی مراتب سے بہت
ہی خوش ہوا۔ خدا خوش رکھے اور توفیقات نیک دے آمین

امیر فقیر۔ ۳۱۔ مارچ ۱۸۹۹ء

مجی ومکرمی بسلام وشوق واخلاص ونیاز وسپاس یادآوری کے بعد التماس ہے کہ نوازش نامہ آیا آپ کی غزل پیام یار میں نہ چھپنا میرے قصور سے نہیں ہے میں نے جلد دیکھ دی تھی۔ وسیم ونعیم واصغر وغیرہ کی غزلیں بھی گئی تھیں۔ عابد کی غزل بھی روانہ ہوئی تھی۔ کسی کی کہیں چھپی، خدا جانے کیا سبب ہوا۔ یہ غزل ابھی آئی ابھی دیکھی اور آپ کو بھیجتا ہوں تاکہ آپ بھیجیں ابھی وقت میں گنجایش ہے غالباً وقت پر پہنچے گی۔ اس وقت یہاں صحیح لکھدینے والا کوئی نہیں ہے مجھے زکامی درد سر اور حرارت ہے۔ شاداب کو میں نے تہنیت نامہ آپ کی رائے کے موافق لکھا جواب میں تار آیا کہ میں شکر گزار ہوا۔ خط نہ لکھا۔ لغت میں کوشش ہو رہی ہے جب نتیجہ ظاہر ہوا در حصص نکلنے لگیں تب کی بات۔ روپے کا توڑا ہے اور حاجت بہت ہے خدا کوئی سامان کردے سب اعزہ از اطفال و احباب واہل دفتر ما وجب رسان ہیں۔ اللہ تعالیٰ وبا کو وہاں سے دفع فرمائے۔ بارش ادہر کم ہے آب وہوا میں اب تک وبائیت نہیں ہے۔ ٹکٹ ملفوف تھا اور ہوتا بھی تو میں احتیاطاً بیرنگ بھیجتا۔ رسید لکھئے گا تاکہ اطمینان ہو۔ وقت بہت تنگ تھا فوراً دیکھ دی ایسا نہو چھپنے سے رہجائے اور آپ خفا ہو جائیں۔ انتخاب الانتخاب بھیجے گا

امیر فقیر

پیارے کوثر۔ ترکیب استعمال دوا کی معلوم ہوئی سفوف پھانک لینا آسان۔ مگر یہ عرقیات کا قدح پینا محال۔ کوئی سہل راہ نکالیے۔ غزل تو دیکھی ہوئی رکھی تھی تمہ اسوقت دیکھا اور جو شعر پسند آیا اس پہ صاد کیا۔ باقی غزلیں

پھر کسی وقت دیکھونگا اور خطوط پر نظر کر کے جوبات جواب طلب ہوگی انشا اللہ اس کا جواب لکھونگا۔ کلچیں میں جو مجھ سے طرح کی فرمایش ہوئی تھی میں نے یہ مصرع لکھکر بھیدیا ہے۔ کنی ہیرے کی نیلم میں جڑی ہے۔ جڑی کڑی۔ قافیہ اور ہے ردیف۔ آپ کی خواہش کے موافق یہ مصرع طرح لکھدیا گیا۔ سب اعزہ واحباب تسلیم رساں ہیں فقط

امیر فقیر ۱۳ ستمبر

حکیم صاحب۔ عجیب کیفیت میں ہوں کہ دن رات میں کسی وقت آرام نہیں نہ آنکھیں کام دیتی ہیں نہ ہاتھ قابو میں ہیں سواد خط سے آپ پہچان لیجئے کہ رعشہ خط کو خراب کر رہا ہے۔ فرصت ایسی مفقود ہے کہ رات کے ۱۱ بجے تک جان نہیں چھوٹتی لغت نے مجھے مار ڈالا۔ خیر خدا خاتمہ بخیر کرے۔ عرق بادیان اور عرق مکوہ کا دس تولے پینا ہے مجھے سخت دشوار ہے مگر دونوں عرق کھچوالوں تو چند سے جبر کر کے پیوں بہرکیف آپ کا احسانمند ہوں۔ یہ فرمائیے کہ حجر الیہود خالص کا سفوف ہے یا مرکب ہے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ غزل میں جلدی جلدی ضروری تصرف کر کے چند شعر پیام پیار کو بھیجے دیتا ہوں۔

امیر فقیر۔ ۲۵ ستمبر سنہ ۹۲ء

حکیم صاحب۔ پرسوں حبس بول کا دورہ پڑا تھا مرتے مرتے بچا آج اس قابل ہوا کہ آپ کا خط کھولا بہت افسوس ہوا کہ شاید غزل وقت پر نہ پہنچے گی مگر جلدی میں سنکر کچھ کچھ بنایا۔ خدا کرے مشاعرے تک پہنچے۔ زیادہ لکھا نہیں سکتا کہ اور دیر ہوگی اور جلدی میں بعضے شعر بنا بھی نہ سکا

مجبوراً کاٹ دیا۔ پیشاب کی تکلیف اسوقت تک بڑھی ہوئی ہے مگر خیر بند نہیں ہے فقط

امیر فقیر

پیارے کوثر۔ محبت نامہ آیا ممنون فرمایا۔ مکرمی شرف الدین صاحب بیرسٹر سے جو مصالحت مقدمہ حضرت شاداب معلوم ہوئی جی خوش ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھے۔ گو وہ اپنی خوشی پر خوش ہونے والوں کو ناخوش رکھیں۔ میں نے مدت سے خط و کتابت مجبور ہو کر ترک کر دی اگر کبھی ادہر سے کوئی تحریر آئے گی تو دیکھا جائے گا۔ شہباز ہماری یہاں نہیں آئے مجھے نہیں معلوم کہ عظیم آباد میں ہیں یا کلکتے چلے گئے۔ غزلیں پہلی ہوں گی کہیں مگر اب ڈہونڈہنا اور نکالنا اوٹہانا دشوار ہے کہ فرصت کہاں۔ جو کلام یہاں پہنچا وہ نذر دسیم ہوا آپ جانیں وہ جانیں۔ مدفن بکسر فالغتہ صحیح پھر موزوں کرنے کو کون منع کرتا ہے اچھا نہ معلوم ہو نہ کیئے۔ میں نے ہی کبھی ہنتو کہا خلد آشیاں نے موزوں کیا تھا بہت چرچا رہا مگر جیت انہیں کی ہوئی کہ لفظ صحیح ہے۔ جیتقلش بمعنی جنگ شمشیر غیاث میں بفتح لام ہے اور اردو میں بکسر لام انبوہ کے معنوں میں ہے۔ خانہ کعبہ کا ترجمہ کعبے کا گھر بالکل مستعمل نہیں اور نہایت برا معلوم ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ ترکیب اضافی نہیں ہے ترکیب توصیفی یا بدل مبدل منہ ہے پھر کعبے کا کا گھر کیونکر درست ہوگا۔ آپ کسی سے تو لڑتے نہیں اور سمجھتے کہ غلط ہے ہاں معتبرین کے کلام میں نکلے تو خیر۔ اگر کوئی آپ سے پوچھتا ہے تو سمجھا دیجئے۔ کہ میرا تو یہ خیال ہے پھر وہ نا ولایت کرے تو چپ ہو رہیے لغت کا کام ہوتا ہے مگر سستی سے۔ کرمی کی وہ شدت ہے کہ معاذ اللہ

حکیم صاحب دل کے بڑہانیوالے اگلی صحبتوں کے یاد دلانے والے خطوط آپ کے کم آتے ہیں اور جی چاہتا ہے کہ زیادہ آئیں بشرطیکہ غزلیں ان میں نہوں سب عزیز و اطفال ما دعا رساں ہیں۔

پیارے کوثر۔ ارحم الراحمین بطفیل ساقی کوثر تم کو دونوں جہان میں جام مراد سے سیراب کرے۔ محبت نامہ آیا تاخیر جواب سے منفعل ہوں۔ موانع و مکروہات اسقدر ہیں کہ لکھ نہیں سکتا۔ اسوقت چند شعر خود دیکھے اور مابقی دوسرے سے سنے بارک اللہ فی عمرکم واقبالکم۔ ممتاز احمد کے پاؤں سیدہا ہونے کا علاج ہورہا تھا نمک اور مسکے کی مالش ہوتی تھی جراح نے دو دن موم باندہ دیا تمام ران میں پھوں پر دانے نکلکر کچھ مرجھا گئے اور پانچ چھ پھوڑے ہوگئے اب ان کا علاج ہورہا ہے۔ خدا رحم فرمائے۔ عسر بول کے باب میں جو ہدایات آپ نے کی ہیں واقع میں اب تک ان پر کاربند ہونے کا اتفاق نہیں ہوا کچھ میری کاہلی کو بھی اس میں دخل ہے اور کچھ یہ بات ہے کہ بار بار نئی شکایات پیدا ہوجاتی ہیں کہ ان کے تدارک میں مصروف ہوجاتا ہوں چنانچہ ایک مہینے سے نیچے اوپر کی داڑہیں اسقدر دکہتی ہیں کہ آنکھ اور کان اور سر کا درد تڑپایا کرتا ہے ہلتی ہیں مگر نکلتی نہیں اور عمل زنبوری کی جرات نہیں پڑتی معہذا لوگ کہتے ہیں کہ اوپر کی داڑھ نکلوانے میں آنکھ پر صدمہ پہنچے گا۔ الغرض جتنے دن باقی ہیں ان میں راحت کی امید نہیں۔ خداوند تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے اور دارالراحت میں آرام دے۔ آنکھوں کی تکلیف اس زمانہ میں خود بخود کم ہے۔ تر پہلے سے کبھی کبھی آنکھیں دہوتا ہوں اور اطریفل کا بھی استعمال کرلیتا ہوں۔

میر بشارت حسین صاحب رئیس صاحب گنج کے واقعۂ رحلت سے سخت صدمہ ہوا۔ اُس محسن کا نعم البدل خداوند تعالیٰ آپ کو دے۔ دنیا عجب دار حوادث ہے، مارچ سے اب تک ایسے ایسے نامور اٹھ گئے ہیں کہ ان کے داغ فراق اور اُن کے صدمے کو دل ہی جانتا ہے۔ ممکن ہوا تو تتمہ غزل سابق کسی وقت نکلوا کر دیکھونگا۔ ممالک نزدیک و دور سے کلام اس کثرت سے آتا ہے کہ میرا دل چھوٹ جاتا ہے طاقت وفا نہیں کرتی۔ فرصت ملتی نہیں، دنیا بھر سے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ سب عزیز و احباب و اہل دفتر خصوصاً آہ و جلیل تسلیم عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر۔ ۲۶۔ مئی سنہ ۹۲ء

ریاست رام پور۔ رہیلکھنڈ ۲۹۔ اکتوبر سنہ ۹۲ء

پیارے کوثر۔ سلام و دعا کے بعد مدعا نگار ہوں کہ ۲۲۔ اکتوبر کا لکھا ہوا محبت نامہ اپنے وقت پر مجھے پہونچا تھا۔ مگر ہیز گی طبیعت سے جواب نہ دیسکا عفو کا خواستگار ہوں۔ سفوف حجر الیہود میرے ایک دوست حکیم محمد قیام الدین صاحب نے جو کئی مہینے سے اس دفتر میں رونق افروز ہیں عرض ترب میں تیار کیا ہے آپ کے سفوف تمام شدہ کی جگہ اس کا استعمال کرونگا۔ حکیم صاحب موصوف میرے تغیّر حالات کو رات دن دیکھتے ہیں اور ماشاءاللہ ذہین اور ذی استعداد ہیں۔ اس سفوف کو شربت بزوری اور بعض مدر عرقیات کے ساتھ استعمال کو تجویز کرتے ہیں چندے اس کا استعمال ہی کرلوں شاید اسی کو شافی مطلق نفع دے۔ میں جہانتک خیال کرتا ہوں حبس عسر بول زیادہ اسی وقت ہوتا ہے جب امعاء فضول سے پاک نہیں ہوتے اور ریاح محتبس ہوتی ہیں

دوائے مسہلہ وملینہ کا استعمال کرتا ہوں اور تلین سے اجابت ہوتی ہے تو سوزش مدفع براز کی طرف دیر تک رہتی ہے اور بار بار قلیل اجابت ہوا کرتی ہے۔ فراغ نہیں ہوتا اور یہ امور اور زیادہ مانع ادرار ہو جاتے ہیں۔ اگر کوئی دوا ایسی مل جائے جو میں شب کو استعمال کروں اور صبح کو آسانی سے مافی الامعا مقوم فضول دفع ہو جایا کریں اور ریاح بخوبی منکسر ہوں تو مجھے توی امید ہے کہ ادرار کی تکلیفیں ضرور کم ہو جائیں مگر مجھے ایسی دوا نہ یونانی ملتی ہے نہ ڈاکٹری میں۔ کبھی کبھی اسپغول و تخم ریحان وغیرہ مزلقات سے کچھ کارروائی ہوتی مگر ان چیزوں کے التزام سے اور خرابیاں ہوتی ہیں جن کو آپ خود جانتے ہیں۔ آپ بھی بہت سوچ کر اپنی حذاقت رائے سے کام لیں اگر مقصود کے موافق کوئی نسخہ ترکیب پا سے تو کیا کہنا۔ مگر جلد بھیجئے گا۔ ذرا ایسا نہو کہ بنوانے میں بکھیڑا بہت ہو۔ بازاری اطریفل کا بھی استعمال بہت کیا۔ خود اس لئے نہیں بنوایا کہ نسخے مختلف ہیں طبیعت کو یکسوئی نہیں ہوتی معہذا کم سے کم ایک چلّے کے بعد اس کا استعمال چاہئے یہاں اب ضرورت شدید ہے۔ آپ کے قصد وطن سے بہت جی خوش ہوا خداوند تعالیٰ آپ کو خیر و عافیت سے لائے میں آرزو کرتا ہوں کہ آپ وطن سے مجھ دیدار طلب کے دیکھنے کو رام پور بھی تشریف لائیں۔ خدا کے لیے اب کے ایسا نہ کیجئے گا کہ میں منتظر رہوں۔ خواجہ حمید جان صاحب کی خدمت میں حصہ اول امیر اللغات کا بھیجدیا۔ گھڑنا اور گھڑھنا دونوں صحیح ہیں مگر گڑھنا شعرا کے کلام میں نہیں پایا۔ فصحائے لکھنو گھڑنا کو ترجیح دیتے ہیں۔ رشک مرحوم نے جب گھڑی ہیں اور چھڑی ہیں

طرح کی تھی تو مجھے یاد آتا ہی کہ شعرائے گنری نہیں بھی ان معنوں میں کہا تھا نسک مرحوم کا شعر یہ ہی ؎

ڈھالی ہوے ہیں سانچے میں یہ بھی بدن کیطرح — ہرگز سنار نے ترے زیور گھڑے نہیں

اور جھڑے بمعنی تنہا البتہ میں نے لکھنؤ میں فصحا سے نہیں سنا اور کلام میں بھی نہیں دیکھا ۔ موتی کی لڑی کی سند آپ نے ایسی دی ہی کہ اب میں آپہیں کچھ کلام نہیں کر سکتا جنہوں نے مجکو منع کیا تھا جب انہیں کے یہاں موجو ہی تو مجھے کیا تامل ہو سکتا ہی ۔ محمد احمد آپ کی مہربانی کے شکرگزار ہیں مولوی کریم رضا صاحب کا خط ان کو پہنچا اور بہت خوش ہوے ۔ مولوی صاحب کا پتا ٹھیک ٹھیک لکھ بھیجئے تو اسی ذریعہ سے ان سے خط و کتابت کریں ۔ ریاض نے ایک ناتمام سی غزل اپنی بھیجی تھی اور لکھا تھا کہ اور شعر کہکے بھیجونگا پھر کوئی خط نہیں آیا ۔ وسیم کا حال مطلق نہیں معلوم کہاں ہیں جلیل اور آہ اور سب اہل دفتر اور بندہ زادگان اکبر و اصغر ما وجب گزار ہیں فقط

امیر فقیر عفا عنہ ۔ بقلم دیگرے ۔

۱۰ ۔ فروری ۱۸۹۳ء

پیارے کوثر ہیں آپ کو خیر آباد خط لکھکر بہت خوش ہوا تھا کہ اب کے بار میری آرزو ضرور پوری ہو گی مگر افسوس کہ دل کی حسرت دل ہی میں رہ گئی مصارف کی نسبت تو اگر آپ مجھے اطلاع دیتے تو میں بکمال طیب خاطر فوراً بھیجتا مگر آپ کا تکلف کب اس کی اجازت دیتا تھا ۔ امید وصال تو بعمر دگر افتاد ۔ اوائل دسمبر میں یاد نہیں کون سی غزل آئی تھی ، دفتر میں

تلاش کراؤنگا ملجائے گی تو انشاء اللہ کسی وقت لکھکر بھیجونگا۔ یہ غزلیں جواب آپنے بھیجیں باوجود تغیر حالات اور کمزوری طبیعت کے دیکھکر بقدر ضرورت بنائیں مشق آپ کی بعنایت الہی بہت بڑہی ہوئی ہی غزلیں قصیدوں سے کم نہیں ہوتیں اور ہر قسم کے مضامین ہوا کرتے ہیں مگر افسوس ہی کہ جی جی کی صحبت میں چندے آپ کا ہونا خصوصاً اس ہیجمدان سے صحبت رہنا نہیں ہوتا اگر سر ہے تو اسیقدر ہے مجھے کسی دوا سے کچھہ مطلق فائدہ نہوا اگر آپ کسی نسخے کی ترتیب ایسی دیں جو کاسر ریاح ہونے کے ساتھہ شب کو کھا لینے سے مافی الامعاء فضول کو بغیر تلین کے آسانی سے دفع کردیا کرے تو امید ہی کہ تکلیف گھٹ جائے عسر بول قبض و غلبہ ریاح کے وقت زیادہ ہوتا ہی اور تلین سے جب اجابت ہوتی ہی تو اور زیادہ تکلیف ہوتی ہی۔ محاورات و لغات کی تحقیق کے واسطے مخزن المحاورات اور گلشن فیض کسی قدر مفید ضرور ہیں مگر غیر محقق کو دہوکا دینے میں بھی یہ کتابیں استاد ہیں۔ دعا کیجیے کہ امیر اللغات مکمل ہوجائے تو خدا سے امید ہی کہ وہ ان سب سے مستغنی کردیگا۔ دوسرا حصہ چھپ رہا ہی آج میں انشاء اللہ شائع ہونے کی امید ہی۔ اس زمانے میں نور چشم خورشید احمد کا عقد کاکوری میں قرار پایا تھا۔ میں اپنے مرض کی وجہ سے جا نہیں سکا چند عزہ یہاں سے ان کے ساتھہ گئے تھے عقد سے فراغت ہوگئی آج کل میں خورشید احمد آنے والے ہیں۔ مجھے افسوس ہی کہ آپنے خیرآباد سے خط نہ لکھا۔ لکھا تو اتنے دنوں کے بعد اب لکھا۔ میں آپ کی عدم ادراک خیریت سے متردد ہوجاتا ہوں خط تو ضرور لکھا کیجیے کہ نگرانی نہ رہا کرے۔ سب عزیز و احباب خصوصاً ممتاز اور

جلیل ما وجب رساں ہیں۔ رسید ضرور لکھئے گا۔

امیر فقیر۔

پیارے کو تریلفوف کاغذ میں لکھوا کر بہیجتا ہوں اس کو آپ دیکھکر اپنے مراسم کے موافق احمد علی خانصاحب منصور آبادی کو جلد لکھکر بہیجدیں۔ اور کوئی دقیقہ کاربرآری کا فروگذاشت نکریں۔ مجھے مجی جلیل سے سخت انفعال ہی اور ان کی کامیابی کا نہایت ہی خیال ہی۔ افسوس ہی کہ میں عوارض دمکارہ کی وجہ سے سفر نہ کرسکا ورنہ ضرور وعدہ اُن سے وفا کرتا۔ اور بسبب اس کے کہ جلیل کو ذقر سے علیحدہ ہوئے دینا مجھے پسند نہیں اور اُن کے والد درویش صفت ضعیف دنیا کے تعلقات سے کارہ مکان پر ہیں ان سے کوئی دنیاوی کارروائی ہو نہیں سکتی۔ بلکہ وہ خود پیرانہ سالی سے ایک دل سوز خدمت گزار کے محتاج ہیں ان وجوہ سے جلیل دور جانا نہیں چاہتے ہیں۔ ورنہ دکن میں ان کا نوکر رکھوانا ممکن تھا۔ آدمی یہ ایسے اچھے ہیں کہ جہاں ہوں وہاں صلاحی برکات پہیلیں میں ان کی علیحدگی کو اپنی بدقسمتی جانتا ہوں مگر مجبوری گوارا کرتا ہوں بشرطیکہ اسی جوار یعنی قرب وطن میں ان کی بسر اوقات کی صورت نکلے۔ چونکہ مجھے خوب معلوم ہے کہ اس جوار میں عموماً لوگ تمہارے معتقد ہیں اور خصوصاً احمد علی خانصاحب کو بہت ہی تمہارا لحاظ ہی تم تہ دل سے کوشش کروگے تو ضرور جلیل کامیاب ہوجائیں گے۔ لہذا بہت ہی اصرار سے لکھتا ہوں کہ سرگرم حاجت روائی ہوجئے۔ زیادہ لکھنے کی حاجت نہیں آپ خود مجمع اوصاف حمیدہ ہیں۔ اللہ آپ کی عمر دراز کرے اور اقبال بڑہائے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ میرا حال

بدستور اور ممتاز احمد کو امید اندمال زخم تو قوی ہی مگر ہنوز ہنوز رنجور و معذور رہے
اور عزیز بھی گاہ گاہ بیمار ہو جاتے ہیں۔ آجکل پریشانیاں بڑھی ہوئی ہیں، خدا رحم
فرمائے۔ میں بہت منتظر رہونگا کہ کب آپ احمد علی خاں صاحب کا خط مشعر
طلب جلیل بھیجیں گے تعمیل و تکمیل کے ساتھ کوشش کیجئے۔ سب اطفال
واہل دفتر خصوصاً جلیل و آہ سلمہا اللہ ما وجب سلام ہیں۔ دلنواز اسوقت
ڈاک سے ایک تیلی مجھے پہنچی جس کے منہ پر فقط ایک ڈورا لپٹا ہوا تھا اور
ڈورے پر لاکھ کی مہر بھی نہ تھی شاید دھوکے سے یوں ہی روانہ ہو گئی، اب آپ
کا خط آئے تو طریق استعمال معلوم ہو اطمینان کے واسطے یہ دو سطریں
بطور رسید لکھ دیں فقط

امیر فقیر۔ ۵ فروری ۱۸۹۲ء

پیارے کوثر۔ مجھے بیماریاں و بیمارداریاں خصوصاً اور مکروہات دنیاوی
عموماً نہیں چھوڑتے کہ میں احباب سے سرخرو ہوں تم بھی میرا قصور معاف
کردو۔ افسوس کہ طرح گلچیں گزشتہ جسدن آئی اس دن خیال ہوا
کہ ضرور دیکھکر بھیجونگا، پھر ایسے حالات رہے کہ آج تمہارے لکھنے پر غزل کا آنا
یاد آیا، عذر خواہ ہوں اور اس غزل کو اسی وقت دیکھکر بھیجتا ہوں، کتاب
لغت کی بدولت زیر باری حد سے بڑی ہوئی ہے، خدا رحم فرمائے
پیشاب کا مرض سخت مکلف ہے، چوکی پر جاتے جاتے پاؤں تھک جاتے ہیں
اور ہر بار رک رک کر ہوتا ہے۔ دیر ہوتی ہے تو عسر بول بڑھ جاتا ہے۔ آنکھوں
کو جب سے روگ لگا ہے تب سے لکھنا اور کتاب دیکھنا گویا چھوٹ

ہی گیا ہے۔ دوسرے کی محتاجی اور زیادہ مکلف ہے اور اکثر ہرج بھی ہوتا ہے۔ اب یہ دو سطریں لکھیں اور آنکھیں ڈبڈبا آئیں، گروانے لگیں، بصارت میں بھی کمی ہونے لگی سب احباب سلام کہتے ہیں اور اطفال تسلیم رساں ہیں۔ پیارے کوثر، پچھلی غزلوں کے شعر کچھ بنے ہیں، خدا کرے دیکھ لوں تو بھیجوں۔

تمہاری سچی محبت کا منت پذیر

امیر فقیر ۹۔ اگست ۱۸۹۲ء

پیارے کوثر۔ کئی روز ہوئے ایک کارڈ لکھ چکا ہوں اس کے جواب کا انتظار ہے مجکو اتنی فرصت اور اطمینان نہیں کہ آپ کے خطوط کی جملہ مراتب پر نظر کروں اور ہر ایک بات کا جواب لکھواؤں۔ غزل آج دیکھ لی بھیجتا ہوں آپ صاف کرکے گلچیں میں بھیجئے۔ زیادہ کیا لکھوں۔ پریشانیاں بڑی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ جلیل واہ۔ تسلیم رساں ہیں۔

امیر فقیر ۲۴۔ اگست ۱۸۹۲ء

پیارے عابد۔ سلام و دعا کے بعد معلوم ہو کہ کارڈ آیا مع الخیر وطن آنا اور عزیزان وطن کو بخیریت پانا مبارک ہو میری طبیعت روز بروز بگڑتی ہی جاتی ہے نہ سہولیت ادرار کو کوئی دوا مفید ہوتی ہے نہ ریاح باسوری کا غلبہ اور بار بار تلین ہو ناموقوف ہوتا ہے اور یہی تلین اور حبس ریاح ہی زیادہ علت حبس بول کے معلوم ہوتی ہیں۔ اکثر تجربہ ہوا ہے کہ جب اجابت صالح القوام بآسانی ایکبارگی ہو جاتی ہے اور ریاح بلا تکلف گردش کرتی ہیں اور منکسر ہوتی ہیں تو ادرار میں سہولت ہوتی ہے حاجت ادرار تو بار بار اس حالت میں بھی ہوتی ہے مگر

پیشاب رکتا نہیں ہے۔ ایسی دوا نہیں ملتی کہ شب کو سوتے وقت استعمال کروں اور صبح کو فضول مقوم بلا انتظار آسانی سے دفع ہوجائیں اور ریاح نہ ستائیں اور ادارمیں دشواری ہو آپ بھی اپنی حذاقت رائے سے کام لیں حکیم صاحب گیا کے سفر سے پہلے اب کے بار دو چار دن کے لیے آپ رامپور کو ضرور آئیں اور اپنے دیدار فرحت آثار سے مسرور کریں۔ اگر ایسا نہوا تو مجھے نہایت حسرت رہے گی اور ملال ہوگا۔ لکھنو ہوکر آنا ہو تو عطر دانون کی شیشیاں اور چار شیشیاں تارپین کی بڑے منہ کی پاٹی نالے سے لیتے آئیگا۔ سب عزیز و دوست ماوجب رساں ہیں۔ مولانا مولوی محمد عبدالحق صاحب کی خدمت میں سلام وشوق اور نیازمندانہ شکایت عدم یاد فرمائی اور سب احباب کو ماملیق

امیر فقیر ۱۱۔ دسمبر سنہ ۹۲ء

ریاست رام پور

۱۲۔ اپریل سنہ ۹۳ء

مجی وشفیقی زاد عنایتکم۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ آپکا محبت نامہ ۲۳۔ فروری کا لکھا ہوا آیا تھا۔ مجھے کثرت افکار و آلام سے جواب لکھنے کا موقع نہیں ملا۔ ۲۴۔ شعبان کو جو واقعہ روح فرسا ہوا ہے۔ اس نے اور بھی دل کو چور کردیا اور وہ واقعہ یہ ہے کہ عروس نور چشم محمد احمد نے سختی ولادت دختر مردہ سے رحلت کی تدبیر اور علاج میں اپنے امکان بھر کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رہا۔ مگر مشیت الہی میں کیا دخل۔ میری طبیعت یوں ہی کبھی صحیح نہیں رہتی اور اتو صدمات سے کچھ اور ہی حالت ہوگئی ہے۔ شعر اور سخن کا

انکا مشغلہ قطعی ترک ہوگیا بلکہ اس کے ذکر سے نفرت ہوتی ہے۔ دعا یہی ہے کہ اللہ تعالی خاتمہ بخیر کرے۔ آپ سے مجکو بہت ہی ندامت ہے کہ باوجود آپ کی محبت اور خصوصیت کے میری طرف سے خدمت گزاری میں نہایت کمی ہوتی ہے بلکہ ہوتی ہی نہیں۔ یہ دو غزلیں جو آخر میں آئیں ان میں ایک گیا کے مشاعرے کی ہے دوسری گلچیں کی طرح میں۔ گیا کا مشاعرہ تو اب ہو ہی گیا ہوگا۔ گلچیں میں البتہ وقت باقی ہے اسی نظر سے میں نے گلچیں کی غزل دیکھی اور دیکھی کیا پڑھوا کر کئی جلسے میں سنی چونکہ اس کے ساتھ وہ دوسری غزل بھی تھی لہذا دونوں کو بھیجتا ہوں صلاحی کو صاف کر کے گلچیں میں بھیجئے اور غیر صلاحی کو اور وقت پر اٹھا رکھیئے۔ جہاں اور بہت سی غزلیں دیکھنے کو باقی ہیں وہاں ایک یہ بھی سہی۔ آپ سے میں اپنی کم خدمتی کی معافی چاہتا ہوں یہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالی مجھے صحت اور اطمینان عطا فرمائے کہ آپکا بقیہ کلام دلجمعی کے ساتھ دیکھہ سکوں۔ آپ کے خط کا پورا جواب اسوقت لکھ نہیں سکتا۔ طبیعت کو ذرا سکون ہو لے تو اس کو غور سے دیکھکر ایک ایک بات کا جواب لکھوں۔ نور چشم ممتاز علی اور جلیل بہت بہت تسلیم کہتے ہیں اور سب اطفال ماوجب رساں ہیں۔

امیر فقیر عفی عنہ

رام پور۔ ۱۹ مئی سنہ ۹۳ء

محبی و مشفقی زاد لطفکم۔ بعد سلام مسنون اخلاص نے دعا مشحون کے مدعا نگار ہوں کہ آپ کا محبت نامہ آیا واقعہ جگر گداز رحلت برادر زادہ

اور برادرزادی سنکر وہ صدمہ اٹھایا کہ اس کو دل ہی جانتا ہے۔ ہائے ان
دونوں کی عمریں ابھی کیا تھیں اور دنیا میں آکر انہوں نے ابھی کیا دیکھا تھا۔
میرا ستم رسیدہ دل تو اس تصور سے پاش پاش ہوا جاتا ہے کہ ان کے
ماں باپ اور آپ کی کیا حالت ہوگی۔ مگر خدا کی مشیت ہیں سوا صبر و شکر
کے بندے کو کیا دخل ہے۔ آپ خدا کی عنایت سے خود فہیم آدمی ہیں مجھے
صبر کے باب میں زیادہ سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کچھ عجب وقت آگیا ہے
عزیز ہوں یا احباب کسی کی طرف سے کبھی خوشی کی بات سننے میں نہیں
آتی۔ سوانح اور واقعات روح فرسا سے یہ حالت ہے کہ اب دنیا سے
دل سیر ہو گیا ہے کسی چیز اور کسی بات میں دلچسپی نہیں رہی آٹھ پہر یہی دعا ہے
کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے۔ آپ کی ناسازی طبیعت سے الگ تردد
ہے۔ خدا کرے یہ شکایت جلد دفع ہوجائے۔ امید کہ مژدۂ صحت سے
مطمئن و مسرور کرنے میں دیر نہ کیجئے۔ میری حالت بدستور ہے نہ بیماریوں
اور بیمارداریوں سے فرصت ہوتی ہے نہ آئے دن کے صدمات سے
نجات ملتی ہے۔ باوجود اس رنجوری و معذوری کے غزل و رباعیاں آپ
کی دیکھکر بھیجتا ہوں۔ غزل میں شعر کثرت سے ہیں آپ انتخاب کرکے
اچھے اچھے شعر مشاعرے میں پڑھیں۔ خنجر کا دونا ہونا صحیح ہے۔ سب بندہ زادے
ماوجب گزار ہیں اور نور چشم آہ و جلیل تسلیم کہتے ہیں۔ غزل کی رسید
اور اپنی خیریت بہت جلد لکھئے گا۔

امیر فقیر

رام پور۔ ۹۔ اگست سنہ ۹۳ء

مجبی و مشفقی زاد عنایتکم۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ آپکا محبت نامہ مرقومہ ۱۸ جولائی آیا تھا میں سخت نادم ہوں کہ نہ آپ کی غزل دیکھ سکا نہ خط کا جواب لکھ سکا۔ کیا کروں بیمار داریوں سے تو نجات ہی نہیں ہوتی اب بھی بعض اعزہ سخت بیمار ہیں۔ جن کی بیماری بہت ہی مکلف روح ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ عجب اتفاق ہے کہ میری طرح آپ کو بھی کاہشوں سے فراغت نہیں ہوتی۔ آپ کے بھائی کی بی بی کا دو معصومہ لڑکیوں کو چھوڑ کر رحلت کر جانا بڑے صدمے کی بات ہے۔ خداوند کریم ان غریب لڑکیوں کی حالت پر رحم کرے اور آپ کو مصائب اور آلام سے نجات دے غزل دیکھکر وقت پر نہ بھیج سکنے کی آپ سے معافی چاہتا ہوں، اب ذرا اطمینان ہو لے تو اس کو نکلوا کر دیکھوں [illegible] نے جو امیر اللغات کو شروع سے آخر تک دیکھا اور اسکی بعض فروگذاشتوں سے مجکو مطلع کیا میں اس کا شکر گذار ہوں۔ بے شک کاتب نے غلطی کی اور تصحیح کرنیوالے بھی چوک گئے جو بحر کے شعر میں بچھوا کی جگہ پہنچا چھپ گیا۔ اچھا اچھا کی مثال میں سخی کا شعر بیشک بہت مناسب اور اچھا تھا مگر اول تو سخی مستند استادوں میں نہیں ہیں دوسرے آجتک ان کا کلام لغت میں دیا نہیں گیا ایک تنکے کا شرمندہ نہ ہونا میں بغیر کا شعر ضرور دیا جاتا اگر پہلے سے ملتا اتفاق کی بات ہے کہ اتفاق سے یہ شعر رہ گیا "ادبیو" فصل الف مع الواو میں لکھا گیا ہے آپ کی نظر اس پر نہیں پڑی۔ اب ملاحظہ کر لیجئے۔ حصہ پنجم کی ترتیب پوری ہو چکی ہے

قصد ہے کہ اب کا حرف اسی حصہ میں تمام کردیا جائے اگرچہ اس حرف میں بھی بڑی وسعت معلوم ہوئی ہے مگر بیان حتی الامکان اختصار پر نظر ہے۔ عزیزی ممتاز علی صاحب اپنے ماموں حافظ محمد محمود علی صاحب کے سخت بیمار ہو جانے سے وطن گئے ہوئے ہیں۔ حافظ صاحب کا مرض نہایت خوفناک ہے حالت زار ہے۔ خداوند تعالے صحیح کردے فرزندان فقیر سلام رساں ہیں۔ ارباب دفتر خصوصاً جلیل تسلیم کہتے ہیں۔ مکرر۔ منجملہ اور مریضوں کے ایک نور چشم ممتاز احمد ہے جس کے پاؤں کا زخم کھلکر پھر آلا ہو گیا ہے۔ تپ میں ہر وقت چور رہتا ہے انصاف کرنا چاہیے کہ ایسے میں مجھ سے کیا ہوسکتا ہے۔ کسی گلدستہ میں تازہ چھپی ہوئی میری غزل دیکھئے تو یہ خیال نہ فرمائیے کہ میری حال کی شاعری ہے۔

امیر فقیر

رامپور۔ ۳۔ نومبر ۹۳ء

مجی وشفیقی زاد عنایتکم۔ سلام مسنون دعا و اخلاص مشحون ہیں آپ سے اپنے قصور کی معافی چاہتا ہوں کہ آپ کے اکثر مہربانی نامے آئے اور میں کسی کا جواب نہ دے سکا۔ میری معذوریوں کی اب کوئی حد نہیں ہے حبس بول کے دورے جلد جلد پڑتے ہیں آٹھ روز ہوئے کہ جہی کے دن سخت دورہ پڑا تھا وہ م تمہ قاناطیر کی نوبت آئی خون کئی روز تک آیا کیا۔ اب تک بے چینی بڑی ہوئی کہ ہر وقت دھڑکا رہتا ہے کہ اب پیشاب بند ہوا۔ اللہ اللہ کرنے کے سوا اب میں کسی کام کا نہیں رہا۔ خداوند کریم خاتمہ بخیر کرے۔ نور چشم محمد احمد اور برخوردار لیاقت حسین مہینے ڈیڑھ مہینے سے صاحب فراش ہو رہے ہیں لیاقت حسین

کی حالت بہت ہی خراب ہے اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور صحت دے۔ بڑی مشکل سے یہ غزل آپ کی شکریں میں نے بنائی۔ شعر اس کثرت سے اور اس تنگی کے ساتھ آپ لکھتے ہیں کہ کہیں اصلاح دینے اور وجہ لکھنے کی جگہ نہیں ملتی مجبوراً وجہ قلم انداز ہوتی ہیں۔ آپ کی غزل دیکھنے میں جو دیر ہو جایا کرتی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ آپ کی غزل طویل بہت ہوتی ہے۔ جو کچھ آپ کہتے ہیں سب لکھ دیتے ہیں انتخاب نہیں کر لیتے۔ میرے نزدیک مناسب ہے کہ آپ مکرر سہ کرر نظر ڈالکر شعر منتخب کر لیا کریں۔ تاکہ مجھے بھی آسانی ہو۔ ریاض، آہ، جلیل وغیرہ بیس پچیس شعر سے زیادہ کی غزل کبھی نہیں پیش کرتے حالانکہ کہتے ہیں بہت۔ زیادہ پریشانیوں کے سوا اور کیا لکھوں۔ امید کہ آپ مجھ سے ناخوش نہوں اور خیر و عافیت مزاج سے ہمیشہ مطمئن کرتے رہیں۔ نورچشمان سعادت نشان اور عزیزان جلیل و آہ تسلیم یہاں ہیں۔

امیر فقیر۔

رام پور۔ ۸ مارچ سنہ ۹۵ء

مجی حکیم صاحب۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ مہربانی نامے نے پہنچکر شکرگزار یاد آوری کیا۔ سہ لے وقت تو خوش کہ وقت ماخوش کردی۔ اب تک آپ کا فائز مرام ہونا سخت افسوس کا باعث ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حسب دلخواہ کامیاب فرمائے۔ یہ داعی خیر دعا سے کسی وقت غافل نہیں ہے بہانا پسند آنا کے معنی میں اگلی زبان ہے اب میرے نزدیک بھی مستحسن الترک ہے مہین میں ہی کی جگہ بول چال میں چاہے آجاتا ہو مگر کسی معتبر کلام میں نہیں آتا کہ

نظر سے نہیں گزرا حکم اس کو استعمال کا نہیں دیا جا سکتا۔ حضرت امیر مرحوم کی نظر سے آپ کے شعر میں نہیں معلوم کیونکر رہ گیا۔ اور میں نے بھی اسے دیکھا ہی تو سوا اپنے سہو نظر کے اور کیا کہا جائے۔ انکھڑیاں چشم معشوق کے لیے مخصوص ہے اور یہ لفظ مجھے پسند ہے۔ بدنا لفظ نہیں ہے۔ بدہنا ہے اور سرایت کرنے کے معنی میں مستعمل ہے صبا ؎

شور جسکا ہے وہ ہے عشق جنوں زا دل میں ‌ ‌ ‌ ‌ بدہ گیا ہے نمکیں حسن کا سودا دل میں

ایجاد مذکر ہے سند کے شعر ذیل میں دیکھئے۔ آج کل اس لفظ کی تذکیر و تانیث میں بحث چھڑی ہوئی ہے اخباروں میں مضامین دیکھے جاتے ہیں اور جا بجا سے میرے پاس استفتے آتے ہیں۔ سنا جاتا ہے کہ نواب مرزا خاں صاحب داغ کا قول ہے کہ دلی میں مونث ہے مگر کلام میں کہیں مونث کا پتا نہیں چلتا۔ اگر ایک معتبر شاعر نے بھی مونث کہا ہوتا تو کہا جاتا کہ مختلف فیہ ہے اور بغیر کلام میں آئے ہوئے کہیں کہیں بول چال میں ہونا کافی نہیں ہے۔ نسیم دہلوی ؎

قبر پر آیا ہے دینے کو مبارکباد مرگ ‌ ‌ ‌ ‌ یہ نیا ایجاد ہے میرے ستم ایجاد کا

میر ؎

یہ تازہ لگا ہونے ایجاد گلستاں میں ‌ ‌ ‌ ‌ راتوں کو لگا رہنے صیاد گلستاں میں

اگرچہ اس شعر میں ایجاد کا لفظ جس صورت میں آیا ہے وہ سند کے لیے پوری طور سے کافی نہیں ہو سکتا۔ مگر دیوان میں اسی طرح چھپا ہے اور ثقات کو اسی طرح پڑھتے سنا ہے۔ غافل لکھنوی ؎

اتنی بینائی کہاں دیکھیں جو سیر جزو و کل ‌ ‌ ‌ ‌ عالم ایجاد میں تو سیکڑوں ایجاد ہیں

دشنام زیادہ مونث ہی مگر ظفر نے ایک جگہ مذکر کہا ہی للہذا مختلف فیہ کہا جاسکتا ہی
ناسخ ؎

کسی نے جو حیدر کو دشنام دی   تو گویا پیمبر کو دشنام دی

ولہ ؎

بارہا میں گیا ہوں نزد امام   کبھی مجھکو نہ دی کوئی دشنام

ظفر ؎

ہم کو پوشیدہ ہیں پیغام کسو کے آتے   خط پہ خط روز ہیں بے نام کسو کے آتے
ہوس بوسہ اگر کھینچ نہ لاتی ہم کو   کاہیکو سننے کو دشنام کسو کے آتے

سب بندہ زادے اور جلیل حسن بالتخصیص تسلیم گزار و سپاس گزار ہیں۔

امیر فقیر۔

پیارے کوثر۔ محبت نامہ آیا غزلیں بھی پہنچیں۔ محنت کی تو نہ فرصت نہ طاقت خیر جس نظر سے دیکھ سکا فوراً دیکھ لیں اور اب بھیجتا ہوں۔ سفوف حجر الیہود کا استعمال آٹھ دس دن سے ہوتا ہی ابھی تو کوئی نتیجہ اس کا معلوم نہیں ہوا۔ آیندہ خدا سے امید ہی کہ نفع ہو۔ مشاعرہ کی غزل میں نے فوراً دیکھکر بھیجی مگر افسوس ہی کہ اس وقت تک آپ کے پاس نہیں پہنچی۔ معلوم نہیں آپ نے بطور خود انتخاب کرکے غزل پڑھی یا شرکت سے کنارہ کیا۔ طرح ککھچیں میں جو غزل میں نے کہی اس کے کچھ شعر منتخب کرکے ایک عمدہ ذریعے سے والیے دکن کو بھیجدیے ملاحظہ ہوے اور پسند بھی ہوئے۔ داغ نے بھی غزلیں مجھے بھیجیں تھیں میں نے دیکھیں میری غزل انہوں نے مانگی تھی وہ بھیجدی۔ اس کے بعد

بھی کچھ شعر میں نے کہے۔ آپ کے اس دو غزلے میں بعض شعر مجھ سے متوارد ہو گئے ہیں، تو جو دو ایک شعر میرے اختیار سے باہر ہو چکے تھے وہ بمجبوری تمہارے یہاں سے نکال ڈالے اور جن اشعار نے شہرت نہیں پائی تھی ان کو اپنے یہاں سے نکال ڈالا۔ گلچیں کی دھوم دھام سنکر جی چاہتا ہے کہ محنت کیجائے مگر نہ دل و دماغ میں طاقت نہ مکروہات سے فرصت، نہ صحت، بمجبوری یہی شعر جو موزوں ہوئے ہیں بھیجدونگا۔ مجھے بڑی خوشی یہ ہے کہ گو میری غزل سست ہے مگر میرے عزیزوں دوستوں کی غزلیں تو اچھی نکلیں گی جلیل و آہ نے بہت اچھے اچھے شعر کہے ہیں اور آپ نے تو دریا بہا دئیے ہیں۔ ریاض نے بھی ایک غزل بھیجی تھی اور لکھا تھا کہ ناتمام ہے اور بھیجونگا۔ واقع میں یہ پرچہ اچھا نکلیگا۔ خدا کرے کاغذ و خط بھی اچھا ہو۔ زیادہ اسوقت کچھ لکھوا نہیں سکتا آپ اپنی غزل منتخب کر کے گلدستے میں دیجئیگا۔

امیر فقیر

پیارے کوثر۔ میں اس زمانے میں اپنے امراض و اعراض کی شدت سے بہت ہی بے چین ہوں کوئی کام حتیٰ کہ دوسرے ڈکھ سے خط لکھوا دینا بھی مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ صبح سے نصف شب تک گویا چوکی ہی پر بیٹھ کر بسر ہوتی ہے۔ پانچ سات منٹ سے زیادہ توقف نہیں ہو سکتا۔ سفوف حجر الیہود کی نسبت میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ یہ صرف حجر الیہود ہے یا اور کسی چیز سے ترکیب دی گئی ہے۔ اس کے جواب کا منتظر ہوں چوق نحاتہ سازتیار ہو گئے ہیں۔ انشا اللہ کل پرسوں سے شروع کروں گا

دشنام زیادہ مونث ہی مگر ظفر نے ایک جگہ مذکر کیا ہی للہذا مختلف فیہ کہا جاسکتا ہی

ناسخ سہ

کیں ... لو دشنام دی تو گویا ہمیں کو دشنام دی

درد

بارہا میں گیا ہوں نزد امام ٭ کبھی مجکو نہ دی کوئی دشنام

ظفر سہ

ہم کو پوشیدہ ہیں پیغام کسو کے آتے خط پہ خط روز ہیں بے نام کسو کے آتے

ہوس بوسہ اگرچہ کبھی نہ لائی ہم کو کاہیکو سننے کو دشنام کسو کے آتے

سب بندہ زادے اور جلیل حسن بالتخصیص تسلیم گزار و سپاس گزار ہیں۔

امیر فقیر

پیارے کوثر۔ محبت نامہ آیا غزلیں بھی پہنچیں۔ محنت کی تو نہ فرصت نہ طاقت خیر جس نظر سے دیکھ سکا فوراً دیکھ لیں اور اب بھیجتا ہوں۔ سفوف حجر الیہود کا استعمال آٹھ دس دن سے ہوتا ہی ابھی تو کوئی نتیجہ اس کا معلوم نہیں ہوا۔ آیندہ خدا سے امید ہی کہ نفع ہو۔ مشاعرہ کی غزل میں نے فوراً دیکھکر بھیجی مگر افسوس ہی کہ اس وقت تک آپ کے پاس نہیں پہنچی۔ معلوم نہیں آپ نے بطور خود انتخاب کرکے غزل پڑھی یا شرکت سے کنارہ کیا۔ طرح گلچیں میں جو غزل میں نے کہی اس کے کچھ شعر منتخب کرکے ایک عمدہ ذریعے سے والیے دکن کو بھیجدیے ملاحظہ ہوے اور پسند بھی ہوئے۔ داغ نے بھی غزلیں مجھے بھیجیں تھیں میں نے دیکھیں میری غزل انہوں نے مانگی تھی وہ بھیجدی۔ اس کے بعد

بھی کچھ شعر ہیں نئے کہے۔ آپ کے اس دو غزلے ہیں بعض شعر مجھ سے متوارد
ہو گئے ہیں، تو جو دو ایک شعر میرے اختیار سے باہر ہو چکے تھے وہ بمجبوری تمہارے
یہاں سے نکال ڈالے اور جن اشعار نے شہرت نہیں پائی تھی ان کو اپنے
یہاں سے نکال ڈالا۔ گلچیں کی دھوم دھام سنکر جی چاہتا ہے کہ محنت کیجائے
مگر نہ دل ہو دماغ ہیں طاقت نہ مکروہات سے فرصت نہ صحت بمجبوری یہی شعر جو
موزوں ہوئے ہیں بھیجدونگا۔ مجھے بڑی خوشی یہ ہے کہ گو میری غزل سست ہے
مگر میرے عزیزوں دوستوں کی غزلیں تو اچھی نکلیں گی جلیل و آہ نے
بہت اچھے اچھے شعر کہے ہیں اور آپ نے تو دریا بہا دئیے ہیں۔ ریاض نے
بھی ایک غزل بھیجی تھی اور لکھا تھا کہ ناتمام ہے اور بھیجونگا۔ واقع میں یہ پرچہ اچھا
نکلیگا۔ خدا کرے کاغذ و خط بھی اچھا ہو۔ زیادہ اسوقت کچھ لکھوا نہیں سکتا
آپ اپنی غزل منتخب کر کے گلدستے میں دیجئےگا۔

امیر فقیر

پیارے کوثر۔ میں اس زمانے میں طرح طرح کے امراض و اعراض کی شدت
سے بہت ہی بے چین ہوں کوئی کام حتیٰ کہ دوسرے کے ہاتھ سے خط لکھوا دینا
بھی مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ صبح سے نصف شب تک گویا چوکی ہی پر بیٹھ
کر بسر ہوتی ہے۔ پانچ سات منٹ سے زیادہ توقف نہیں ہو سکتا سفوف
حجر الیہود کی نسبت میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ یہ صرف حجر الیہود
ہی یا اور کسی چیز سے ترکیب دی گئی ہے۔ اس کے جواب کا منتظر ہوں عرق
خانہ ساز تیار ہو گئے ہیں۔ انشاء اللہ کل پرسوں سے شروع کروں گا۔

اس زمانے میں کچھ فضول امعاء جمع ہوگئی تھی ان کے واسطے اجزائے ملینہ کا استعمال کیا کہ شاید یہی علت مزید عسر بول ہو اب الزاماً سفوف حجر الیہود وعطیہ سامی کا استعمال کروں گا بشرطیکہ کچھ نفع اس کا معلوم ہو۔ یہ بھی تحریر کیجیے کہ کتنے دن میں اور اک اثر کی امید رکھوں غزل ابکے ایک ہی دو دن کے بعد دفتر پیام یار میں بھیجی تھی مگر افسوس کہ نہ چھپی نیشار نے لکھا کہ دیر کو پہنچی مسودہ غزل آپ کو بھیجتا ہوں میرے اطفال اور جلیل وآ سلمہما اللہ ما وجب رسال ہیں۔ حصہ دوم امیر اللغات کی کاپیاں مطبع مفید عام میں لکھی جاتی ہیں عنقریب چھپنا شروع ہوں گی۔ اس حصے کا نصف آخر ابھی ہیں پڑا اس میں بعضے نوٹ دینا ہے طبیعت کو سکون ہوتا ہی نہیں کہ وہ نوٹ لکھوا دوں۔ صبح سے بارہ بجے تک حتی الامکان کچھ کرتا ہی رہتا ہوں مگر پانچ پانچ منٹ کے بعد جو کی جانے آنے سے کوئی کام پورا نہیں ہوتا میرے خیال میں یہ حصہ اول حصے سے خوبصورت ہوگا البتہ صفات تشبیہات اس حصہ میں چھوڑ دئیے گئے۔ ملک کے اکثر لوگوں کی رائے ہوئی کہ یہ لغت میں بیجا ہے۔ اگر آپ کی کسی بات کا جواب رہ گیا ہو تو معاف کیجیے۔

امیر فقیر۔

رام پور۔ ۲۰۔ اکتوبر ۹۵ء

پیارے کوثر۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و اقبال میں برکت دے۔ اور دولت کونین سے مالامال کرے۔ محبت نامہ لکھکر آپ نے مجھے مسرور اور شکر گزار کیا غزل اور رباعیاں بھیجتا ہوں۔ رباعی آپ بہت اچھی کہتے ہیں کہ دیکھکر جی خوش ہو جاتا ہے۔ بارک اللہ فی عمرکم۔ مدت کے بعد آپ کا یہاں آنے کا اور مجھے

اپنے دیدار فرحت آثار سے مسرور فرمانے کا ارادہ ہوا یہ وہ آرزو ہے کہ ہمیشہ اللہ سے چاہتا تھا خداوند تعالیٰ آپ کے ارادے اور میری آرزو کو پورا کرے۔ آپ خیر و عافیت کے ساتھ آئیں اور جلد آئیں کہ دل بیقرار اور آنکھیں محو انتظار رہیں شنک اور پنچے تیار ہو کر آپ کے پاس سے آ گئے اگرچہ میری فرمایش کے موافق نہیں مگر آپ لکھتے ہیں کہ باعتبار بندش اور صفائی کام کے بہت اچھے ہیں خیر جیسے ہیں غنیمت ہیں۔ آپ وقت قصد وطن اپنے ساتھ لائیے اور دربے سنگ کی کوٹھی میں منشی ظہور احمد کے سپرد کیجئے۔ آپ نے ظہور احمد کو ممتاز لکھا ہے شاید سہو ہو گیا۔ جناب نواب پیارے صاحب کے یہاں سے تنخواہ وصول ہونا اور مجبور ہو کر آپ کا مستعفی ہو جانا باعث افسوس ہوا اب دعا یہ ہے کہ جسقدر آپ کی تنخواہ باقی ہے وہ آپ کو وصول ہو جائے اور اللہ تعالیٰ آپ کو جمیع مقاصد پر کامیاب کرے یہاں کی آب و ہوا ہنوز صفائی او را عتدال پر نہیں ہے جاڑے آ گئے مگر عارضی جاڑا شہر سے نہیں گیا اور نہ جاتا نظر آتا ہے میرے گھر میں کئی آدمی مبتلائے تپ لرزہ ہیں اور میرے المرض منہ کا حال بدستور ہے شافی مطلق سب مریضوں کو شفائے کامل عطا فرمائے۔ اطفال و احباب واجب گزار ہیں جلیل بالتخصیص تسلیم کہتے ہیں اور شکر گزاری کے ساتھ تمنائے شوق ملازمت ظاہر کرتے ہیں۔

امیر اللغات کا تیسرا حصہ مدت سے تیار ہے بے سرمایگی کی وجہ سے اب تک اس کی طبع کی نوبت نہیں آئی دیکھئے اللہ کو کیا منظور ہے دفتر بالکل ابتر ہے فقط

امیر فقیر

حکیم صاحب۔ السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ پریشانیوں کے ہجوم سے آپ کی غزل اور جواب خط نہ بھیج سکا انفعال کے ساتھ عذر خواہ ہوں۔ آپ کا مع الخیر والعافیتہ گھر پہنچ جانا باعث انشراح خاطر ہوا۔ مگر رامپور کی فسخ عزیمت سے امیدوار دل مایوس ہوگیا۔ اب موسم گرما میں آپ اپنا قصد لکھتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ آپ کا ارادہ اور میری تمنا بعنوان احسن پوری کرے۔ بیشک آپ نے لکھنؤ میں منشی ظہور احمد صاحب کو پہنچا دیئے۔ میں دل سے اس کا شکر گزار ہوں۔ اب وہاں سے دو چار دن میں آجائیں گے۔ غزل ترمیم دیکھکر بھیجتا ہوں امید کہ اپنی خیریت کے ساتھ اس کی رسید سے بھی مطمئن کیجئے۔ اور یہ لکھیئے کہ وطن سے کب تک روانگی کا قصد ہے۔ سب چھوٹے بڑے ماوجب رساں ہیں خصوصاً جلیل بصد شوق تسلیم عرض کرتے ہیں

داعی خیر امیر فقیر ۲۴ جنوری ۱۸۹۶ء

رامپور

حکیم صاحب مجی و مکرمی سید طفیل احمد صاحب کی ناچاقی طبیعت کو طول ہوا ہے میں ہمیشہ ان کے حالات مفصل پر اطلاع چاہتا ہوں اور وہ براہ مہربانی جواب ہمیشہ لکھتے ہیں مگر بیان حالات میں ویسا اجمال ہوتا ہے کہ کما حقہ تسکین خاطر نہیں ہوتی۔ دل سے تشویش نہیں جاتی معلوم نہیں کیا کیا امراض ہیں، علاج کیا ہوتا ہے کس کس مرض میں کس کس مقدار اس سے نفع ہوا ہے نصیب اعدا معذوری کی حالت ہے یا اپنے پاوں سے چلتے پھرتے ہیں۔ آپ طبیب ہیں بہت تفصیل کے ساتھ ان کے حالات سے آگاہی تمام کر کے مجھے

اطلاع دیں اور میرے پریشان دل کو اطمینان بخشیں تو میں نہایت ممنون ہونگا۔ پرانے مہربان دوستوں میں ان کا دم باقی ہے اللہ تعالیٰ ان کے انفاس میں برکت دے فقط

محب سامی کوثر سلامت۔ کل محبت نامہ آیا ممنون کیا جو شبہات آپ نے لکھے ہیں ان میں سے بعض تو میں رفع کئے دیتا ہوں اور بعض اس پر موقوف ہیں کہ پورا شعر اپنا اور اصلاح میری لکھئے واضح ہو کہ کہاں سے پھرتے ادہر ہم بھی ہیں محاورہ فصحا کا نہیں ہے اور بندش بھی تعقید سے خالی نہیں۔ کہاں سے پھرتے ادہر اور ہیں دہر اور پیچ میں ادہار ہم بھی، خوشنما نہیں۔ چاہو رہتے ہیں دو سینہ بختی میں عدیم المثل سیہ بختی ہے یاے تحتانی کا اسقاط بجا ہے۔ ترکیب فارسی ہے اگرچہ بعض اساتذہ اردو کے کلام میں سند ملتی ہے مگر کیا ضرور ہے۔ نہا شد خیز تبواے شوخ عیار اس میں اگر جز بتو پسند نہیں تو غیر تو رکھئے، کچھ مضائقہ نہیں منشی ریاض احمد صاحب کا دیوان جسقدر مجھے پہنچا تھا اتنا دیکھ لیا۔ باقی ابھی آیا نہیں بلکہ سوا مہینے سے کوئی خط نہیں آیا۔ اخبار ادیب ہندوستان کے اچھے ہونے میں شک نہیں مگر بغیر جمع ہونے درخواستوں کے محض اس امید پر کہ اشاعت کے بعد رونق ہوگی۔ جرات نہیں پڑتی۔ ایک بار بہت نقصان اٹھا چکا ہوں۔ سب احباب کو داجب۔ جناب برادر صاحب قبلہ سلام و شوق اور استاذی منشی صاحب قبلہ بھی سلام و دعا فرماتے ہیں۔

امیر فقیر

سید زاہد حسین صاحب زاہد رئیس سہارنپور کے نام

مکرما! سلام مسنون۔ محبت نامہ آیا ممنون قدر شناسی کیا۔ میں ایک پیرانہ سال شکستہ حال ہجران محض ہوں اور شاعری سے بیگانہ ہوگیا ہوں جو احباب مدت سے مجھکو کلام بھیجتے ہیں ان کا کلام بھی نہیں دیکھ سکتا۔ بغیر عذر

حضرت زاہد کا خط بنام خاکسار مولف جو حسب خواہش انکے داخل مکتوبات کیا گیا۔

۱۶ فروری سنہ ۱۹۱۶ء۔ از سہارنپور۔

خدمت عالی مراتب ذو المناقب مولانا ثاقب ابن امیر صاحب و نواب عفو کے طالب زاہد کثیر المعائب کی خادمانہ و نیازمندانہ سلام معذرت التیام۔ مکرمت نامہ پہنچا اور باعث شکر گزاری یاد آوری ہوا۔ اس میں ذرا بھی شک و شبہ نہیں کہ میں ضرور کسی درجہ تک سزاوار ملامت ہوں اور مستوجب شکایت لیکن منفعل اور شرمسار ہوں اور عفو تقصیر کا خواستگار۔ کم و بیش سال بھر کا زمانہ ہوا کہ آپ متواتر حضرت استادی امیر مینائی (اللہم اغفر وارحمہ) کے خطوط کے لیے وقتاً فوقتاً یاد دہانی فرما رہے ہیں تاہم میری جانب سے کوئی دقیقہ تاخیر و تعویق کا اٹھا نہیں رہا۔ آپ ضرور اپنے جی میں کہتے ہوں گے کہ یہ بھی عجب یاوہ گو ہے کہ خود ہی تو اس شد و مد اور وثوق کے ساتھ وعدہ وثیق کیا اور اب خود ہی لیت و لعل اور حیلے بہانے کر رہا ہے لیکن مولانا اقسم باللہ میں اپنے وعدہ کو نہیں بھولا بلکہ منتظر وقت اور جویاے موقع رہا کہ ذرا بھی آرام

کر دیتا ہوں اور کبھی کچھ دیکھ دیتا ہوں آپ میرے عذر کو واقعی تصور فرمائیں۔
آپ کا کلام جو با احتیاط تمام رکھا ہوا ہے بقدر امکان دیکھونگا۔ میں خدمت گزاری
اہل شوق و ذوق کو اپنا فخر جانتا ہوں مگر کیا کروں کہ مجبور و معذور ہوں۔

امیر فقیر ۱۱- اکتوبر ۱۸۹۷ء رامپور مراد آباد

مجی! سلام۔ غزل کئی دن ہوئے بھیجدی ہے۔ اب پہنچ گئی ہو گی والسلام

امیر فقیر ۲۰ نومبر ۱۸۹۷ء رامپور مراد آباد۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ کئی تحریریں آپ کی آئیں اور میں نے ہر تحریر

اور استقام سے چھٹکارا ہو تو ایفائے عہد کروں مگر عوارض اشد اور علالت ممتد نے وہ طول پکڑا
کہ ہوش و حواس مختل کر دیے۔ مہینوں دلی رہکر علاج کیا وہاں سے وطن کو واپس آیا تو موسمی
تپ و لرزے نے اپنا بخار نکالا اور ہلا ڈالا۔ معہذا اختلاج قلب کے لگاتار دورے
پڑے جنہوں نے اور بھی ہلاک کر دیا۔ غرض وہ تکلیفیں اٹھائیں کہ ذکر سے دل لرزتا ہے
اور کچھ دل ہی خوب جانتا ہے۔ دسمبر گزشتہ سے طبیعت اعتدال پر آنے لگی اگرچہ
گونہ اختلال و اضمحلال باقی ہے لیکن بحمد اللہ شدائد سے نجات پائی۔ اسیوقت سے میں نے
تعمیل ارشاد کے لئے تہیہ کیا اور بتدریج و تفاریق جناب مرحوم کے خطوط کی نقل کو
جاری رکھا۔ اب اگر اس مہم کو بفضلہ و عونہ انجام کر پایا۔ عرصہ ہوا میرا وہ بکس جس میں
ضروری کاغذات رہا کرتے تھے چوری گیا تھا اس میں ۱۸۵۷ء کے قبل کے اکثر خطوط
تھے اور نقد مکتوبات حضرت امیر سے مالا مال تھا۔ چور مالا مال اور امیر ہو گیا اور حقیر کو
تو فقیر کر گیا۔ بعض خطوط اس لیے نقل نہیں کر سکا کہ جناب مرحوم نے ان کو نظر

کے آتے ہی یہ قصد کیا کہ اب غزل دیکھتا ہوں اب معذرت نامہ بھیجتا ہوں
مگر ہجوم مکروہات و صدمات اور وفور غم والم نے فرصت نہ دی پہلے تو اپنے برادر
مہربان تراز پدر کا ماتم رہا - پھر ان کی خاتون جو مجکو بجائے مادر تھیں ان کی رحلت
کا غم ہوا - ایک آباد گھر برباد ہوگیا - ان حوادث سے جو صدمے مجھ ناتوان
پر ہوئے ان کو لکھ نہیں سکتا - آپ کی عنایت و سیادت سے امید عفو
جرم کی رکھتا ہوں - کلام تلامذہ نزدیک و دور اس کثرت سے آتا ہے کہ
میں ان کو کسی طرح دیکھ نہیں سکتا قدردانان عذر شنو مجکو تاخیر اصلاح پر معاف

اغیار سے محفوظ رکھنے اور کسی کو نہ دکھلانے کی تاکید اکید کردی تھی - بالفعل ارسال خدمت
شریف ہیں - میں ان لہرہائے جواہر کو اپنا سرمایہ ناز اور اردو انشا پردازی کا گنجینۂ [illegible]
سمجھتا تھا - اور نثر اردو کی جان جانکر اپنی جان کی برابر رکھتا تھا لیکن جب یہ دیکھا کہ آپ
مجھ سے زیادہ اہل اور قدردان و نقاد ہیں اور ان پھولوں کو سدا بہار بنانے کی فکر
میں ریاض کر رہے ہیں اور ان فصاحت و بلاغت کی تصویروں میں تدوین الطبع
کی روح ڈالکر اور حیات ابدی سے زینت دیکر جیتی جاگتی اور بولتی چالتی صورتیں
بنانے والے ہیں تو یہ صورت مجکو دل سے بھائی اور مطبوع طبع ہوئی - بنا برایں
یہ تمام جواہر عبقریہ اور زواہر عبہریہ بطور ارمغان و تحفہ نذر کرتا ہوں - اور ان جواہر کے
ٹکڑوں بلکہ جگر کے ٹکڑوں کو جنکو کلیجے سے لگا رکھتا تھا اپنے سے الگ کرکے
آپ کے دامن میں ڈالے دیتا ہوں - اگر بار خاطر نہ ہو اور پسند خاطر ہو تو میری
خاطر سے اتنی رعایت و عنایت سمجھئے کہ ان کو اسی سلسلہ و ترتیب سے طبع کرائے

رکھتے ہیں، آپ بھی یہی شیوہ اختیار کیجئے۔ اور میں مہما امکن آپ کا کلام بھی
دیکھا کرونگا۔ اس وقت منشی کے بستے میں سو سے زیادہ وہ خطوط ہیں جن میں
مختلف اقسام کا کلام اصلاح طلب ہے۔ اب دیکھنا شروع کرونگا۔ اور اس مہم کو
جب تک سر کرونگا تب تک اور کلام آجائے گا۔ آپ خیال فرمائیں کہ پھر آخر
تعمیل احکام سرکار بھی کرنا ہے۔ نصف شب تک ہمت کروں تو یہ کام ہو سکے
دل و دماغ ضعیف ہو گیا ہے، کچھ ہو نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ جمعیت خاطر دے
تو بطور خود ضبط اوقات کر کے خدمت گزار احباب ہوں۔ مکروہات دنیوی

تاکہ یہ موتیوں کی لڑیاں جنکو میں نے بڑی دیدہ ریزی سے پرویا اور گوندھا ہے ٹوٹ نہ جائیں
اور ان کے انمول موتی بکھر کر پراگندہ و غیر منتظم ہونے پائیں اور اس سلک مروارید کے ساتھ
جکے موتی انشاء اللہ کبھی بے آب ہونگے نہ گرہیں لگے۔ میری اس تحریر کو بھی جس کی حقیقت
پوت کے دانوں سے زیادہ نہیں ضرور منسلک کر دیجئے اور اس سے ابتدا کیجئے کہ گیاہ
اگرچہ ناچیز ہے مگر دستۂ گل میں پھولوں کا حسن دوبالا کر دیتا ہے۔ خال ہر چند کہ روسیاہ و قبیح
ہے لیکن خسار صبیح پر ملیح ہے۔ تعرف الاشیاء باضدادھا۔ جناب مرحوم کے خطوط اگر
اور زیادہ مطلوب ہوں تو اخوی منشی محمد احمد صاحب تمر سے رامپور میں اور محبی حافظ
جلیل حسن صاحب سے حیدرآباد دکن میں اور مشفقی ممتاز علی صاحب آہ تحصیلدار
ریاست ڈونگرگڑھ میں ضرور خط و کتابت کیجئے جنمیں سے آخر الذکر کے پاس یقیناً پورا ذخیرہ
جمع ہوگا کیونکہ انہوں نے بھی کچھ دن ہوئے ایسا ہی قصد کیا تھا جو اب تک بعض وجوہ
و موانع سے انجام کو نہیں پہنچا۔ والسلام خاکسار زاہد سیاہ کار

کوئی کام نہیں کرنے دیتی ہیں۔ خط کی رسید ضرور بھیجئے گا تاکہ میں مطمئن ہوجاؤں کہ معذرت نامہ پہنچ گیا فقط

امیر فقیر ۱۲۔ جنوری ۱۸۹۸ء

رامپور مراد آباد

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ فقیر رمضان میں سفر سے فارغ ہوکر وطن پہنچا اور بیمار ہوگیا۔ اب بفضلہ تعالیٰ صحت ہے البتہ اس کی شکایت ہے کہ دماغ میں ضعف ہے اور تھوڑی دیر لکھنے پڑھنے میں آنکھیں دکھنے لگتی ہیں آنسو بھر آتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ آپ کا کلام دیکھکر بھیجوں اور عذرخواہی کروں کہ قصور تاخیر معاف ہو مگر کلام صلاح طلب کے مثنے جس بستے میں رکھے تھے وہ بستہ ہی غائب ہے نقل و تحویل اسباب میں اکثر چیزیں پریشان ہوگئی ہیں۔ اگر آپ مکرر اپنا کلام عنایت فرمائیں تو بشرط خریت اب جلد بنجائے۔ ورنہ جسوقت وہ بستہ ملا اور کلام نکلا توضرور بناوں گا۔ رفع انتظار کے لیے مجبوبانہ بصد معذرت یہ نگارش لکھدی والعفو عند کرام الناس مقبول۔ دوسرا دیوان میرا ابھی نہیں چھپا فرصت کہاں جو نظر ثانی کروں۔

امیر فقیر۔ ۲۔ جولائی ۱۸۹۸ء رامپور مراد آباد

شفیقا۔ سلام مسنون۔ ایک مختصر پرچہ صحیفہ اخبار میں آیا ممنون عنایت فرمایا۔ اللہ میرے حمایت کرنے والوں کو رکھے۔ کلام جسوقت مل گیا حتی الامکان دیکھنے میں قصور نہوگا۔ اخباروں میں جو کچھ میری نسبت کبھی کبھی کسی مہربان کی مہربانی سے چھپتا ہے میں نہ خود کبھی اس کا جواب دیتا ہوں نہ کسی دوست

کسی شاگرد کو اجازت دیتا ہوں۔ مشرب یہ ہے کہ اگر جو کچھ لکھا گیا ہے وہ سچ اور
صحیح ہے تو منفعل ہونا چاہیئے اور آیندہ احتراز کرنا چاہیے اور اگر تعصب سے
غلط بات لکھی ہے تو صبر کرنا چاہیے۔ ردو قدح میں طول عمل ہوگا فقط

امیر فقیر۔ ۱۹ جولائی ۱۸۹۸ء

رامپور مراد آباد

دلنواز۔ سلام شوق۔ سلام میں نے نہیں کہے۔ عہد فردوس مکاں میں حسب
فرمایش دو چار سلام موزوں کئے تھے وہ یاد نہیں کہ کس بستے میں ہیں۔ مل جائینگے
تو بھیجونگا۔ حضرت سوزاں کی کیفیت آپ ہی کچھ لکھیئے کہ اب مشغلہ کیا ہے اور دلی
کا تعلق کیوں ترک ہوا اور آیندہ کیا قصد ہے آیا وطن ہی میں اقامت مدنظر ہے
یا سفر کا ارادہ ہے اور سفر کا عزم ہے تو کدھر فقط۔

امیر فقیر۔ ۲۸۔ اگست ۱۸۹۸ء رامپور مراد آباد

مکرمی و محبی۔ سلام مسنون محبت نامہ آیا خادم کو خوش کیے کہ مجھ نکمے
حال کی مزاج پرسی کرتے رہتے ہو میں اس سچی محبت کی دل سے قدر کرتا ہوں
اور اپنے پیارے قدردان کے لیے دعا کرتا ہوں میں بفضلہ تعالیٰ اب تندرست
ہوں اور جس حال میں ہوں قابل شکر ہے کلام تا بمقدور دیکھکر بھیجتا ہوں۔ اطفال
فقیر با وجب رساں ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۵ نومبر ۱۸۹۸ء

ریاست رامپور مراد اباد

یاد آور کرم گستر سلامت۔ کارڈ آیا ممنون فرمایا۔ بحمد اللہ کہ میں زندہ

ہوں مگر اس زندگی سے جس میں احباب کی خدمت نہ کر سکوں شرمندہ ہوں
ہمیشہ عفو تقصیر کا خواستگار اور دعاے حسن انجام کا امیدوار رہتا ہوں
محمد احمد مع اپنے سب اخوان کے سلام نیاز عرض کرتے ہیں۔ حضرت دلسوز
سوزاں سلمہم اللہ تعالی کی خدمت میں بکمال اخلاص تسلیم۔

امیر فقیر۔ ۱۰ فروری ۱۸۹۱ء ریاست اجودھیا

میرے عنایت فرماے قدیم سلامت۔ سلام مسنون اخلاص و سپاس
مشحون۔ مدت کے بعد محبت نامہ آیا ممنون یاد آوری کیا بحمد اللہ زندہ ہوں
مگر اس وجہ سے کہ جس واسطے پیدا ہوا ہوں وہ کام نہیں کرتا ہوں زندگی سے
شرمندہ ہوں۔ اللہ تعالی اپنی طرف توجہ کی توفیق دے۔ آپ کی کم فرصتی شغل
علم میں ہے اس سے جی خوش ہے اللہ تعالی عمر و اقبال بڑہاے۔ غزل پہنچی اسی
وقت دیکھکر واپس بھیجتا ہوں اس خیال سے کہ خدا جانے پھر کب نوبت
آے۔ شعر بہت اچھے اچھے ہیں۔ اللہم زد و بارک۔ محمد احمد مع اخوان سلام
عرض کرتے ہیں۔ آب و ہوا یہاں کی آجکل فاسد ہے اور بازار حیات کاسد
خدا رحم فرمائے۔ میرے ایک عمدہ عزیز حکیم نعیم الزماں خلف اکبر جناب مولوی
محمد وجیہ الزماں خاں اسی مرض وبائی میں مبتلا ہو کر قضا کر گئے ان کی اس
واقعے سے جو قلق ہے وہ بیان نہیں ہو سکتا دل مٹی ہوا جاتا ہے۔ کیا خاک
لکھا جاے۔ اللہ صبر دے۔ میرے دلسوز قدیم حضرت سوزاں وہاں
ہوں تو سلام نیاز کہئے اور جب خط لکھا کیجئے تو معز الیہ کی خیریت و کیفیت
ضرور لکھا کیجئے مجھے حضرت موصوف کے ساتھ بدستور نیاز باقی ہے

گو ان کی طرف سے التفات نہیں خیر خوش رہیں اور اپنی تمنیات میں کامیاب۔

امیر فقیر - ۲۶ ذی الحجہ ۱۳۱۶ھ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ نوازش نامہ آیا مسرور کیا۔ تاریخیں صنم خانۂ عشق دیوان ثانی کی پہنچیں اور دفتر میں سپرد کردیں دیوان کی ترتیب میں اعزہ جان حکیم نعیم الزمان نعیم تخلص کے دفعۃً وبائے ہیضہ میں مبتلا ہو کر مرجانے سے ہرج ہوا کہ طبیعت اس صدمہ جانکاہ سے نہایت افسردہ ہو گئی اور وسیم و آدم سلمہا اللہ کے اصرار بعد التزام سے جو میں چند غزلیں روز گشت کو سن لیتا تھا وہ شغل بھی چھوٹ گیا ہے۔ اب چھپنے میں ذرا دیر ہو گی۔ تاریخیں آپ کی انشاء اللہ ضرور چھپیں گی۔ محمد احمد سلمہ رسالہ میں حضرت سونان مرحوم کی رحلت کا صدمہ سخت روح فرسا ہوا ہے۔ کیا آدمی تھے۔ خدا بخشے انا للہ کے سوا اس کا مرہم کہاں۔ اللہ تعالیٰ توفیق صبر دے۔ ان کے اعقاب میں جو انکا جانشین ہو وہ کون ہے کوئی لائق فرزند ہے یا نہیں ضرور لکھئے گا فقط

امیر فقیر ۹ ستمبر ۱۸۹۹ء

میرے دلنواز مجھ سے زیادہ مجھ پر مہربان میرے قدرداں سلامت محبت نامہ آیا مسرور کیا مگر غزل اس کی پشت پر ہے لہذا مجبوری اس سرمایہ سرور کو پھیر نا پڑا چیز دیکر پھیر لینا آپنے کس سے سیکھا ہے۔ یہ روش چھوڑ دیجئے اور آیندہ ایسا ستم نہ کیجئے اور کوتاہ قلمی بھی ذرا گھٹائیے۔ اب کے بار بہت دنوں کے بعد کچھ خط آیا میری کوتہ قلمی کو معاف کیجئے۔ میں گوناگوں مصائب و آلام میں گرفتار تھا ہوں۔ غزل آپ نے خوب کہی ہے ماشاءاللہ خوب ماشاءاللہ زمین بھی نئی

کبھی شعر بھی مزے کے نکلے۔ اپنا حق ثابت کرنے کو میں نے کچھ دخل دیا ہی۔ خدا جانے بگاڑا ہی یا بنایا ہی۔ تاریخ کا کئی بار قصد کیا اور دو ایک مادے پیدا ہوے بھی مگر خود مجکو بھی پسند نہیں آئے تو آپ کو کیا پسند آتے۔ فرصت تو ہوتی نہیں شب کو لیٹتے وقت کبھی خیال کرنا ہوتا ہی وہ بھی نصف شب کو کہ محنت کرتے کرتے طبیعت تنگ جاتی ہی خیر پھر سوچونگا۔ رسید ضرور بھیجئے تاکہ نگرانی نہ رہی اور غزل کے پہنچنے سے اطمینان ہو۔ سوزاں مرحوم کے اخلاف واقعی خلف ہیں یا اور قطع ہی۔ انکے عہد و نسب تو نہیں معلوم تاہم کہ علمی اور اخلاقی صفات میں خلف الرشید ہیں۔ مجھے اطمینان ہولے تو تعزیت نامہ لکھوں۔ والا فلا۔ ہائے! میرے سوزاں کے کیا صفات تھے۔ خدا بخشے۔ محمد احمد مع اخوان ماوجب رساں ہیں۔ آج کل آپ کے مشاغل کیا ہیں مفصل لکھئے۔ دیوان کے چھپنے میں بعض موانع سے کہ اس زمانے میں زیر بار زیادہ ہو گیا ہوں ذرا تاخیر ہی دعا کیجئے آپ بنی فاطمہ ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۱۲۔ نومبر ۹۹ء رامپور مراد آباد

سید صاحب مہربان و کرم فرمائے مخلصان سلامت۔ سلام مسنون میں بیمار تھا اب مرض تو بظاہر نہیں ہی مگر ضعف زیادہ ہی احباب کے بہت سے کام پڑے رہی۔ اور میں شرمندہ رہا۔ آپ کی فرمایش تاریخ کی تھی۔ آپ سے بھی عذر خواہ ہوں۔ وہ خطوط جن میں دن مہینا وقت وغیرہ رحلت کا تھا وہ پیشی میں نہ رہی چونکہ ڈاک میں کاغذ بکثرت آتے ہیں اور صندوقچہ معمور ہو جاتا ہے لہذا مہینے میں کئی کئی بار صاف کیا جاتا ہی کہ ضروری کاغذ مہتوں میں بند کر

اور بستوں میں بندہ جاتے ہیں باقی چاک ہوتے ہیں۔ بہرکیف اس قدر قیاس سے خیال آیا کہ سال رحلت سنہ ۱۳۰۰ ہجری ہوگا۔ لہذا اسوقت مادہ تاریخ تجویز کرکے تین مصرعے لگائے ہیں جو بھیجتا ہوں اگر پسند آئے تو خیر ورنہ پھر لکھدیجئے گا یہ خط محض بنظر احتیاط بیرنگ بھیجتا ہوں ورنہ ٹکٹ موجود تھا اطفال اور اہل دفتر لغت اردو واجب ماگزار ہیں۔ مجبا! اگر عمدہ کتابیں ہوں تو اپنے کتب خانہ میں غور کرکے اچھی اچھی کتابوں کی فہرست ضرور بھیجئے اور عمدہ کتاب میرے نزدیک مطلا و مذہب اور بہت خوشخط ہونے سے نہیں ہوتی بلکہ فی نفسہ مانی الکتاب کے حسن پر نظر رہی فقط

امیر فقیر مینائی ۔۔ ۳۰۔ ربیع الآخر سنہ ۱۳۰۶ ہجری

قطع تاریخ

زہے سید کا مشن آید پدید ۔۔۔ علی باحسین اربگرد و قرین
پئے سال رحلت بجا گفت امیر ۔۔۔ بگو تربت سید مسلمین ۱۳۰۰

مجبا۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا۔ بحمداللہ یہاں خیریت ہے۔ آپ کا کوئی خط مع غزل یا بغیر غزل اس زمانے میں نہیں آیا۔ آگے جسے شاید ڈیڑہ یا دو مہینے گزرے ہونگے ایک خط مع غزل جس کی زمین اسوقت یاد نہیں ہے مگر اتنا یاد ہے کہ کوئی نئی اور اچھی زمین تھی آیا تھا اور وہ غزل میں نے ضرور دیکھ کر بھیجی تھی اس کے بعد کوئی غزل نہیں آئی یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ غزل آتی اور میں دیکھکر نہ بھیجتا اور غزل بھی آپ کی۔ زیادہ کیا لکھوں۔ نہایت عدیم الفرصت ہوں۔ محمد احمد مع اخوان سلام و نیاز کہتے ہیں

بھی شعر بھی مزے کے نکلے - اپنا حق ثابت کرنے کو میں نے کچھ دخل دیا ہی - خدا جانے بگاڑا ہی یا بنایا ہی - تاریخ کا کئی بار قصد کیا اور دو ایک مادے پورے ہوے بھی مگر خود مجکو بھی پسند نہیں آے تو آپ کو کیا پسند آتے - فرصت تو ہوتی نہیں شب کو لیٹتے وقت کبھی خیال کرنا ہوتا ہی، وہ بھی نصف شب کو کہ محنت کرتے کرتے طبیعت تھک جاتی ہی - خیر پھر سوچونگا - رسید ضرور بھیجئے تاکہ نگرانی نہ رہی، اور غزل کے پہنچنے سے اطمینان ہو - سوزاں مرحوم کے اخلاف ایسی خلف ہیں یا اور قطع ہی - انکے عہد دوستی تو نہیں معلوم تہا کہ علمی اور اخلاقی صفات میں خلف الرشید ہیں - مجھے اطمینان ہو لے تو تعزیت نامہ لکھوں - والا فلا - ہائے! میرے سوزاں کے کیا صفات تھے - خدا بخشے - محمد احمد مع اخوان واجب دساں ہیں - آج کل آپ کے مشاغل کیا ہیں مفصل لکھئے - دیوان کے چھپنے میں بعض موانع سے کہ اس زمانے میں زیر بار زیادہ ہو گیا ہوں ذرا تاخیر ہی دعا کیجئے آپ بنی فاطمہ ہیں فقط

امیر فقیر - ۱۲ - نومبر ۸۹ء رامپور مراد آباد

سید صاحب مہربان وکرم فرماے مخلصان سلامت - سلام مسنون میں بیمار تھا اب مرض تو بظاہر نہیں ہی مگر ضعف زیادہ ہی احباب کے بہت سے کام پڑے رہے - اور میں شرمندہ رہا - آپ کی فرمایش تاریخ کی تھی - آپ سے بھی عذر خواہ ہوں - وہ خطوط جن میں دن مہینا وقت وغیرہ رحلت کا تھا وہ پیشی میں نہ رہے چونکہ ڈاک میں کاغذ بکثرت آتے ہیں اور صندوقچہ معمور ہو جاتا ہے لہذا چھٹنے میں کئی کئی بار صاف کیا جاتا ہی کہ ضروری کاغذ مسوّں میں بندہ کر

اور بستوں میں بندہ جاتے ہیں باقی چاک ہوتے ہیں۔ بہرکیف اس قدر قیاس
سے خیال آیا کہ سال رحلت سنہ ۱۳۰۰ ہجری ہوگا۔ لہذا اسوقت مادہ تاریخ تجویز
کرکے تین مصرعے لگائے ہیں جو بھیجتا ہوں اگر پسند آئے تو خیر ورنہ پھر لکھدینگے
یہ خط محض بنظر احتیاط بیرنگ بھیجتا ہوں ورنہ ٹکٹ موجود تھا اطفال اور اہل
دفتر لغت اردو ماوجب گزار ہیں۔ مجبا! اگر عمدہ کتابیں ہوں تو اپنے کتب خانہ
میں غور کرکے اچھی اچھی کتابوں کی فہرست ضرور بھیجئے اور عمدہ کتاب میرے
نزدیک مطلا و مذہب اور بہت خوشخط ہونے سے نہیں ہوتی بلکہ فی نفسہا فی الکتاب
کے حسن پر نظر رہے فقط

امیر فقیر مینائی ۳۰ ربیع الآخر سنہ ۱۳۰۶ ہجری

قطعہ تاریخ

زہے سید کاملش آید پدید — علی با حسین از بگرد و قرین
پئے سال رحلت بجاکش امیر — بگو تربت سید مسلمیں ۱۳۰۶

مجبا۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا۔
بحمد اللہ یہاں خیریت ہے۔ آپ کا کوئی خط مع غزل یا بغیر غزل اس زمانے
میں نہیں آیا۔ آگے جسے شاید ڈیڑھ یا دو مہینے گزرے ہونگے ایک خط مع غزل
جس کی زمین اسوقت یاد نہیں ہے مگر اتنا یاد ہے کہ کوئی نئی اور اچھی زمین تھی آیا تھا
اور وہ غزل میں نے ضرور دیکھ کر بھیجی تھی اس کے بعد کوئی غزل نہیں آئی۔ یہ
کیسے ہوسکتا تھا کہ غزل آتی اور میں دیکھکر نہ بھیجتا اور غزل بھی آپ کی۔ زیادہ
کیا لکھوں۔ نہایت عدیم الفرصت ہوں۔ محمد احمد مع اخوان سلام و نیاز کہتے ہیں

ہمیشہ اپنے خط خیریت نمط سے مسرور کرتے رہا کیجئے فقط

امیر فقیر - ۲۱ - مارچ سنہ ۹ء

سید صاحب - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ - مہربانی نامہ آیا تو تیز حوادث و وقائع رحلت عزیزان سامی سے سخت قلق ہوا - انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا اس داغ کا کوئی مرہم نہیں - اللہ صبر و شکر و تسلیم و رضا کی توفیق دے جس بلا پر صبر کی توفیق ہو وہ اس نعمت سے کہیں بہتر ہے جس پر شکر کی توفیق نہو - یہاں بھی مرض حد وبائیت کو پہنچا ہے اطبا و عطاروں کے دربار گرم ہیں مگر بحمد اللہ ابھی نجات غالب ہے اور ہلاکت مغلوب - میرے ایک عزیز کی لڑکیوں کی شادی تھی گھر عشرتکدہ ہو رہا تھا دوسرے دن عقد کی شادی چلنے والے باپ کے جو جوان سال خوش خصال تھے دنیا سے دفعتہً کوچ کر کے اس عشرتکدہ کو ماتم کدہ کر دیا - جو مہمان نزدیک و دور سے بیاہ میں آئے تھے وہ تجہیز و تکفین میں شریک ہوے - دنیا عجب عبرت گاہ ہے مگر افسوس کچھ عبرت نہیں ہوتی ہے

آساں نہیں ہے دام سے دنیا کے چھوٹنا   یہ ایک بڑے حکیم کا باندھا طلسم ہے

میری اولاد میں بھی پانچ آدمی مبتلا ہوے تھے مجھے بھی حرارت ہے - اللہ رحم فرمائے اور صحت دلخواہ دے نہیں تو دنیا سے اٹھا لے - دعائے خیر کا طالب ہوں - آپ بھی فاطمی ہیں ضرور دعا کیجئے کہ اللہ مجھ سیاہ کار کا خاتمہ بخیر کرے - محمد احمد تسلیم عرض کرتے ہیں -

امیر فقیر - ۲۵ اپریل سنہ ۹ء - امروہہ مراد آباد

دلنواز۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ خط آپ کا آیا ممنون فرمایا ہیں اللہ کی عنایت سے بخیریت ہوں باقی زندگی میں مرض وصحت سے نجات کہاں برخوردار محمد احمد کے پھوڑا نکلا تھا جس سے بڑی تکلیف اٹھائی۔ اب بفضلہ اچھے ہیں۔ اور برخوردار ممتاز احمد وجع مفاصل میں عرصہ سے مبتلا ہیں آپ کی دلنوازی وعنایت فرمائی کا بہت ممنون ہوں امید کہ گاہ گاہ خیریت مزاج سے مطلع کرتے رہیں گے۔ زیادہ خیریت ہے۔ مکرر آنکہ میں بھی مشتاق ملاقات کا ہوں مگر مشغلہ کسب کمال کا بہت اچھا ہے۔ خدا کرے کہ بعد فراغ اطمینان کے ساتھ ملاقات ہو فقط۔

امیر نقیر ۵ جولائی سنہ ۹۶ء۔

میری قدر کرکے میرا دل بڑھانے والے خدا تم کو زندہ رکھے اور اقبال بڑھائے۔ آمین محبت نامہ آیا دل کو تسکین ہوئی تمنے میری انشا پردازی کی ستایش کرکے اور مجھے شرمندہ کیا۔ شرمندگی کے ساتھ تمہاری قدردانی کا جو محض محبت سے ہے شکر گزار ہوں۔ خطوط جب میں شوق سے اچھے لکھتا تھا وہ ذخیرہ ایک سو کئی جزو کا میرے ایک شاگرد نے جمع کیا تھا۔ سولہا برس ہوئے کہ وہ بیچارہ مرگیا اور اس ذخیرہ کا پتا نہ لگا پھر کسی نے جمع نہیں کیا۔ تین چار شاگردوں نے کبھی کبھی کچھ خطوں کی نقلیں اپنی پسند کے موافق لکھ لیں وہ جابجا ہیں بعض تحریروں کی نقلیں لڑکوں نے کر لی ہیں اور جب سے دفتر امیر اللغات کھولا گیا ہے محرر ان دفتر بعض مکاتبات لکھتے ہیں

یہ سب بھی اگر جمع ہوں تو ایک مجموعہ ہو سکتا ہی۔ مگر کون یہ کام کرے۔ شدید ضرور ہی کہ کوئی خوش سلیقہ فہمیدہ و سنجیدہ آدمی ترتیب دیکران کو بھی لکھے اور میں ایک نظر دیکھکر جو مطالب شایع کرنیکے ہوں ان کو نکالدالوں۔ لیکن مگر اس کی فرصت ہی نہیں ہی۔ کروں کیا "یک انار صد بیمار" کا مصداق ہوں کاہشوں سے نجات نہیں ہوتی یہ لغت اردو کا جسکو لکھ رہا ہوں اس نے کسی کام کر لینے کا وقت نہیں چھوڑا ہے۔ اور پھر وہ بھی جلد نہیں ہوتا ہے اور ہو کیونکر روپیہ پیسہ بہت چاہئے اور یہاں اب تھوڑا سا بھی نہیں ہے خیر خدا مالک ہی وہی کسی فراخ حوصلہ کو ہمت دیدے تو کام چلے اور اب تک جو ہزارہا روپیہ میرا صرف ہوا ہی وہ رائگاں نہ جائے اور جو ٹھکانے لگے اگر یہ کام ہو گیا تو عجب عمدہ کام ہو گا ایسا پورا لغت اردو کا اب تک کوئی نہیں اور آئندہ بھی امید نہیں ہی اسواسطے کہ اب زمانہ اس زبان کو مٹاتا جاتا ہی زیادہ کیا لکھوں۔ آپ کو اپنا دلسوز سمجھکر کچھ تھوڑا اپنا لکھ گیا ہوں خط نظر اغیار سے محفوظ رہے۔ بعد کے ساتھ لفظ میں کا لانا خلاف فصاحت ہی اور ہو کی جگہ ہوئے ہاں ہوئے اگلی زبان ہے۔ غزل دیکھی کیا ترقی ہوئی ہی اور کیا اچھے اچھے شعر کہے ہیں۔ بارک اللہ فی عمرکم۔ اطفال عجب گزار ہیں۔

امیر فقیر۔ ۷ اپریل سنہ ء

پیارے ناہر۔ رسیلے لوکاٹ پہنچے اور باعث شکرگزاری ہوئے۔ اگرچہ یہ لوکاٹ اعلیٰ قسم کے نہ تھے جیسا کہ سہارنپور کے لوکاٹ مشہور ہیں

اور تم بھیجا کرتے ہو تاہم آپ کے خلوص و محبت کے ساتھ تحفے کا دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے اور دلنوازی میں فرد کرے۔ میں مدت سے آپ کے خط کا منتظر تھا اور حیرت تھی کہ آپ نے مراسلت کیوں ترک کی بحمد اللہ کہ آج آپ کی تحریر پر تنویر دیکھنے میں آئی چونکہ اختصار کی وجہ سے تسکین خاطر پورے طور سے نہیں ہوئی۔ لہذا مفصل تحریر کا خواستگار ہوں۔ میری طبیعت اس زمانے میں بہت خراب رہی بخار آنے لگا تھا۔ اب اللہ کے فضل سے اچھا ہوں۔ سب بندہ زادے سلام کہتے ہیں فقط

امیر فقیر ۱۳۔ اپریل سنہ ۹۱ء رامپور

حضرت زاہد کو ایک رند آلودۂ گناہ کا سلام پہنچے۔ اور رحالی خاطر صحبت ماثر ہو۔ کہ تاریخ تو خط میں ہے نہیں جو معلوم ہو کہ یہ خط کب چلا کب پہنچا۔ اور لفافے پر ڈاک کی مہر پوری کھلی نہیں۔ بہرکیف آج ایک خط مجھے ملا جس میں یہ غزل تھی جوشِ نقشِ پا۔ ہجوم انتشار میں غزل دیکھی اور اپنے گمان میں بنائی واقعی خدا جانے بگاڑی ہے یا بنائی ہے۔ جو الفاظ کاٹ دیئے کاٹنے کے وجوہ آپ غور سے سمجھ لیجئے گا۔ زمین مشکل اور پامال ہے شعر آپ نے اچھے اچھے کہے ہیں۔ میں نے جن شعروں پر صاد کئے ہیں وہی رکھئے گا۔ مجھے فرصت و اطمینان نہیں ہے ورنہ وجوہ بھی حواشی پر لکھ دیتا۔ ماشاء اللہ آپ خود ذہین ہیں سمجھ لیں گے۔ سبحان اللہ کیا غزل کہی ہے اور کس ٹیڑھی زمین میں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و اقبال میں برکت دے اور خیال میں اور وسعت۔ مطالعۂ کتب سے آپ کو فرصت نہیں ہوتی اور کتاب بینی کا مشغلہ رہتا ہے ذرا مہربانی کر کے

اپنے کتب خانہ کی فہرست بھجوائیے شاید کوئی کتاب مجھے مطلوب ہو تو مستعار لینے کی درخواست کروں اور نقل لیکر باحتیاط بھیجدوں۔ امیر اللغات کی جلد چھپی ہی اور آپ کے پاس جلد پہنچے گی۔ محمد احمد تسلیم گزارہیں۔

امیر احمد مینائی عفی عنہ۔ ۳۰ جولائی سنہ

دلنواز! سلام و نیاز کے بعد التماس ہی کہ ماشاء اللہ کیا اچھے اچھے شعر آپنے کہے ہیں۔ خدا آپ کی عمر و اقبال میں برکت دے۔ غزل اور خط ایک ہی کاغذ پر تھے خط کا واپس کرنا بہت ہی شاق ہوتا ہی مگر مجبور ہوں۔ آیندہ ایسی پیاری چیز دیکر پھیر لینے کا ارادہ نکیلیجیے۔ انشا کی غزل کے سوا البیلا میلا کے قافیوں میں میں نے کوئی غزل اب سے پہلے نہیں دیکھی۔ کیا عمدہ غزل آپ نے کہی ہی آپ کی طبیعت کا حسن ہر شعر سے ظاہر ہی افسوس ہی کہ میں آپ کی خدمت گزاری سے قاصر رہتا ہوں ورنہ آپ کا شوق چمک جاتا۔ پیرانہ سالی کے علاوہ اور بہت سے اسباب ہیں جو مجھکو شاعری کے طرف متوجہ ہونے سے روکتے ہیں چھیلا کا قافیہ ضرور کہنے کا ہی۔ شوخ لفظ ہی ضرور لکھیے۔ نوش کا قافیہ خوب کہا ہی سبحان اللہ۔ ڈھونڈتا ہی کی جگہ ڈھونڈے ہے اب زبان میں ہے قدما کہتے ہیں متاخرین نے ترک کردیا ہی۔ خورد و نوش مستعمل ہی فقط نوش اس محل پر زبان نہیں ہی۔ اور کوئی عیب نہیں۔ مضمون اچھا ہی اور معنا درست لہذا رہنے دیا۔ ضروری محو و اثبات لکھدینے کی تو مجھے عادت ہی مگر آپ خود فہمیدہ ہیں آپ کو ذرا ذراسی بات لکھنا کیا ضرور ہی معہذا اصلاح سے زیادہ ہر جگہ وجوہ اصلاح لکھنا دشوار ہی اور اکثر وجوہ وجدانی ہوتے ہیں جنکو طبع سلیم

سمجھ لیتی ہے۔ گوہر انتخاب کی فکر ہی گی اور جب ٹھیک کا بھیجونگا بالفعل میری تالیفات
مطبوعہ میں جو کتابیں موجود ہیں وہ بھی دو تین کتابیں ہیں - امیر اللغات اردو
زبان کا فتاوے اور خیابان آفرینش میلاد شریف نثر اور دیوان نعت جس
میں کچھ کلام نیا بڑھایا ہی اور خیابان آفرینش کے ساتھ محامد خاتم النبیین ملا کر چھپوایا
ہی۔ محامد کا نسخہ بار بار چھپنے سے بہت غلط ہوگیا تھا۔ اس کو کچھ صحیح بھی کیا ہی
اشتہار دفتر سے آپ کے نام غالباً روانہ ہوا ہوگا اور نہ پہنچا ہو تو ریاض آزاد
وغیرہ میں دیکھ لیجئے گا یا لکھئے تو یہاں سے بھیجدوں۔

امیر فقیر۔

۲۲- جولائی ۱۸۹۹ء

محب دلنواز۔ سلام و دعا - محبت نامہ اور اس کے ساتھ انگریزی
الفاظ کے اوراق جن میں بعض جزائر اور ممالک وغیرہ کے نام بھی شامل
ہیں اور بعض لغات اردو کے اوراق کا پمفلٹ مجھے پہنچا - تمہاری
سچی ہمدردی اور پوری محبت و سعادت سے بہت ہی جی خوش ہوا
خدا تمہاری لیاقت اور عمر و مراتب میں ترقی دے ملک
میں اب اس ہمدردی اور دل سوزی کے لوگ بہت کم ہیں جو دوسرے
کے لیے اپنے اوپر محنت گوارا کریں - میں تہ دل سے تمہاری اس عنایت کا
شکر گزار ہوں میں دو مہینے سے آشوب چشم میں مبتلا ہوں لکھنا پڑھنا بالکل
چھوٹ گیا ہی ذرا مجھے آرام ہو لے تو تمہارے بھیجے ہوئے اوراق کو بغور دیکھونگا
اور جو بات ان میں نئی ملے گی اس کو لغت میں داخل کر کے ملک کو فائدہ

پہنچاؤنگا۔ میرے پاس بھی الف سے ی تک مسلسل معنی و مثل کی ساتھ لغت موجود ہے جس کا نام میں نے بہار ہند رکھا تھا۔ مگر وہ فارسی عبارت میں گلشن فیض کی قطع کا ہے اب جہاں تک ممکن ہو اس سے بڑھانا مقصود ہے۔ امیراللغات اس سے کئی حصہ زیادہ ہوگا تاہم آپ کے مرسلہ اوراق کو میں بہت شکر سے اور قدر کی نگاہوں سے دیکھکر دفتر میں رکھونگا۔ انگریزی الفاظ سے مجھے کوئی مناسبت نہیں اس لیے اس کا ایسا ذخیرہ نہ میرے سینے میں ہے نہ سفینے میں جس سے یہ معلوم ہو کہ اتنے الفاظ اردو نے قبول کر لیے ہیں۔ کتابیں بھی ایسی اب تک بہت کم ملک میں تالیف ہوئی ہیں صرف فرہنگ فرنگ اور بعض اخبار کے اوراق جنھیں ایسے لفظ جمع کیے گئے ہیں دفتر میں موجود ہیں۔ اس لیے میں تم کو ایسے الفاظ کے جمع کردینے کی ضرور تکلیف دونگا۔ اس کا احسان نہ صرف مجھپر ہوگا بلکہ ملک ممنون ہوگا۔ تم نے جو انگریزی الفاظ امیراللغات میں کم پائے اس کی وجہ یہ ہے کہ کمیٹی میں باتفاق یہ رائے قرار پائی کہ امیراللغات میں وہی الفاظ انگریزی کے داخل کیے جائیں جن کی جگہ اردو میں کوئی فصیح مختصر اور ٹھیک انھیں معنوں میں لفظ موجود نہیں ہیں۔ آفس۔ آنر۔ آرڈر وغیرہ لکھے لکھائے مسودے سے خارج کر دیے گئے کیونکہ آفس کی جگہ کچہری اور دفتر اور آنر کی جگہ منصب، آرڈر کی جگہ حکم موجود ہے۔ آنر۔ آنریبل۔ آنریری وغیرہ لکھے گئے ہیں۔ باقی کیا لکھوں۔ ہاں یہ مسرت کہ تم سے لائق شخص کی نظر میں امیراللغات سب طرح سے اچھا اور ملک و زبان کی ضرورت کو پورا کرتا ہوا جنچا۔

امیر فقیر۔ ۲۶۔ ستمبر سنہ ۱۸۹۱ع

پیارے زاہد دعائیں لو۔ تمہاری غزل پس جام شراب جب سے آئی کئی
بار ارادہ ہوا کہ بناؤں مگر اس موسم بارد میں میری طبیعت کو بار بار ہرج ہوجاتا کہ
سنبھلنے نہیں پاتی کہ پھر بگڑ جاتی ہی اور یہ زمین بھی ایسی ہی کہ اسمیں سنبھل کر قدم
رکھنا چاہیئے ناچار اسوقت یہ کارڈ رفع نگرانی کے واسطے بھیجتا ہوں غزل
جب دیکھونگا تو بھیجونگا۔ تم سے خفگی کا کیا موقع ہی۔ میں تمہاری لیاقت و صلاحیت
و بے لوث محبت سے بہت ہی خوش ہوں اللہ تعالی تمہاری عمر و اقبال میں
برکت دے۔ تم ہمیشہ اپنی خیریت اور ترقی اقبال و دولت سے مسرور کیا کرو۔ اور
میری کوتہ قلمی کی تقصیر کو معاف کردو۔ امیر اللغات میں مدد دینے سے ہاتھ نہ روکو
یعنی جو کچھ ہو سکے وہ لکھا کرو اور ممنون و مشکور کیا کرو۔ اگر نجم الامثال کے
سوا کوئی ذخیرہ مثلوں اور شان امثال کا ملے تو بڑا کام نکلے مثلیں تو خزینۃ الامثال
میں ملتی ہیں مگر شان امثال نہیں ملتی۔ سوزاں مرحوم نے ایک زمانے میں
وعدہ کیا تھا کہ اس کا مادہ میں دونگا۔ افسوس ہے کہ وہ چل بسے۔ گوہر انتخاب
اور امیر اللغات کے باب میں کیا بات آپ پوچھتے ہیں مجھے یاد نہیں پھر
لکھ بھیجئے۔ محمد احمد سلام نیاز عرض کرتے ہیں اور ان کے اور اخوان بھی
اظہار شوق کرتے ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۱۳ جنوری ۱۸۹۳ء۔

پیارے زاہد۔ زہد مشرب۔ جام شراب والی غزل اسوقت میں نے
دیکھی اور درست ہوکر چھپنے لگا۔ مشکل زمین تھی مگر تم نے بہت اچھے اچھے
شعر کہے اللہ تمہاری عمر میں برکت دے اور اقبال بڑھائے۔ میری طبیعت

اب تک صحیح نہیں ہے اور اس موسم بارد میں کو ناگون تکلیفیں رہتی ہیں۔ ارحم الراحمین رحم فرمائے۔ اور بتصدق رحمۃ للعالمین خاتمہ بخیر کرے۔ گوہر انتخاب کا کوئی نسخہ ہے تو ضرور مگر ڈھونڈھکر نکالنا دشوار ہے جسوقت کہیں نظر پڑ جائیگا ضرور بھیجونگا۔ امیر اللغات کی جلد ثانی غالباً الف مقصورہ ہی پر تمام ہو۔ یا شاید بائے موحدہ کا بھی کوئی ٹکڑا شریک ہو جائے۔ تم سے اگر ممکن ہو تو زبان کی اصلیت کہ ابتدا کہاں سے یہ زبان پیدا ہوئی اور کن کن تغیرات کے بعد اس حد کو پہنچی وغیرہ وغیرہ لکھو۔ تذکرۂ آبحیات میں آزاد نے اور جلوۂ خضر میں صفیر نے اور گلستان سخن میں مرزا صابر بخش شاہزادہ دہلی نے کچھ کچھ اس بحث کو لکھا ہے میں چاہتا ہوں کہ امیر اللغات میں یہ بحث ان سے الگ اور نہایت شرح و بسط کے ساتھ لکھی جائے مگر اس کے مادّے کا پتہ نہیں لگتا کہ کہاں سے اخذ کیا جائے تم کہیں سے ٹوہ لگاؤ۔ میں بھی فکر میں ہوں جو کچھ آزاد و صفیر وغیرہ نے لکھا ہے امیر اللغات میں اس کی نقل کر دینے کو تو جی نہیں چاہتا۔ نئی باتیں بھی پیدا ہوں اور ان کے ضمن میں یہ باتیں بھی سب آجائیں۔ اور عنوان تحریر کا ان سے الگ ہو تو مضائقہ نہیں۔ الف کا گرنا جائز نہیں۔ ہندی کا الف جو آخر میں ہو وہ گرتا ہے بعض شعرا نے جو ایسا کہا ہے وہ قابل استناد نہیں ہے کیونکہ اساتذہ کی طرف سے وہ ہمیشہ مورد ایرادات رہے ہیں۔ مطلع میں میں نے دخل دیا ہے یا ہاتھ تک اس کے جو ہو دست رس جام شراب کیوں نہ اس ہاتھ سے ہو پھر ہوس جام شراب دوسرے مصرع میں (اس ہاتھ سے) کی جگہ (میخواروں کو) بنا دیا ہے کیونکہ لطف اسیقدر مضمون میں ہے۔ کہ جب جام شراب کو بھی فخر حاصل ہے تو اس کے

ہاتھ تک پہنچائیے تو ایسے جام شراب کی ہوس میخواروں کو کیوں نہو اور جب
اسی ہاتھ سے کہئیے گا تو جام شراب کے اس ہاتھ تک پہنچنے کا فائدہ کچھ
نہ ہوگا ۔ جرس کا کہرکنا فصحا نہیں کہتے ۔ مقطع بھی بدل دیجئے ۔ چشم بد دور ابھی تمہارا
آغاز شباب ہے بڑہاپے کے مضمون کا ابھی کیا موقع ہے ۔ اطفال فقیر باجب
گذار ہیں فقط

امیر فقیر ۲۰ ۔ جنوری ۱۸۹۲ء

محب عزیز من ۔ دعائیں لو خط پہنچا ۔ ممنون یاد آوری کیا بعض موانع سے
جبکا قصہ طول ہے ابتک امیر اللغات کے دوسرے حصہ کے چھپنے کی نوبت
نہیں آئی زمانہ دم نہیں لینے دیتا ۔ نصف نظر ثانی سے باقی ہے غالباً بیس جزو کا یہ
حصہ بھی ہوگا اور صرف الف مقصورہ کا ۔ امید کرتا ہوں کہ ۱۵ جون سے چھپنے
کے واسطے روانہ ہونا شروع ہو جائے گا اپنا حال کیا لکھوں پیری و صد عیب
آپ اپنی خیریت سے مطلع کرتے رہا کیجئے

امیر فقیر ۔ ۹ مئی ۱۸۹۲ء

پیارے زاہد ۔ الہی تم ہو اور دونوں جہان کی لذتیں ۔ دنیا میں ہر مکروہات
سے محفوظ رہو اور عقبیٰ میں نعمات سے محظوظ ۔ مدت کے بعد محبت نامہ آیا میں
نے اس کو سینے سے چمٹایا آنکھوں سے لگایا ۔ جواب میں تاخیر اس وجہ سے
ہوئی کہ امیر اللغات کے دوسرا حصے نکلنے میں وقت سے تجاوز زیادہ ہو گیا
ہے اس لیے باوصف عدم صحت اور ضعف و نقاہت اسی حصے کی تکمیل میں
مصروفی ہوتی ہے اور کسی وقت اور کام کرنے کی فرصت نہیں ملتی چاہتا تھا کہ

وقت ملے تو تمہاری ہدایات بہت غور سے دیکھوں اور اردو کی تحقیق
میں جو کچھ تمنے لکھا ہی اس پر اچھی طرح نظر کروں تو اس کے بعد جواب لکھوں
مگر اسوقت تک ایسا وقت نہ ملا - یہ حصہ ثانی جس پر نظر ثانی ہو رہی ہی چھپنے
کو بھیج لوں تو آپ کی تحریر کے ہر جزئے کو تدقیق نظر سے دیکھوں اور صاحبان
رائے موجودہ دفتر سے بھی بحث کر کے رائے لوں - اس وقت ان سطور
کے لکھنے سے صرف رفع نگرانی اور بالاجمال آپ کی شکر گزاری مقصود ہی
مگر شکر تو ادا ہو نہیں سکتا اس کے عوض بھی اس اخلاص نامہ مختصر کو دعا پر
ختم کرتا ہوں - الہی قابلیت ولیاقت ورشد سعادت و عمر دولت روز افزوں ہو
فقط آپ کی سچی محبت کا منت پذیر

امیر فقیر از ریاست رام پور روہیلکنڈ

۱۷ جون ۱۸۹۲ء روز جمعہ

مجی سلام مسنون دعا مشحون - محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا تھا سے
مرسلہ اوراق کی نسبت میرا یہ خیال نہیں ہی کہ بعد طبع حصہ دوم ان کو دیکھ لونگا
بلکہ منشا میری تحریر کا یہ ہی کہ مسودے پر جو نظر ثانی ہو رہی ہی اس سے فراغ
ہو لے تو ان اوراق پر نظر ڈالوں اور جو باتیں نئی اور مفید مطلب ہیں انکو
اس میں چھپنے کے قبل داخل کر دوں - ورنہ بعد چھپ جانے کے الف
مقصورہ کے لغات کو دیکھنا کیا کام آسکتا ہی پہلے خط میں تم نے لکھا تھا
کہ ایک کتاب سنسکرت کی مفید لغت اردو دستیاب ہوئی ہے ہمارے
یہاں علم سنسکرت کے ماہر ایک پنڈت ہیں اگر تم اس کتاب کا کوئی جزو

بھیجو تو یہاں پنڈت سے دریافت ہو سکتا ہی کہ یہ کتاب امیر اللغات کے لیے کہاں تک مفید ہی باقی ہیں تمہارے حسن لیاقت سے بہت خوشی اور تمہاری سعادت و محبت و اعانت کا بہت ممنون ہوں فقط

امیر فقیر رام پور اسٹیٹ - ۱۹ - جون ۱۸۹۲ء

مجی سلام و دعا - کارڈ پہنچا - مجھے خیال تھا کہ جو باتیں آپ نے دریافت کی تھیں اس کا جواب میں دے چکا ہوں مگر افسوس ہی کہ یا تو میرے یاد کی غلطی تھی یا میرا خط ڈاک میں تلف ہو گیا - اب لکھتا ہوں کہ امیر اللغات کا دوسرا حصہ بوجوہ اب تک چھپنے کو نہیں گیا - انشاء اللہ تعالیٰ اسی مہینے سے تھوڑا تھوڑا کر کے روانہ کیا جائے گا - آپ کے مرسلہ اوراق میں نے دیکھے اور جس جس جگہ سے مدد ملی اس سے فائدہ اٹھایا - مگر اردو کے لفظ میں بالفعل مختصر طور پر کچھ لکھدیا گیا ہی - اور ہمیشہ سے یہ خیال ہی کہ اس کی تحقیق علیحدہ لکھکر لغت میں لگائی جائے - کتاب ختم ہونے تک جسوقت موقع ملا یہ خیال پورا کیا جائے گا - اور آپ نے جو کچھ اس کی نسبت لکھا ہی وہ بھی آنکھوں کے سامنے رہیگا تاکہ مفید باتیں اس میں سے بھی چن لیجائیں - گوہر انتخاب جہاں سے ملسکتا ہی انکا پتا آپ کو لکھا جاتا ہی - میرے پاس کوئی جلد اسکی نہیں ہی - امیٹھی بندگی میاں کی - ضلع لکھنو - قاضی سید تصور حسین صاحب آپ ان سے ویلو پی ایبل خواہ ٹکٹ بھیجکر منگوا لیجئے - ایک روپیہ سے کم قیمت ہی ٹھیک یاد نہیں - اپنی خیریت سے ہمیشہ مسرور فرماتے رہیئے - خدا آپ کی عمر دراز کرے فقط

امیر فقیر ۳ - اگست ۱۸۹۲ء

سعید و رشید دارین عزیزی سید زاہد حسین کو ترقی عمر و اقبال کی
دعائیں ۔ محبت نامہ پہنچا ۔ اور اس کے ساتھ وہ الفاظ بھی پہنچے جو آپ نے کسی
ڈکشنری سے منتخب کر کے لکھے ہیں ۔ میں آپ کی اس محبت و سعادت اور
امیر اللغات کے ساتھ دلی ہمدردی اور اس کی امداد کے خیال کا بہت بہت
شکریہ ادا کرتا ہوں ۔ افسوس ہے کہ نصف ٹکڑا دوسرے حصہ کا داخل کو
چھپنے کے لیے روانہ ہو چکا لیکن پھر بھی جہانتک اس ٹکڑے میں الفاظ کا بڑھانا
ممکن ہوگا کوشش کیجاے گی اور یہ ٹکڑا تو اب تک یہاں موجود ہے ۔ میں استعمال
کلام اور لغات سے عوام اور خواص کے وہی الفاظ لیتا ہوں جو اردو
لغت کی شان پر پہنچتے ہیں ۔ آپ کے مرسلہ الفاظ میں بھی جو لفظ ایسے
ملیں گے داخل لغت کئے جائیں گے ۔ میں نے بہت دنوں ملک کی رائے
پر کام کرنا چاہا مگر باہم رایوں کا اختلاف اسقدر ہوا کہ میں عاجز آ گیا ۔ چند
نازک خیال اور عالی دماغ احباب نے بھی رائے دی کہ ان جھگڑوں میں لغت
تالیف سے رہجائے گا ۔ صرف اپنی رائے کو دخل دینا چاہیے ۔ ملک سے
بہت دنوں صلاح و مشورہ کیا گیا ۔ ناچار میں اب اپنی ہی رائے سے کام
لیتا ہوں اور جو عزیز یا دوست میری مدد کرتا ہے اور اپنی کوئی صائب رائے
ظاہر کرتا ہے اس کا شکر گزار ہوتا ہوں اور اس کی رائے ماننے نہ ماننے میں
ہٹ دھرمی نہیں کرتا ۔ جن لغات متروک کے آپ نے نام لکھے وہ سب
اور ان کے علاوہ اور بھی اس دفتر میں موجود ہیں اور پیش نظر رہتے ہیں مجھ کو
نہیں معلوم ہے کہ کون کونسے اخبار اس زمانے میں امیر اللغات کی نسبت

لڑتے جھگڑتے ہیں۔ اکمل الاخبار نے تھوڑے دنوں سے لکھنا چھوڑ دیا
آزاد۔ ریاض الاخبار۔ نجم الاخبار۔ سرمور گزٹ۔ اور وفادار اس دفتر میں
بھی آتے ہیں۔ ان اخباروں میں مدت سے کوئی بحث اس قسم کی نہیں
چھپی۔ آزردگی۔ آسودگی۔ آشفتگی آوارگی۔ یہ سب قاعدے کی بنا پر
چھوڑ دئیے گئے۔ اور آزادہ رو۔ آفس۔ آفیسر۔ آوارہ مزاج۔ آنچل ڈھلنا
بیشک امیر اللغات میں نہیں ہیں بعض تو اختلاف رائے کی وجہ سے عاجز
ہو کر چھوڑ دئیے مثلاً آفس کہ اس کی جگہ کچہری اور دفتر کا لفظ موجود ہے
جو آدھی انگریزی اور آدھی اردو بولتے ہیں زیادہ انہیں کی زبانوں پر یہ لفظ
ہے۔ اور آفیسر لکھنے کی کوئی وجہ نہ تھی۔ افسر موجود ہے اور اس دوسرے حصے
میں لکھا گیا ہے۔ اور بعض نقص استقرا سے رہ گئے۔ یہ الزام بیجا ہے
اس کا دعوی کبھی نہیں کیا گیا کہ امیر اللغات میں کوئی لفظ چھوٹنے نہ پائیگا
کیونکہ یہ محال ہے۔ بڑے بڑے فارسی اور عربی کے لغات موجود ہیں
جن میں روزمرہ کے صدہا الفاظ نہیں ملتے۔ صراح وغیرہ پر دس ہزار
لغات صاحب قاموس نے بڑھائے۔ صاحب غیاث اللغات نے
کیا کچھ کوشش نہیں کی مگر پھر بھی صدہا الفاظ نہیں ملتے۔ اردو میں اس
وقت جتنے لغت لکھے گئے ہیں انکا یہی حال ہے کہ پہلے میں دس لغت
ہیں تو دوسرے میں بیس تیسرے میں پچاس ہیں تو چوتھے میں سو۔ ہاں
ہم نے یہ قصد کر لیا ہے کہ جو لغات حصہ چھپنے کے بعد چھوٹے ہوئے
معلوم ہوں گے وہ سب ایک جگہ جمع ہوتے جائیں گے اور

ختم کتاب کے بعد ایک ضمیمہ ان کا لگا دیا جائے گا۔ جیسا کہ صاحب برہان قاطع نے کیا ہی۔

غزلوں پر اصلاح ہونے کی نسبت جو آپ نے لکھا ہی بہتر تو یہی ہی کہ مہینے ڈیڑھ مہینے میں میں اس حصے سے فراغت پا جاؤنگا اس وقت آپ دو دو ایک ایک کر کے بھیجدیجئے گا۔ اور اگر کسی غزل پر اصلاح کی نہایت ضرورت ہو تو مجھے آپ کے لیے اس حال میں بھی عذر نہیں ہی۔ زیادہ بجز دعاے سرسبزی دارین اور کیا لکھوں میری طبیعت اچھی نہیں رہتی ہی اس سبب سے ہر کام میں اور بھی دیر ہوا کرتی ہی۔ لڑکے اور ارباب دفتر سلام نیاز کہتے ہیں۔

امیر احمد عفی عنہ۔ ۲۷ ستمبر ۹۲ء رام پور اسٹیٹ

پیارے زاہد۔ میں تم سے اسقدر محجوب ہوں کہ کئی دن سے تم کو خط لکھنے کا قصد کرتا تھا مگر ندامت کسی طرح اجازت نہ دیتی تھی اس اتفاق کو میں نہایت ہی افسوس کے ساتھ لکھتا ہوں کہ تمھاری غزل مگس جام شراب کھو گئی۔ ہمیشہ لب ق یا کاغذ گیر میں غزلیں اور خطوط احباب و اعزہ کے رکھے جاتے تھے مگر کبھی کوئی خط یا غزل ضائع جانا یاد نہیں آتا۔ اتفاق سے تمنے جو وہاں غزل کا مسودہ کھو دیا تو مجھ سے بھی یہاں صاف شدہ غزل باقی رہی۔ افسوس صد افسوس میں نے کوئی دقیقہ تلاش کا اٹھا نہیں رکھا مگر غزل فوقلما تھا نہ ملی۔ اب نہایت ہی قلق اور ندامت کے عالم میں تم کو یہ کارڈ اس لیے لکھتا ہوں کہ تم مسودے کو ڈھونڈھو تلاش کرو اور

اگر تمہاری جستجو بھی ناکامیاب رہی تو حافظے پر خوب زور دیکر شعر یاد کرو اور پھر غزل پوری کر کے مجھے بھیجدو تو دیکھ لوں اب تک مجھے یہ امید لگی ہوئی ہے کہ تمہاری کوشش سے غزل پھر پوری ہو جائے گی اور اگر خدانخواستہ تم کو مسودہ نہ ملا اور حافظے نے بھی کمی کی تو مجھے اور بھی رنج ہوگا۔ افسوس کیسی زمین میں تم نے کیسے کیسے شعر لکھے اور میں ان کو دیکھکر جی خوش بھی نکرنے پایا۔ رات دن میں کئی کئی بار یہ غزل مجھے یاد آتی ہے اور گھنٹوں قلق رہتا ہے خدا کرے مسودہ تمہارے پاس نکل آئے یا شعر پورے یاد آجائیں تو میرا جی خوش ہو۔ زیادہ دعا کے سوا کیا لکھوں فقط

امیر فقیر۔ ۲۰۔ نومبر ۱۸۹۴ء

رامپور مرادآباد

پیارے زاہد۔ عرصہ ہوا کہ میں نے ایک معذرت نامہ تم کو لکھا تھا کہ تمہاری غزل نگس جام شراب قفس جام شراب مجھسے کھو گئی۔ اس کا مسودہ اچھی طرح تلاش کرو اور پھر غزل بھیجدو۔ اور اگر خدانخواستہ مسودہ نہ ملے تو یاد کر کے غزل پوری کرو۔ اب تک تم نے جواب نہیں لکھا اس سے تردد اور تعجب ہے۔ تردد تو اس وجہ سے کہ خدا جانے تمہارا کیا حال ہے نصیب اعدا کچھ مزاج تو ناساز نہیں ہو گیا ہے۔ اور تعجب اس کا ہے کہ اگر تمہاری طبیعت اچھی ہے تو کیا باوجود کمال معذرت اور اظہار ندامت کے تم مجھ سے اسقدر خفا ہو گئے ہو کہ مجھے خط لکھنا ہی پسند نہیں کرتے۔ ایک خیال یہ بھی ہوا ہے کہ شاید وہ معذرت نامہ تمکو پہنچا ہی نہو۔ بہر حال اسکو دوسرا

معذرت نامہ سمجھو۔ اور برائے خدا اپنی خیریت مزاج سے بہت جلد مطلع کرو۔ میں اپنا حال کیا لکھوں روز بروز بتر ہی۔ امراض قدیمہ اور بعض شکایات جدیدہ کے شدائد میں مبتلا ہوں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ لغات کا دوسرا چھپ رہا ہی۔

امیر فقیر۔ ۱۴۔ دسمبر ۱۸۹۲ء

پیارے زاہد۔ شافی مطلق تم کو شفائے کامل عطا فرمائے اور اصلی طاقت و توانائی جلد عود کر آئے۔ اتنے دنوں تک تمہارا خط نہ آنے سے جو دھڑکا بار بار دل میں سماتا تھا آخر تمہارے خط سے تفصیل کے ساتھ اس کی اصلیت معلوم ہوئی اور بیمار اور زار و نزار دل کو بہت ہی افسوس ہوا میں کہتا ہی تھا کہ زاہد صاحب دیرینہ میرے خطوط کا جواب نہ لکھیں اسکے کیا معنی۔ ہو نہ ہو کوئی مانع قوی ضرور ہی۔ معاذ اللہ تمہارے خط ہی کو دیکھکر تمہارا اوپر شدائد امراض اور ان سے حد سے ضعف اور ناتوانی کی تصویر آنکھوں میں پھر گئی۔ افسوس تم نے بہت تکلیف اٹھائی مجھ بوڑھے سے اور کیا ہو سکتا ہی سوا اس کے کہ تمہاری صحت اور تندرستی کے لیے ہمیشہ دعا کروں۔ امراض اور افکار و آلام نے مجھے بالکل نکما کر دیا ہی عجیب کاہش اور بے چینی کے ساتھ زندگی کے دن کاٹ رہا ہوں اللہ تعالیٰ خاتمہ بخیر کرے۔ تم بھی میرے حق میں دعائے خیر کرو۔ جوان صالح ہو۔ آل رسول ہو۔ زاہد ہو۔ امیر اللغات کا دوسرا حصہ چھپ رہا ہی صاحب مطبع یقین دلاتے ہیں کہ آخر فروری تک چھپ جائے گا

اس زمانے والے بہت سے لایق عزیز اور احباب شانِ فضل لکھنے کے
مخالف ہیں مجبوراً اس کو ترک کر دیا ہی۔ اب ہیں دعا پر اس خط کو ختم کرکے
تم سے استدعا کرتا ہوں کہ اپنی کیفیت مزاج سے جلد جلد مطمئن کرتے ہو
خود لکھنے ہیں اگر خدانخواستہ اب بھی تکلیف ہو تو کسی اور ہی سے ایک
کارڈ لکھوا دیا کرو فقط

امیر فقیر۔ ۲۷ جنوری ۱۸۹۳ء رامپور اسٹیٹ

الٰہی پیارے زاہد کو مکروہات سے محفوظ اور مرغوبات سے محظوظ
رکھ۔ آمین۔ دعا ہو چکی مدعا یہ ہی کہ مدت کے بعد تمہاری تحریر دلپذیر سرور
افزائے خاطر فاتر ہوئی۔ ازالۂ مرض سے اطمینان ہوا حقتعالےٰ قوت
کا مژدہ بھی جلد سنائے۔ غزلیں دیکھیں بقدر ضرورت بنائیں بارک اللہ
ایسی پتھر زمین میں کیا نازک شعر کہے ہیں اور کتنے کہے ہیں کہ جی ہی جانتا ہی
اگر اجازت انتخاب دو اور یہ چاروں غزلیں لکھوا کر مجھے بھیجدو تو میں ریاض الاخبار
وغیرہ میں چھپوا دوں تاکہ لوگ دیکھیں کہ ایسی پامال اور سنگلاخ زمینوں
میں اب بھی ایسے ایسے پھولنے پھلنے والے موجود ہیں شان امثال
میں میں نے یہ رائے قرار دی ہی کہ جس حکایت میں خلاف عقل و عادت
کوئی بات ہو وہ ضرور لکھی جائے۔ میرا گمان ہی کہ مانعین یہی لوگ
اکثر ہیں جو نیچر کے خلاف امور پر معترض ہیں۔ میں ہاتھ کے مرتعش ہونے
سے اب اپنے ہاتھ سے کم لکھتا ہوں دست و قلم کے قابو میں نہونے سے
لکھنے میں دیر بھی ہوتی ہی اور خط بھی بدنما ہوتا ہی۔ جی ہی گھبراتا ہی۔ یہی وجہ ہی کہ جلیل و

آپ سلمہا اللہ سے لکھوا دیا کرتا ہوں۔ کلام بھی انہیں لوگوں سے سنتا ہوں اور جو کچھ بتاتا ہوں یہی لوگ لکھ دیتے ہیں۔ یہ چند سطریں مدت کے بعد اپنے قلم سے لکھی ہیں جنہیں نہ رخ حرفوں کے درست ہیں نہ کرسی صحیح۔ الفاظ مثلثہ میں ساکن کو متحرک کرنیکا قاعدہ عام نہیں ہے بلکہ جسقدر اساتذہ نے تصرف کر لیا ہے اسی قدر جائز ہے۔ اور خواجہ نصیر مرحوم کا کلام استناد کے لیے کافی نہیں ہے۔ قادرسخنان فارس نے کہا ہوتا تو مضائقہ نتھا۔ معہذا خواجہ نصیر نے قدس بمعنی پاک نہیں کہا ہے بلکہ قدس ایک شہر کا نام تھا وہاں کے دشت کو کہا ہے اور وحشی نے ترے دشت قدس کی تیلیاں۔

مستوں کی چشم مست کی مژہ کو مگس جام شراب سے تشبیہہ دے سکتے ہیں لیکن ایسی تشبیہات میرے نزدیک کراہت سے خالی نہیں شعرا نے خال کو مگس سے تشبیہہ دی ہے۔ اور بحر نے باعتبار نیش کے زنبور کے ساتھ تشبیہہ دے لی ہے۔ محمد احمد نع اخوان ماوجب۔ سال ہیں۔

تمہاری محبت کا منت پذیر

فقیر امیر ۱۲۰ فروری ۱۸۹۹ء

روز یکشنبہ امیر مراد آباد

محب دلنواز سلکم اللہ تعالی۔ سلام مسنون اخلاص و دعا شمول کے بعد مدعا نگار ہوں۔ کہ بہت دن ہوے کہ تمنے اپنی خیریت سے مجکو مسرور نہیں کیا۔ کیا کہوں تعلق خاطر کسقدر تکلیف دہی ہے۔ دو مہینے کے قریب ہونا کہ تمہارا سعادت نامہ آیا تھا اور اس کے ساتھ اس دو غزلے کی نقل

تھی جو یہاں گم ہو گیا تھا میں نے بڑی کوشش سے ان غزلوں کو دیکھا اور فوراً تمہارے پاس روانہ کیا سخت تعجب ہے کہ تمہارے یہاں سے انکی رسید تک نہ آئی آج تک انتظار کیا گیا ۔ اب انتظار کی بھی گنجایش نہیں رہی تو یہ خط لکھنے کی نوبت آئی ۔ چونکہ اس خط میں تم نے اپنی علالت کا ذکر لکھا تھا اس خیال سے اور بھی تردد سوہان روح ہے ۔ امید کہ دو حرف خیریت کے لکھکر بہت جلد مطمئن کرو ۔ جب تک تمہارا خط آ نہیں لیتا تسکین نہیں ہوتی ہے ۔ میرے افکار و آلام کی اس زمانے میں کوئی حد نہیں ہے ایک تو میں اپنے عوارض جسمانی ہی سے مورد مصائب و آفات رہا کرتا ہوں دوسرے بندہ زادہ کلاں منشی محمد احمد کی خاتون نے ۲۴ ۔ شعبان کو رحلت کر کے مجھے اور بھی چور کر ڈالا ۔ اس قیامت نما سانحے سے جو روحانی صدمہ پہنچا ہے وہ بیان نہیں ہو سکتا ۔ مگر مشیت ایزدی پر سوا صبر اور شکر کرنے کے چارہ ہی کیا ہے ۔ آخر میں پھر تم کو لکھتا ہوں کہ میرا یہ خط پا کر خیریت نامہ لکھنے میں دیر نکرنا اور مجھے آزار رسیدہ کو تکلیف پر تکلیف نہ دینا فقط

امیر احمد مینائی عفی عنہ ۔ ۹ ۔ اپریل ۱۸۹۳ء

رامپور اسٹیٹ

محبی زاد اخلاقکم ۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون ۔ محبت نامہ آیا دل کا سرور بڑھایا ۔ اس سے پہلے بھی خط آیا تھا جو ہجوم مکارہ سے جواب لکھنے کی نوبت نہیں آئی ۔ میرے آلام و اسقام کی کیفیت بدستور

باوجود رنجوری و معذوری کے میں نے آپ کی غزل دیکھی۔ بارک اللہ اچھے اچھے شعر کہے ہیں۔ امیر اللغات کا دوسرا حصہ چھپ گیا۔ کچھ جلدیں ابھی مطبع سے بھی آگئیں۔ یہ حصہ بھی مثل حصۂ اول کے ۲۰ جزو میں نکلا اب حرف (ب) میں حصہ ثالث کی ترتیب ہو رہی ہے۔ صنمخانہ عشق ابھی تک طبع نہیں ہوا۔ نورچشم ممتاز علی چھپوانے کی فکر میں ہیں۔ جس وقت چھپے گا آپ کو ضرور پہنچے گا۔ میں اس سے بہت خوش ہوا کہ اللہ تعالی نے آپ کو صحت تامہ عطا فرمائی۔ اب جو کچھ شکایت باقی ہو خدا کرے وہ بھی جلد رفع ہو جائے۔ امید کہ اپنی خیریت سے اور اس غزل کی رسید سے بہت جلد مطمئن کیجئے۔ نورچشم محمد احمد مع اخواں ماوجب رساں ہیں۔ عزیزی ممتاز علی تسلیم کہتے ہیں۔ اردو میں راہ باٹ تو کوئی بولتا بھی ہے فقط باٹ بمعنی انتظار تو ذرا بھی مستعمل نہیں ہے۔ مگر یہ کہ حرف (ب) میں بھی آپ سے جو کچھ بن پڑے بلے تامل مدد دیجئے۔ یہ حصہ بھی آپ کی سعی و اعانت سے خالی نہ ہو فقط

امیر فقیر۔ ۱۹۔ مئی ۱۸۹۳ء۔ ریاست رامپور

سعید کونین مولوی زاہد حسین کو دعائیں۔ نورچشم خورشید احمد بیٹیا لے سے آتے تھے ایک صندوق برگ میں تھا۔ اتنا موقع نہ ملا کہ سہارنپور میں اسکی بلٹی بدلواتے اس لیے وہ صندوق وہیں کے اسٹیشن پر رہ گیا۔ اس کی بلٹی اس خط میں ملفوف ہے آپ تکلیف کر کے اس بلٹی کے ذریعہ سے صندوق کو منگوا کر مراد آباد بیرنگ بھیج دیجئے۔ اور صندوق پر یہ پتہ لکھ دیا جائے " منشی

امیر احمد مینائی۔ ریاست رامپور۔ دفتر امیر اللغات" اور بلٹی آپکی ایک خط میں
عبدالکریم خاں کے پاس اس پتے سے بھیج دیجئے "منشی عبدالکریم خاں منصرم
چاپخانہ سرکار رامپور متصل تحصیل شہر مرادآباد منصرم صاحب مرادآباد کے
اسٹیشن سے وہ صندوق وصول کرکے مجھے رامپور بھیج دیں گے۔ باقی بعنایت
الہی خیریت ہے۔ غزل کی رسید سے اب تک آپ نے مطلع و مطمئن نہیں
کیا فقط

امیر فقیر۔ ۲۷ مئی ۱۸۹۳ء۔ رامپور

پیارے زاہد۔ پہلے تمہارا بھیجا ہوا پارسل تحفہ اور ہدیہ پہنچا اس کے بعد کارڈ
آیا۔ تمہاری محبت و سعادت کا دل سے ممنون ہوں۔ خدا تم کو دونوں جہاں
میں سرسبز اور سرخرو رکھے مجھے اس کا افسوس ہوا کہ تم نے کس تپاک اور
محبت سے مجھے تحفہ بھیجا اور وہ خراب خستہ مجھ تک پہنچا۔ خدا جانے کیا پیچ
پڑ جاتا ہے کہ اس قسم کے تمام پھل اور میوے خراب ہوکر یہاں پہنچتے ہیں۔ ملیح آباد
سے ہر سال مجھے بشیر احمد خاں چن چن کر آم بھیجتے ہیں مگر یہاں اسقدر خراب
ہوکر پہنچتے ہیں کہ کھانے سے ملیح آباد کے آم نہیں معلوم ہوتے۔ ہر آم کسی
جگہ سے کچا ہوتا ہے اور کسی جگہ بالکل داغی اور سڑا ہوتا ہے۔ یہی حال اس تحفے
کا بھی ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ دام خراب کرنے سے کیا فائدہ آیندہ تکلیف نکرنا
تمہارے منہ سے ہی جاتے اس کا کیا نتیجہ۔ گوہر انتخاب میں بہت سے اشعار
وہی ہیں جو مجھے وقتاً فوقتاً تلف شدہ دیوان کے یاد آتے گئے۔ یہ دیوان غدر
میں تلف ہوگیا۔ انتخاب یادگار ایک شخص کے پاس ہے مگر تین روپیہ سے

کم نہیں دیتا۔ سرکاری کتب خانہ سے ملنا اب دشوار ہی۔ سرمۂ بصیرت چھپی نہیں قلمی
ہی۔ غزل میں نہایت خوشی سے دیکھ لونگا۔ اس لیے کہ تمہاری غزل ہی۔ مگر
مصرع لگانے سے مجھے معاف کرو۔ اب میں بالکل شعر نہیں کہتا۔ میرا
آخر زمانہ ہی۔ شعر سے نفرت ہوگئی ہی فقط

امیر فقیر ۲۴۔ جون ۱۸۹۳ء

پیارے زاہد۔ سہارنپوری میووں کی پٹاری پہنچی۔ جسقدر تمہاری محبت اور
سعادت سے مسرت ہوتی ہی اتنا ہی افسوس اس بات کا ہوتا ہی کہ میوہ
گل سڑ کے مجھ تک پہنچتا ہی میں نے اسی خیال سے تم کو ممانعت لکھی تھی مگر تمہارے
جوش محبت و سعادت نے کسی طرح نمانا اور پھر دام برباد گئے۔ پٹاری جس وقت
پہنچی ہی تو اس سے زرد آلو اور آلوچے وغیرہ کا عرق ٹپک رہا تھا کھول کے
جو دیکھا تو تمام پھل سڑ گئے تھے۔ گلاب جامن میں کیڑے پڑ گئے تھے افسوس!
اب برائے خدا میووں کے بھیجنے کا کبھی ارادہ بھی نکرنا۔ یہ میوے لطیف و
الطف ہیں ان کو زیادہ قیام اور پائداری نہیں ذرا سی تاخیر میں بگڑ جاتے ہیں
اب افسوس کی کہانی کے بعد میں تمہارے خط کا جواب لکھتا ہوں
کہ انتخاب یادگار انشاء اللہ تعالیٰ خرید کر جلد بھیجدیا جائے گا۔ آج منی آرڈر
بھی تمہارا مرسلہ پہنچ گیا ہی۔ غزل پر مصرع لگانے کا اگر تم کو ایسا ہی اصرار
ہے اور تمہاری یہی خوشی ہی تو غزل بھیجدو میں اسے دیکھوں اور جب زمانہ
موقع دے اور فرصت ہو تو مصرع لگاؤں۔ امیر اللغات کا تیسرا حصہ شروع
اور مکمل کیا جاتا ہی۔ کوشش کیجائے گی کہ ب کے لغات اسی میں آجائیں

لیکن اسوقت تک تو یہی معلوم ہوتا ہی کہ کل لغات ب کے اسمیں نہونگے
لغت کی خوبصورتی بڑہانے اور کسیقدر اختصار کی راہ میں نے یہ نکالی
ہی کہ اب صرف وہی مفردات اور مرکبات وغیرہ لکھے جائیں جو زبان و پر
راتدن کی بولچال میں ہوں جنہیں نظم و نثر کی تخصیص ہی وہ چھوڑ دئے جائیں
تمنے تو فرس جام شراب - اور قفس جام شراب میں دریا بہا دئیے - اب
ذرا طبع رواں کو روکو - فرصت کے وقت دو دو چار چار شعر کر کے دیکہ
لونگا - خاطر جمع رکھو - مگر ریکھ کہ اب قفس جام شراب سے اپنے مرغ فکر کو
رہائی دو - ہر زمین میں اشعار کی تعداد غزل سے نہ بڑہ جانا چاہیئے -
ہر زمین کا ایک پیمانہ ہوا کرتا ہی جہاں اس سے بڑہ جاتی ہی بدنمائی آجاتی
ہی - اور یہ بھی یاد رکھو کہ سنگلاخ زمینوں میں لاکھ کوشش کیجاے
مگر مزیدار شعر ایسے نہیں ہوتے کہ سننے والے چٹخارے بھرنے لگیں
اس لیے میں چاہتا ہوں کہ تمہارا سا مزیدار شاعر اپنا وقت ایسی شور و
لاحاصل زمینوں میں نہ صرف کرے - لوچدار زمیں اختیار کرو تو دیکھو کیا
مزا آتا ہی - تمہاری غزلیں بہت اچھی ہو گئی ہیں اور کلام میں ماشاء اللہ
صفائی آگئی ہی - اب اس زمین کو بھی چھوڑو اور ہمیشہ کے لیے ایسی زمینوں
کو ترک کرو - نور چشم محمد احمد اور ممتاز علی تسلیم گزار ہیں -

امیر [illegible] ۲۲ - جون [illegible]ء

ریاست رام پور مراد آباد

مجی سلام و دعا - آپ کا کارڈ مشعر ادراک خیریت آیا ممنون و مسرور

یاد آوری کیا۔ آج کل میری کاہشیں ہمیشہ سے بڑھی ہوئی ہیں۔ اپنے امراض میں تو کوئی جدید شکایت نہیں ہے۔ مگر بیمار داریوں کی کثرت سے چور ہو رہا ہوں اسی سبب سے آپ کو دو سطروں کا خط بھی نہ لکھ سکا۔ مگس جام شراب والی غزلیں بڑی احتیاط کے ساتھ رکھی ہوئی ہیں ذرا اطمینان ہو لے تو انہیں دیکھکر بھیجوں۔ آپ مطمئن رہیں اور بجہ..... دو ذرا در معاف فرمائیں آپ کی خیریت زیادہ دن تک نہ معلوم ہونے سے مجھے بھی تشنگی رہتا ہے امید کہ جلد جلد رفع نگرانی کرتے رہئے۔ عزیزی تمنا اپنے ایک عزیز کے بیمار ہو جانے سے وطن گئے ہیں نورچشم منشی محمد احمد مع اخوان ما وجب رسان ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۸۔ اگست ۱۹۳ء

مجی سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ مدت کے بعد آج اسکی نوبت آئی کہ میں نے آپ کی یہ غزلیں دیکھیں اور آپ کی طباعی اور زور آوری فکر پر آفریں کہی۔ خداوند تعالیٰ عمر و اقبال میں برکت دے۔ غزلیں پہنچتی ہیں رسید سے مطمئن کیجئے اور اپنی خیریت سے جلد جلد آگاہ کرتے رہئے کہ مجکو آپ سے بڑی قوت رہتی ہے اور میں بسبب ہجوم مکارہ کے اپنی کم خدمتی سے منفعل رہتا ہوں۔ آپ سے عفو کی امید ہے۔ غزل میں شعر اسقدر گنجان اور جگہ تنگ کر کے آپ لکھتے ہیں کہ اصلاح دینے اور وجوہ لکھنے میں ذرا دقت ہوتی ہے۔ آیندہ سے واضح ہونا چاہئے چند شعروں پر بے اختیار قلم سے صاد نکل گیا ہے آپ یہ خیال نکریں کہ یہی چند

شعر انتخاب ہیں ان غزلوں میں بہت سے شعر منتخب ہیں۔ سب عزیز و احباب ماوجب سلام ہیں فقط

امیر فقیر عفی عنہ ۔ ۲۵ اگست ۱۸۹۳ء

مجی۔ سلام مسنون دعا مشحون ۔ مدت ہوئی کہ آپ کی غزلیں دیکھ کر میں نے بھیجدیں ۔ آج تک ان کی رسید آپ نے نہیں لکھی اگرچہ اس کا لفافہ بنظر احتیاط بیرنگ کر دیا تھا ۔ مگر پھر بھی رسید نہ آنے سے تردد ہے خدا کرے وہ غزلیں آپ کو پہنچ گئی ہوں اور آپ خیر و عافیت سے ہوں ۔ امید کہ اپنی خیریت کے ساتھ غزلوں کی رسید سے مجکو مطمئن کیجئے کہ جی لگا ہوا ہے ان دنوں مجھے حبس بول کا سخت دورہ پڑا تھا حتی کہ قاثاطیر کی نوبت آئی اس روز سے تکلیف اور بے چینی معمول سے بڑھی ہوئی ہے اللہ تعالی رحم فرمائے مکرر یہ کہ اپنی خیریت سے بواپسی ڈاک مطمئن کیجئے ۔ مجھے آپ کی قابلیت و سعادت مندی سے آپ کے ساتھ ایک ایسا علاقہ معنوی ہے کہ ہمیشہ داعی خیر اور آرزو مند ادراک حالات خیریت آیات رہتا ہوں ۔ آپ کو بھی میری تکلیف کا خیال کرنا چاہئے بلا ضرورت بھی خط لکھ بھیجا کیجئے ۔ لغت کا تیسرا حصہ زیر تالیف ہے ۔ اپنے حسن قابلیت سے اس میں امداد کی جلد کوشش کیجئے اس لیے کہ حصہ جب ترتیب پا چکتا ہے تو پھر جا بجا اس میں ترتیب دینا مشکل ہوتا ہے ۔ فرزندان و احباب فقیر ماوجب رسان ہیں ۔

امیر فقیر عفی عنہ

ریاست رامپور ۱۲ ستمبر ۱۸۹۳ء

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ عمر و اقبال میں برکت دے اور خوش رکھے۔ آپ نے کئی خط لکھے ہیں ایک کا بھی جواب نہ دے سکا اب میری معذوری کی حد نہیں رہی حبس بول کے دورے جلد جلد پڑتے ہیں۔ آٹھ نو روز ہوئے سخت دورہ پڑا تھا۔ دو بار سلائی ڈالی گئی۔ کئی روز تک خون آیا کیا۔ اب دو تین دن سے افاقہ معلوم ہوتا ہے۔ نور چشم محمد احمد اور برادر زادہ کلاں لیاقت حسین مہینوں سے صاحب فراش ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحت دے۔ آپ اپنی خیریت سے کبھی کبھی مسرور کرتے رہا کیجئے۔ فرزندان حقیر اور عزیزی ممتاز علی تسلیم رساں ہیں۔ فقط

امیر فقیر۔ ۴۔ نومبر ۱۸۹۳ء رامپور

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ کارڈ پہنچا مگر امیر اللغات کے لیے جو اجزا آپ نے روانہ کرنے کو لکھا ہے وہ اب تک نہیں پہنچے۔ خدا کرے آپ نے کسی وجہ سے اب تک روانہ نہ کئے ہوں اور راہ میں گم نہ ہوئے ہوں۔ امیر اللغات کا تیسرا حصہ ترتیب و تالیف ہو رہا ہے۔ اب تک کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ صرف ب پر ختم ہو جائے گا یا پ کا بھی کوئی جزو شریک کرنا پڑیگا (تو) کی تذکیر و تانیث ہی کیا مگر جس محل استعمال کی رو سے آپ پوچھتے ہیں اس جگہ تو ہی کہیں گے کہ اس نے مجھے تو کہا لیکن اس سے تذکیر و تانیث تو کی نہیں پیدا ہوئی بلکہ اس جگہ لفظ (لفظ) مقدر ہوتا ہے جیسے اس نے مجھے عورت کہا دیکھئے عورت کو قطعی مونث ہے وقس علی ہذا۔ زیادہ سوا آپ کی شکر گزاری سعادت کے اور کیا لکھوں۔ ممتاز علی تسلیم

رساں ہیں۔

امیر فقیر رام پور۔ ۹۔ دسمبر ۹۳ء

پیارے زاہد۔ خدا تم کو دونوں جہاں کی نعمتیں عطا فرمائے اور خوش و خرم رکھے۔ امیر اللغات کے تیسرے حصہ کی ترتیب ہو رہی ہی ابھی نظر ثانی باقی ہی۔ اس لیے جو کچھ مسالا تمنے بھیجا ہیں نہایت مسرت کے ساتھ اس کا شکر گزار ہوں۔ تمنے مکرر محنت کر کے اپنے اور میرے افسوس کو قریب قریب مٹا دیا جو لکھے پمفلٹ کے ضائع ہو جانے سے تھا۔ اشعار سند میں نہ دئیے جائیں اس کو تو میں خود بھی پسند نہیں کرتا چاہے کوئی کتنی ہی مخالفت کرے اور مجھے یاد بھی نہیں آتا کہ کسی نے مخالفت کی ہے ہاں اول حصے میں جب کثرت سے شعر دئیے گئے تھے تو وہ ضرورت سے زیادہ نظر آتے تھے اسی لیے کمی ضرور ملحوظ ہی۔ اور یہ بات بھی ہی کہ فقرہ جسقدر محل استعمال کو ٹھیک ٹھیک بتاتا ہی شعر سے اتنا واضح نہیں ہوتا۔ اس لیے شعر کم کر کے فقرہ خوبصورت بن پڑتا ہی تو وہی درج کیا جاتا ہی۔

شان مثل کی نسبت اسوقت میں کوئی قطعی رائے نہیں قائم کر سکتا اس کو پھر سوچکر تمہیں مطلع کرونگا۔ حضور پر نور کی شادی رچی ہوئی ہی۔ میں اگرچہ اپنے امراض کے سبب سے شرکت سے محروم ہوں تاہم بعض اسباب سے فرصت کم ہی۔ اور طبیعت فرمائشی نظم و نثر کی طرف متوجہ ہونے سے ہمہ تن لغت کی طرف مصروف نہیں ہوتی ہی۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمہارے رسالہ استقرا کو بنظر غور دیکھکر جو کچھ موجودہ مسودے پر بڑھ سکے گا بڑھا دونگا

باقی دعا کے سوا کیا لکھوں۔ امید ہے کہ براہ محبت و سعادت اپنی خیریت سے
ہمیشہ مطلع و مسرور کرتے رہو گے فقط

امیر فقیر ۔ ۲۰ ۔ فروری ۱۸۹۴ء رامپور

پیارے زاہد۔ حضور پرنور کی شادی بخیر و خوبی ہو گئی۔ ۲۲۔ فروری کی
عقد کی مبارک تاریخ تھی۔ اگرچہ مجھے افکار و امراض سے نجات نہیں بلکہ
روز ترقی ہی ہوتی جاتی ہے خصوصاً اس ماہ مبارک میں۔ تاہم بقدر امکان
تمہارا کلام دیکھنے سے کسی حال میں بھی عذر نہیں ہے۔ کوئی غزل اگر کہی ہو
تو بھیجدو۔ میں نے نزول اجلال کی تاریخیں اور قصیدہ کہا تھا اور شادی
میں محلات کی فرمایش سے پانچ پانچ سات سات شعر کے سہرے
بہت ہی سیدھے سیدھے گانے کے قابل کہے۔ صرف ایک سہرا نہ گانے کا
حضور پرنور کے سامنے پیش کرنے کو موزوں کیا تھا۔ اس کی نقل اور قصیدے
اور قطعات تاریخ کی نقل بھیجی جاتی ہے۔ باقی سوائے دعا کے کیا لکھوں۔

امیر فقیر ۔ ۱۳ ۔ مارچ ۱۸۹۴ء رامپور

قصیدہ متضمن مصرع تاریخ تہنیت نزول اجلال سرکار دولتمدار دام ملکہم و اقبالہم

کس کی آمد ہے بہار روح پرور کی طرح ۔۔۔ فرش ہیں آنکھیں جو نرگس کی شجر کی طرح
کس کی آمد ہے کہ ہر موج نسیم رامپور ۔۔۔ مشک بیزی کرتی ہے زلف معنبر کی طرح
کس کی آمد ہے کہ اکثر ذرہ ہائے خاک شہر ۔۔۔ تل بنے رخسارۂ گردوں کے اختر کی طرح

کسکی آمد ہے کہ سارے شہر کے دل کے کنول
کھل گئے جوش مسرت سے گل تر کی طرح

کسکی آمد کا یہ مشتاقوں میں چرچا ہے کہ آج
بات بھی کانوں میں پڑتی ہے تو گوہر کی طرح

اُسکی آمد ہے کہ جو آیا تھا دینے کے لئے
نور برساتا ہوا خورشید خاور کی طرح

اُسکی آمد ہے کہ جسکی ذات فیض آیات سے
پیکر حسن سعادت سعد اکبر کی طرح

اُسکی آمد ہے کہ جسکا سایۂ بخت بلند
خلق پر چھایا ہوا ہے چرخ اخضر کی طرح

اُسکی آمد ہے کہ جس کے پرتو رخسار سے
ذرے ذرے میں چمک ہے مہر انور کی طرح

اُسکی آمد ہے کہ جسکے ابر فیض مدح سے
جوش زن طبع سخنور ہے سمندر کی طرح

کون وہ حامد علیخاں بہادر نامور
واکھی چشم منتظر جس کیلئے در کی طرح

جسکے جھنڈے کے پھریرے اڑتے ہیں ملک میں
جسکے سکے بیٹھے ہیں خاقان و قیصر کی طرح

جسکے تاب حسن سے ہر ہفت ہفت اقلیم کی
جسکی خاک پا حسیں ملتے ہیں پوڈر کی طرح

جسکی عالی ہمتی کی سارے عالم میں ہے دھوم
نامور جو ساری دنیا میں ہے سنجر کی طرح

جسکے جوہر تیغ کی صورت ہیں تیور سے عیاں
جسکے تیور رعب آگیں ہیں غضنفر کی طرح

جسکا دامن سارے مسکینوں یتیموں کیلئے
کیا ہی راحت بخش ہے آغوش مادر کیطرح

آفریں اس حوصلہ پر مرحبا اس عزم پر
کیسی کیسی منزلیں کی قطع خنجر کی طرح

دیتے ہیں شوکت و اجلال ہمراہ رکاب
آگے آگے دولت و اقبال رہبر کی طرح

جس چمن میں آپنے گلگشت کو رکھا قدم
نہریں چھلکیں موتی سے پانی کی کوثر کی طرح

اللہ اللہ میہمان جس بزم دعوت میں ہوئے
دور میں آنکھیں رہیں پریوں کی ساغر کی طرح

کیسے کیسے اونچے اونچے بادشاہوں سے ملے
شان و شوکت میں بڑے اپنے مقدر کی طرح

الحمد للہ پھر رعایا کو ہوا یہ دن نصیب
اسکے سر پر آپ آئے ظل داور کی طرح

لعل و گوہر ہی نہیں آے تصدق کیلئے　　صدقے ہوتے ہیں ستارے بھی نچھاور کیطرح
اسقدر دولت لٹی یہ عام استغنا ہوئی　　ہر گدا مسند لگاے ہی تونگر کی طرح

اس اولوالعزمی کی میں نے یہ کہی تاریخ امیر
بارک اللہ سیر عالم کی سکندر کیطرح

۱۳ ۱۱ ھ

ایضاً

ابر کرم و بحر سخا آیا ہے　　ہر ایک کے درد کی دوا آیا ہے
ڈنکے سے یہ آرہی ہی آواز امیر　　پھر آیۂ رحمت خدا آیا ہے

۱۳۱۱ ھ

ایضاً

حضور آے ریاست میں ہر طرف یہ ہے شور　　شکستہ حال رعایا کے دلنواز آے
عبث ہو سر بگریباں اٹھو قدم چومو　　امیر لو وہ غریبوں کے چارہ ساز آے

ایضاً

للہ الحمد خیر سے آیا　　وارث تخت ملک کا سرتاج
جسکے آنے سے اب ریاست میں　　نقد عیش و سرور کا ہی رواج
ہو گیا آج ہر فقیر غنی　　اب کسی کا نہیں کوئی محتاج
اور امیر فقیر کا ہی یہ رنگ　　نہیں ملتا خود اس کو اپنا مزاج
ہی مکرر زباں پر اسکی　　مادہ بر شرفیاب آیا آج

۱۲۹۴

ایضاً

مبارک ہو ابزرعایا کو یہ دن
سوے سلطنت شاہ ذیجاہ آیا

ترقی و فا دار اقبال کی ہو
گیا تھا جو ہمراہ ہمراہ آیا

تمنا تھی جس دن کے آنیکی سب کو
وہ روز خوش الحمد للہ آیا

مبارک سلامت کا غل ہر طرف ہی
کہ ہر اک کا مقصود دلخواہ آیا

فلک کر رہا ہی زمیں سے اشارے
کہ برج شرف میں ترا ماہ آیا

برات اتری ہی جیسے گھر گھر ہی شادی
عجب دور اللہ اللہ آیا

یہ ہی عید کا دن کہ ہر شخص کہتی
پئے نذر نواب ذیجاہ آیا

امیر ایک تاریخ کا قطعہ لیکر
نسیم کرم کا ہوا خواہ آیا

یہ تاریخ بھی لاکلام اک دلہن ہی
عروس ریاست کا نوشاہ آیا

۱۳۱۱ھ

سہرا

نہ ہو کس طرح محو دیدار سہرا
کہ نوشہ ہی یوسف خریدار سہرا

لپٹتا ہی الفت سے ہر بار سہرا
بنی کے گلے کا بنا ہار سہرا

چنبیلی کے بیلے کے ہیں پھول کیا کیا
دکھاتا ہی کیا سیر گلزار سہرا

جوانی کی راتیں مرادوں کے دن ہیں
دلہن کا نہو کیوں طلبگار سہرا

چمک موتیوں کی جو شب کو دکھاے
کرے سرد انجم کا بازار سہرا

چمکتی ہیں کیا بجلیاں نور رخ سے
ہوا سے جو ہلتا ہے ہر بار سہرا

یہ ہمرنگ کی دون اللہ رکھے ۔ طرحدار نوشہ طرحدار سہرا
جوانی کے نشے سے ہی چور نوشہ ۔ چلے کیوں نہ مستوں کی رفتار سہرا
سکہاتی ہی دولہا کو آنکھوں کی شوخی ۔ اٹھا دیجئے اب تو ہے بار سہرا
حیا کہتی ہی آنکھ اس سے بچا کر ۔ کہ تا عقد اٹھے نہ زنہار سہرا
یہ کیوں ٹوٹے پڑتے ہیں تارے یہاں تو ۔ نزاکت سے پہولوں کا ہی بار سہرا
بہت اچہے پہولوں کا مالن بنا نا ۔ پنہائے گا تجکو چندن ہار سہرا
پریزادہ کیا دلہن کا یہ بہیجا ۔ جو لے اڑنے پریوں ہی تیار سہرا
فلک پر ہو شوخی کے شوق نظارہ ۔ حیا کا بنا ہی طرفدار سہرا
بڑی ہی گنی ہے طرحدار مالن ۔ سنگار دہن سب کا ہی سردار سہرا
جمائے ہی رنگ اپنا رخ کے چمن میں ۔ لگائے ہی پہولوں کا بازار سہرا
بنا حسن نوشہ کی دولت کا مالک ۔ ہوا چار پہولوں سے زردار سہرا
چہپائے ہی منہ کو جہکائے ہی سر کو ۔ حیا دار نوشہ حیا دار سہرا
دعائیں یہ دیں ماں نے لیکر بلائیں ۔ مری جان! تجکو سزاوار سہرا
دبائے ہی دو دو خزانے بغل میں ۔ چہپائے ہی نوشہ کے رخسار سہرا
ٹپکتے ہیں منہ سے پسینے کے قطرے ۔ لٹاتا ہے موتی گہر بار سہرا
مبارک امیر اس کو نوشاہ بننا ۔ دلہن ہو ہمایوں سزاوار سہرا

پیارے زاہد - شعرا کے شعر سب [illegible] کی [illegible] مشغول کی
مگر تمہاری نظم ونثر کی تروتازگی دیکھکر روح تازہ ہو جاتی ہے اور [illegible] کی

کی صفت خشک درست نہیں معلوم ہوتی - خدا تمہاری شیریں بیانی اور عذوبت لسانی میں روز افزوں ترقی عطا فرمائے - آمین -

پیارے زاہد - آگ لگی والی غزل پر مصرع لگانے کے واسطے تمنے مجھ دل جلے کو تجویز کیا - یہ بھی تمہاری طبیعت کی گرما گرمی کا ایک نتیجہ ہے غزل کے گرم ہونے میں کوئی شبہہ نہیں مگر بنظر اپنے تجربات کے میں جب ایسے بدمیں شعر دیکھتا ہوں تو میرا دل دہڑکتا ہے - وطن میں آگ لگی - اور بدن میں آگ لگی - اور انجمن میں آگ لگی وقس علی ہذا - ایسے شعروں پر میں ہرگز مصرع لگانے کی جرات نہیں کرتا کوئی اور مختصر سی اچھی غزل میرے واسطے تجویز کر کے بھیجو تو تضمین کا ارادہ کروں - میں اب شاعر نہیں رہا - شاعری کے واسطے طبیعت میں امنگ شرط ہے وہ جوانی کے ساتھ سدہاری - بڑہاپے میں جوش کہاں کبھی کسی دوست کی فرمایش سے مجبور ہو کر کچھ کہہ لیتا ہوں تو بڑے ہی جبر سے پھر اس میں مزا کہاں سے آوے اور جب اپنا کلام آپ ہی پسند نہ آوے تو اوروں کو کیونکر بہاوے - غزل پسند آنے کے بعد مصرع لگانے کا قصد تو میں ضرور کرونگا مگر خدا کرے پہلے مجکو پھر تم کو بھی پسند آجائے آمین -

امیر اللغات کی تیسری جلد بعض موانع قویہ سے اب تک نہیں چھپی خداوند نعمت سراپا اقبال مسند آرائے حال کو متوجہ کرنے کی تدبیر کر رہا ہوں - التفات ہو جائے تو کام چلے - سرمایہ مالی مفقود ہے - بعض عوارض لازمہ سے سفر نہیں کر سکتا - ورنہ قرائن اس پر دلالت کرتے ہیں کہ امداد

کافی کا سامان ہوجاتا۔ ابتو جو کچھ ہو بیٹھے ہو۔ دو محاورے جو تمنے لکھے ہیں وہ دونوں بانداک تغیر یہاں لکھے ہوئے ہیں۔ تم ضرور کوشش کرکے جتنے محاورے اور مثلیں کہ انپر گمان چھوٹ جانے کا ہو جلد لکھ بھیجو۔ بائے تازی کا مسودہ زیر نظر ثانی ہی ابھی وقت ہاتھ سے گیا نہیں۔ میں تمہاری سعادتمندی اور محبت و مہربانی کا نہایت ممنون ہوں خداوند تعالیٰ تمہاری عزو اقبال میں برکت دے۔ میرے دل کو تمہاری ذات سے بہت قوت ہی۔ غزل کسی وقت دیکھکر بھیجونگا۔ سراسری نظر سے دیکھہ گیا۔ اصلاح کی حاجت تو معلوم نہیں ہوتی شاید ایک آدہ جگہ کچھہ بنے۔ دو رسالے نو تالیف جو ذریعہ نجات و باقیات الصالحات ہونے کی امید پر میں نے چھپوائے تھے ایک ایک نسخہ ان کا آپ کو بھی بھیجتا ہوں۔ امید ہی کہ عنقریب ان کی رسید آئے۔ اطفال فقیر ماوجب گزار ہیں۔ اور اہل دفتر سلام شوق کہتے ہیں فقط

تمہارا فدائی

امیر احمد مینائی ۲۳ جون ۱۸۹۶ء

پیارے زاہد۔ دعا و سلام۔ عین انتظار میں تمہاری تحریر تشویش خیز آئی۔ اللہ تعالیٰ تمہاری خاتون پر رحم فرمائے۔ میری بڑی لڑکی کو حرارت مزمنہ سے نجات نہوتی تھی اطبا عاجز ہوگئی تھی مگر ایک بغدادی سید نے گولیاں بنوادی تھیں ان کے استعمال سے صحت ہوگئی۔ یہ قصہ بارہ برس ادہر کا ہی۔ اب تک وہ لڑکی اچھی ہی مطلق حرارت کا اثر نہیں۔ بہت سے اور مدقوقوں کو بھی یہ گولیاں نافع ہوئیں۔ مگر افسوس کہ کسی نے وہ اول

جس میں یہ گولیاں بہیں چرالی۔ اب ایک گولی بھی نہیں ہی ساٹھ برس بعد
وہ سید صاحب پھر ملے اور بہت خوشامد اور خدمت گزاری کے بعد
نسخہ بتانے پر راضی ہوے وہ نسخہ میں بھیجتا ہوں اگر بن پڑے تو بنوادو
اور آدہی گولیاں مجھے بھیجدو۔ خدا سے امید ہی کہ تمہاری خاتون کو صحت
ہو جاے گی۔ دعاے صحت میں ضرور کروں گا اگرچہ انتہا کا گنہگار
ہوں مگر گناہوں سے شرمسار ہوں اور ارحم الراحمین سے مغفرت و دوہبت
دعا کا امیدوار ہوں۔ محمد احمد سلام نیاز کے بعد عرض کرتے ہیں کہ خدا
آپ کو اطمینان دے تو میران پوری عمدہ کملوں کی فکر کیجیگا۔ رام پور میں
آب وہوا بہت ہی فاسد اور بازار حیات کاسد ہی۔ خدا رحم فرمائے
میرے گھر میں بھی بہت سے عزیز اور ملازم بیمار ہیں۔ پیچو اسی میں غزل
دیکھی۔ اس سنگلاخ زمیں میں ایسے شعر کہنا آپ ہی کا کام ہی۔ آگ لگی والی
غزل آئی ضرور تھی مگر اڑ ہائی بلکہ تین مہینے سے بوجہ کثرت امراض وبائی
ہوش نہیں خدا جانے وہ غزل کہاں ہے۔ منہ کی بوند منہ کے پانی کی بوند
یہ سب درست ہی مگر ابر کی بوند مستعمل نہیں۔

امیر فقیر۔ ۳۰ ستمبر سنہ ۱۸۹۴ء

رام پور مرادآباد

نسخہ حبوب کہ جمیع اقسام تپ حتی کہ دق را ہم بغایت نافع است

جو اکہار عمدہ سم الفار قسم سفید گرفتہ باریک نمودہ آب مصفی ہنکتائی سبز مع
بیخ و برگ و ثمر کہ دراں درد بنا شد قدرے قدرے انداختہ در کہرل خوب حل نمایند

بروز دوم باز آب بھنگٹا۔ بوزن پاؤ آثار افزوده حل نمایند و بروز چہارم کہ قدرے
نمی از آب بھنگٹا باقی ماند آب لیموں کاغذی مصفی انداختہ خوب حل نمایند ہر گاہ
قابل حب بستن گردد حبوب بقدر مونگ بستہ نگاہ دارند و یک حب نہار بخورند
برائے تپ فرہنہ تا وقت باقی ماندن اثر مش التزام ملحوظ باشد و برائے حمیات
دیگر بعد چاجت کفایت خواہند کرد۔ انشاء اللہ تعالیٰ بسیار مجرب است۔
اگر وقت ضرورت بھنگٹا ثمر نداشتہ باشد برگ و بیخ ہم کافی است امیر فقیر
پیارے زاہد۔ امیر فقیر کی دعائیں لو۔ اور اپنی خیریت دو۔ بہت دنوں سے
تمنے کچھ لکھا نہیں اور مجھے بھی اپنی کاہشوں کی بدولت خیر پرسی کی توفیق نہیں
ہوئی۔ خدا کرے تم بخیریت ہو اور ہر طرح خیریت ہو۔ لغت کا تیسرا حصہ تمام
ہوا اور نظر ثانی بھی ہوگئی اب کچھ یوں ہی سا کام اس میں باقی رہا ہے
میں نے آپ کے اجزا اب نکالے اور دیکھے۔ تمہاری دلسوزی اور
محنت پر آفریں کی اور شکر گزار ہوا۔ اس میں اکثر لغت نئے ملے اور
اکثر شعر بھی کام آئے۔ امثال کی شان نزول اور بعض لغات کی تشریح
جو تمنے لکھی ہے وہ قابل قدر ہے۔ امیر اللغات نے اس کو خوشی سے لیا
اور تمہارا شکریہ ادا کیا۔ مخزن المحاورات کے لکھنے میں تمنے ناحق
محنت کی۔ یہ کتاب وقت تالیف یہاں پیش نظر رہتی ہے۔ دریائے لطافت
بھی دفتر میں ہے مگر اس کے دیکھنے کی نوبت کم آتی ہے بلکہ نہیں آتی اس کے
محاورے جو تمنے انتخاب کئے وہ مفید ہوئے۔ نظیر کے کلام نے
ایک لفظ کا فائدہ نہیں دیا۔ ان کے ماورا جو تمنے بعض الفاظ کے

نوٹ لکھے ہیں اور مثلوں کی شان لکھی ہے انکا ماخذ معلوم ہونا چاہیئے کہ کہانسے
اور کس کتاب سے لئے گئے ہیں۔ امیر اللغات ہیں تو وہی لکھنا ہوتا ہے جو
کسی صورت سے نامعتبر نہیں ہوتا غالب ہے کہ تم نے اس کا خیال کر لیا ہوگا
زیادہ اس وقت تمہارے شکریے کے سوا کیا لکھوں۔ میرے امراض کی
حالت بدستور ہے۔ رامپور کی آب وہوا اصلاح پر آ کر نا صاف ہو جاتی ہے
میرے گھر میں اب بھی کئی مریض ہیں۔ تم اپنی خیریت اور ہر ایک کی صحت سے
جلد مسرور کرو اور اس خط کا جواب جلد لکھو اللہ تعالیٰ تمہارے علم و عمر
میں برکت دے اور دولت کونین سے مالا مال کرے۔ ع۔ ایں دعا
واز جملہ جہاں آمین باد فقط

امیر فقیر۔

۱۲۔ جنوری ۱۸۹۵ء از رامپور

محب اعزاز اقبالکم۔ دعاے صلاح و فلاح دارین کے بعد مدعا یہ ہے
کہ میں نے ایک ضروری خط آپ کو لکھا تھا اس میں دریافت کیا تھا کہ آپ نے
تاریخی حالات جو لغت کے متعلق لکھکر بھیجے ہیں وہ کس کتاب سے لئے ہیں
مگر آپ نے جواب نہ دیا مجھے اس کا انتظار ہے اور بڑی ضرورت ہے۔ چند
لغت اور ہیں جن کے متعلق تاریخ سے کچھ حال لکھنا مقصود ہے۔ بہزاد۔
بہلول دانا۔ بیجو باورا۔ بطلیموس۔ ان کے نوٹ اگر آپ جلد دے سکتے
ہیں تو لکھئے اور بھیجئے۔ اور اگر جلد تلاش کرنا اور لکھنا ممکن نہو یا دشوار ہو تو
مجھے ان کتابوں کا پتہ لکھئے جن میں انکا حال لکھا ہے کہ میں خود لکھلوں۔

لیکن تعجیل بہت مطلوب ہے حصہ بالکل تیار و مکمل ہے صرف اتنی ہی کسر باقی ہے
دونوں باتوں کا جواب دیجئے۔ اور اپنی اور اپنے متعلقین کی خیریت لکھیئے۔
نورچشم محمد احمد سے کسی قدر آپ کی خیریت و کیفیت معلوم ہوئی تھی اس سے
تسکین نہیں ہوئی۔ آپ نے گولیوں کے خشک کرنے کی ترکیب پوچھی
تھی مجھے بالکل یاد نہیں اور نہ یہی یاد ہے کہ اس کی ضرورت پڑی تھی یا نہیں
اب فصل ایسی آگئی ہے کہ گولیاں آپ سے آپ خشک ہوں گی انشاء اللہ تعالیٰ
میں تکلیفوں سے فارغ نہیں ہوں بیمار بھی ہوں اور بیمار دار بھی۔ ورنہ خود
تیار کرا کر بھیجدیتا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اپنے حبیب
اور آل حبیب کے صدقے میں ہر تردد و کلفت سے محفوظ و مطمئن رکھے فقط

آپ کا دعاگو

امیر فقیر ۔ ۲۳ ۔ مارچ [illegible]

پیارے زاہد سلمکم اللہ تعالیٰ۔ پہلے دعا مانگتا ہوں کہ تم بخیریت ہو اور
تمہاری دلہن کو حسب دلخواہ صحت ہو پھر تکلیف دیتا ہوں کہ مجھے ۲۷ شوال
مطابق ۲۳۔ اپریل روز سہ شنبہ کو چند چیزوں کی ضرورت ہے
جیسے لوکاٹ۔ رنگترے۔ شربتی لیموں۔ یہاں یہ قواکہ اس زمانے
میں اچھے نہیں ملتے۔ امید ہے کہ وہاں یہ چیزیں عمدہ دستیاب ہوتی
ہوں۔ آپ بہت جلد توجہ کر کے اس حساب سے روانہ کیجئے کہ
عین ۲۷۔ شوال کو یہاں پہنچیں اور حتی الامکان ثمر ایسے ہوں کہ تین چار
دن ٹھہر سکیں اس لیے کہ ایک عزیز صفراوی مزاج کے ساتھ ریل پر

روانہ کرتا ہی تاکہ اسکو مفید ہوں مکرر لکھتا ہوں کہ بہت اہتمام کیجئے میووں کے بھیجنے میں کہ وقت پر پہنچیں۔ میں بہت ممنون ہونگا۔ محمد احمد مع اخوان تا و جب یہ ساں ہیں فقط پانچروپیہ کا نوٹ اسی ضرورت کے واسطے ملفوف ہی۔ آپ کا دعاگو

امیر احمد امیر عفی عنہ

۱۶۔اپریل ۱۸۹۵ء ریاست رامپور

پیارے زاہد۔ اللہ تم کو خوش رکھے اور طمانیت دارین نصیب کرے لوکاٹ بہت عمدہ تمنے بھیجے اور وہ عین وقت پر پہنچے۔ ۲۶۔ شوال کو وہاں سے روانہ ہوے اور ۲۷ کو یہاں پہنچ گئے بہت جلد پہنچے تب بھی بہت سڑ گئے یہ غایت لطافت کی دلیل ہی اور میوے شاید فصل نہونے سے دستیاب نہیں ہو سکے بہر کیف اس سے کام نکلگیا۔ میری طرف سے بہت بہت دعا اور شکر یہ ہدیہ کا قبول کرو۔ تمنے کوئی سعادت نامہ نہیں لکھا۔ اپنی خاتون کی خیر و عافیت سے مسرور نہیں کیا سخت تشویش ہے۔ لوکاٹ بھیجدیا اور کچھ نہ لکھنا یہ بھی تردد کا باعث ہی۔ خدا کرے اطمینان ہو صحت ہو آرام ہو۔ میں دعا سے کسی وقت غافل نہیں ہوں تم مجھے مطمئن کرنے میں دیر نکرو قلم اٹھاؤ خیریت نامہ لکھو اور تردد رفع کرو سب عزیز سلام و دعا کہتے ہیں۔

امیر فقیر۔ رامپور۔ ۲۸۔ اپریل ۱۸۹۵ء

پیارے زاہد۔ تمہارا خط نہ آنے سے پہلے ہی میرا جی دھڑکتا تھا کہ

ضرور کچھ دال میں کالا ہی اور میں دعا مانگتا تھا کہ الٰہی خیر ہو۔ آج جو تمہارا
خط آیا اس کا ہر فقرہ میرے کلیجے میں تیر بنکر اُترا۔ جوانمرگی کا صدمہ تو ایسا
ہوتا ہی کہ دشمن پر بھی ہو تو دل دکھ جاتا ہی ایسی خاتون جوان عمر مانوس الطبع
خوش اوقات خوش صفات کی مفارقت دائمی کا داغ کیونکر دل میں ناسور
نہ ڈالے حقتعالیٰ ہی توفیق صبر دے تو صبر آئے تعزیت نامہ میں نے
علیحدہ لکھا ہی اس کو ضرور بار بار پڑھیے۔ میں اب تمہارے واسطے دعا
توفیق مصابرت مانگتا ہوں اور مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت۔ خدا
اس بچے کو جو مرحومہ کی پیاری نشانی ہی پروان چڑھائے اور اقبال کے
ساتھ عمر دراز عطا فرمائے اور تم کو اپنی بارگاہ فیض سے جہاں کسی چیز کی
کمی نہیں نعم البدل عطا فرمائے۔ اس جگہ تم یہ خیال نکرنا
کہ مرحومہ کا نعم البدل کیسے ہو سکتا ہے۔ جناب ام سلمہ رضی اللہ
عنہا جب اپنے شوہر ابو سلمہ کی رحلت سے بیوہ
ہو گئیں تو انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھتے وقت یاد آیا کہ حضرت رسول
مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو کوئی کسی چیز کے فوت ہو جانے
پر یہ آیت ترجیع پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کو نعم البدل عطا فرماتا ہی اس خیال سے
پڑھتی تو تھیں مگر یہ خطرہ دل میں گذرتا تھا کہ میرے شوہر کا نعم البدل کیا ہو سکتا ہی
جب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عقد میں آئیں تو سمجھیں کہ حقتعالیٰ نے کیسا نعم البدل
عطا فرمایا جو خلاصہ کائنات ہی۔ اس بیان سے میرا مقصود یہ ہی کہ اگرچہ اس
وقت تمہارے نفس پر شاق ہو گا۔ مگر اے میری جان سراپا ارمان زاہدا!

ابھی سے دوسرے عقد کی فکر کر تو نام خدا ابھی جوان ہے تیرا بچہ معصوم نادان ہے اُسکی پرورش میں جیسی کوشش چاہیئے ویسی تنہائی میں دشوار ہوگی اور اسی حیلے سے مرحومہ کا غم بہت جلد کم ہو جائے گا۔ میرے دل نے تمہارا میں نے نیک نیتی سے سچی نصیحت کردی۔ اگر اس کا جواب شعر قبول پاؤنگا تو خوش ہوں گا۔ اگر میں قابل سفر ہوتا تو تعزیت کے واسطے خود آتا اور تمہیں بہت کچھ سمجھاتا کیا کروں امراض کی وجہ سے معذور رہوں۔ ایسی حالت میں تمنے امیر اللغات کو مدد دینے سے کمی نہیں کی اس کا میں بہت ہی شکر گزار ہوں۔ دفتر کے عمدہ کارپرداز وطن کو گئے ہیں آئیں تو ان نوٹوں پر نظر کر کے درج امیر اللغات کریں۔ پیارے زاہد اب تو ریل امپور تک ہوگئی ہے موقع ملے تو کبھی ادھر بھی آنکلو۔ اب تو مدت ہوگئی کہ نہیں دیکھا مجکو بھی اپنے دیدار سے مسرور کرو تمہارا جی بھی کچھ بہل جائے گا میرے سب عزیز دوست ما وجب رساں ہیں۔ واپس شدہ نوٹ مجوب ہے کر میں نے رکھ لیا کہ ایسے وقت میں کیا تم سے بحث کروں ہر طور تمہارا احسانمند ہوں۔ میں کس قابل ہوں کہ تمہارے احسانات کی تلافی کرسکوں خیر بھائی تمہاری ہی آنکھ اونچی رہے۔ تمہاری خوشی میری عین خوشی ہے فقط

فقیر امیر احمد امیر ۳۰ - جون ۱۸۹۵ء

وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبتہ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون

اور خوشی سنا اُن صابرین کو کہ جب پہنچے انہیں کوئی مصیبت کہیں مملوک ہیں ہم اللہ کے اور ہم اسی کی طرف پھرنے والے ہیں۔

اولئک علیھم صلوات من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون ۔
وہی ہیں کہ ان پر شاباش ہے ان کے رب کی اور رحمت ہے اور وہی راہ پانیوالے ۔

پیارے زاہد جو آیتیں پیشانی پر لکھی گئی ہیں ان کے معانی ہیں غور کرو کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ آپ خوشخبری سنادیں ان صبر کرنے والوں کو جو مصیبت کے وقت انا للہ وانا الیہ راجعون کہتے ہیں۔ یعنی ہم اور ہمارا مال ہماری آل عزیز دوست تمام مخلوق اللہ کی مملوک ہے ہمیں کسی قسم کی شکایت کا حق نہیں اور ہم سب اسی کی سمت پھرنے والے ہیں۔ کوئی آج کوئی کل کوئی دس دن بعد یہی وہ لوگ ہیں جن کی سچی سمجھ پر ان کے پروردگار کی طرف سے آفرین و شاباش ہے اور انہیں پر رحمت نازل ہوتی ہے اور دنیا میں اپنی رضا و اطاعت کی راہ اور آخرت میں عفو و مغفرت و نعمائے بہشت کی دولت انہیں مل جاتی ہے

پیارے زاہد عقل کو خواہش پر ترجیح دینا اور دائرہ اتباع شریعت سے قدم باہر نہ نکالنا صبر کی حقیقت ہے۔ آنسوؤں سے رونے کا کچھ مضائقہ نہیں گریۂ چشم رحمت ہے مگر اس کا قصد نہ کرنا کہ طبیعت صبر و استقلال کی طرف متوجہ ہو صبر و رضا کی مخالفت ہے۔

روایت ہے کہ حضرت موسیٰ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مناجات میں حق تعالیٰ سے عرض کیا کہ الٰہی کونسا بندہ تیرے نزدیک محبوب ہے فرمایا کہ یا موسیٰ جس بندے سے میں اس کی محبوب چیز لے لوں اور

وہ میری محبت کی وجہ سے برا نمانے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن خدائے تعالے
میری امت کے ایک گروہ پر ایسی عنایت فرمائے گا کہ قبروں سے نکلتے ہی
اڑکر جنت کو چلے جائیں گے۔ اور اس دار العیش میں جہاں چاہیں گے
سیر کریں گے اور خوشیاں منائیں گے۔ فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ
تم حساب دے چکے؟ وہ کہیں گے کہ ہم نے تو حساب دیکھا بھی نہیں
فرشتے کہیں گے کہ تم پل صراط سے گذر چکے؟ وہ کہیں گے کہ ہمیں پل صراط
کی خبر نہیں کہ کہاں ہے۔ الغرض اسی طرح ان سے وزن اعمال وغیرہ امور
آخرت کے سوال ہونگے۔ اور وہ سب سے اپنی لاعلمی ظاہر کریں گے
تب فرشتے پوچھیں گے کہ تم کس کی امت میں ہو وہ کہیں گے کہ محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی امت ہیں۔ تب فرشتے ان کو قسم دیں گے کہ سچ
بتاؤ کہ تمہارے اعمال دنیا میں کیا تھے وہ کہیں گے کہ دو خصلتیں ہم میں
تھیں۔ ایک یہ کہ جب تنہا ہوتے تو خداوند تعالی کی نافرمانی سے حیا کرتے
دوسرے یہ کہ جو معاملہ اللہ تعالی ہم سے کرتا ہم اس پر راضی رہتے۔ فرشتے
جب یہ سنیں گے تو کہیں گے کہ تب تو یہ حال تمہارا ہونا ہی چاہیئے تھا۔

پیارے زاہد۔ صبر کی فضیلت قرآن میں ستر جگہ آئی ہے۔ اللہ تعالی
نے صابرین کے ساتھ اپنی معیت کا وعدہ فرمایا ہے اس سے بڑھ کر کونسی
نعمت دنیا و آخرت کی ہوگی پیشانی ہی کی آیت توفیق صبر ورضا کے واسطے
کافی ہے کہ اللہ تعالی آفریں اور شاباش فرماتا ہے اور پھر رحمت و ہدایت

کی خوشخبری سناتا ہے جس ایک ایسے عمل پر تین تین جزائیں ہوں وہ عمل تو مستعد ہوکر کرنا چاہیئے" عمل کرنے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جو آنسو بے اختیار نکل رہے ہیں اُن کو روکو۔ بلکہ دل کو صبر کی فضیلتوں پر متوجہ کرکے خداوند تعالیٰ سے راضی رہنے کی کوشش کرو۔ ان کے سب چاہنے والے عزیزوں کو اسی طرح کی باتوں سے صبر کی طرف لاؤ۔ کہ اپنے صبر کرنے کے علاوہ تم کو ان صبر کرنیوالوں کے ثواب سے بھی حصہ ملے۔ واقعۂ شہادت کربلا کو خود بھی یاد کرو اور اوروں کو بھی یاد دلاؤ۔ دیکھو جناب سید الشہدا اور ان کے اہلبیت پر کیا کیا مصیبتیں آئیں اور کیسا صبر کیا۔ تعزیت کے خط میں اور مطالب لکھنا مناسب نہ تھا اس لیے اس تحریر کو اسی مطلب پر تمام کیا فقط

فقیر امیر احمد امیر۔ ۳۔ جون ۹۵ء دوشنبہ رامپور

پیارے زاہد۔ دو پٹاریاں آلو اور شفتالو کی آئیں اور ملٹی کے ذریعے سے وصول ہوئیں شکر نعمتہائے تو چندانکہ نعمتہائے تو۔ نخلبند حقیقی میرے میوے کھلانے والے کے نہال آرزو کو دو جہاں میں سرسبز و شاداب کرے۔ تمہارے دعاگو نے ایک خط اس سے پہلے بھیجا ہے اور اس کے دوسرے پرچے میں اپنی رائے کا اظہار کرکے تمہارے دل کو سردست صدمہ پہنچایا ہے۔ امید ہے کہ تم اس رائے کو جو نہایت نیک نیتی اور عاقبت اندیشی سے دی گئی ہے اپنی والدہ اور خاندان کے بزرگوں تک پہنچاؤ اور اگر تم کو شرم آتی ہے تو مجھے راہ بتاؤ کہ میں ان کو لکھوں

پہلے تم راضی ہو جاؤ پھر سب کچھ آسان ہے فقط

امیر فقیر - ۶ جون ۹۵ء رامپور اسٹیٹ

دفتر امیر اللغات -

پیارے زاہد - خدا کرے تم خوش ہو خیریت سے ہو غم غلط ہو گیا ہو مصروف عیش و طرب ہو اور یہی مصروفی میری طرف کم توجہی کا سبب ہو - تم نے مجکو بھلا دیا مگر میں ہمیشہ تم کو دعائے خیر کے ساتھ یاد کیا کرتا ہوں - مدت ہو گئی کہ اور اک خیریت کو ترستا ہوں اور تڑپتا ہوں معلوم نہیں کہ تم کو اس ترسانے اور تڑپانے میں کیا مزا ملتا ہے - میں نے ایک تعزیت نامہ بھیجا تھا اور بحکم دلسوزی کچھ نصیحت کچھ ہدایت کی تھی - اس پر تم نے عمل کیا یا نہ کیا اتنا تو ضرور کیا کہ اپنے غم کا عوض مجھ سے لیا کہ اپنی خیریت سے بھی محروم رکھا میں انتظار کرتے کرتے تنگ آگیا اور ابھی معلوم نہیں کہ اس سلسلے کا خاتمہ کیا ہو گا - اور کچھ نہیں صرف تمہاری خیریت مطلوب ہے - اب مہربانی کرکے مہر سکوت کو توڑو خاموشی چھوڑ دو اپنی خیر و عافیت اور مسرت سے مجھے خوش کرو - مجھ سے دعائیں لو - یقین کرو کہ مجکو اس سے آگے تاب اضطراب نہیں تشویش تردد انتشار اضطراب سب دمبدم ترقی پذیر ہیں - اللہ سے امید ہے کہ مسرت و عافیت اور طمانیت و جمعیت کی صحبت میں تمہاری طبیعت بہل گئی ہو گی - میں اس زمانہ میں بہت مجبور رہا جس بول کے دورے متصل پڑے اور متواتر تا تا طرح کا صدمہ اٹھانا پڑا ہے جس سے اسوقت تک آرام جیسا چاہئے نہیں ہے پھر بھی باری تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس سے ملتجی

صحت و عافیت رہتا ہوں ۔ امید کہ میرے اس خط کا جواب جو بہت اضطراب کی حالت میں تمکو بھیجتا ہوں فوراً لکھو یہ تو تم بھی جان گئے ہوگے کہ تمہاری سعادت ولیاقت اور تمہاری سچی محبت نے میرے دل کو تسخیر کر لیا ہے ۔ لہذا تمہاری خیریت نہیں ملتی تو تعلق خاطر کسی طرح سے چین نہیں دیتا سب اطفال اور ارباب دفتر ما وحب کہتے ہیں اور منتظر مژدہ خیر و عافیت ہیں فقط

داعی خیر

امیر فقیر ۶ ستمبر ۹۵ء ریاست امپور

پیارے زاہد ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے آپ نے مسرت نامہ لکھکر مجکو خوش کیا اور اپنی محبت و عنایت کا منت پذیر بنایا ۔ ع اے وقت تو خوش کہ وقت ماخوش کردی آپ کی دلپذیر تحریر لیاقت کا دفتر ہی قابلیت کا مجموعہ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو جتنی لیاقت دی ہی اس سے زیادہ سعادت دی ہی اور سعادت سے بھی زیادہ میری محبت دی ہی اور میرے دل کو جو آپ کی محبت دی ہی وہ اس سے بھی زیادہ ہی یہی وجہ ہی کہ میں ہر وقت آپ کو دعائیں دیا کرتا ہوں اور آپ کی یاد سے دل کو تسکین دیتا رہتا ہوں ۔ امید کہ آپ بھی اپنی خیریت کی خوشخبری دیگر جلد جلد مجھے راحت دیا کیجئے ۔ میں آج کل بہت ہی رنجور رہا ۔ اس مہینے میں تین دو مرے حبس بول کے پڑے اور ہر دورہ روح فرسا تھا تپ کی بھی شکایت اکثر رہی اب بھی طبیعت صاف نہیں ہی ۔ بہر حال اللہ کا شکر ہی مجھے اس بات کا خود افسوس رہتا ہی کہ میں اپنی معذوری کی وجہ سے احباب کی خدمتگزاری نہیں کر سکتا

خصوصاً آپ سے احب کا کلام حسب دلخواہ نہ دیکھنا اور آپ کو خوش نکر سکنا
نہایت قلق کا باعث ہی۔ اب جو آپ نے ہر مہینے اپنا کلام بھیجنے کا ارادہ
کیا ہی مجھے بخوشی منظور ہی اپنے امکان بھر اس کے دیکھنے میں ضرور کوشش
کرونگا اور اس پر خدانخواستہ وجوہ قوی مانع ہوں گے تو عذر کروں گا
بسبب پیرانہ سالی میرے ہاتھ میں رعشہ ہوگیا ہی جس سے لکھنا مجھ سے
چھوٹ گیا ہی بمجبوری دوسرے کے قلم سے لکھواتا ہوں۔ اگرچہ قلم میرا نہیں
ہوتا مگر زبان میری ہوتی ہی۔ ابر کی بوند بعض شعرا نے کہا ہی اس سے
یہ غلط نہیں کہا جاسکتا لیکن ابر کی بوند پر زبانوں سے مستعمل نہونے سے
میری طبیعت اس کو پسند نہیں کرتی۔ اور اگر آپ اپنے کلام میں لکھنا
چاہتے ہیں تو چنداں مضایقہ بھی نہیں۔ کردے گی۔ کی یاے اول کا
گرنا ناپسند کرے اس کی جگہ۔ کرے گی بنانا ٹھیک ہی۔ اب اپنے وجدان
سلیم سے کام لیجئے اور اس مصرع کو یوں ہی رکھئے جیسا میں نے بنایا ہی
باٹ دیکھنا۔ راہ دیکھنے کے معنی میں فصحاے لکھنو و دہلی کی زبان نہیں
میر کا کہنا اس وقت سند نہیں ہوسکتا۔ اسوقت بولتے ہوں گے
اب کوئی نہیں بولتا۔ اور مخزن المحاورات چرنجی لال کا کیا اعتبار؟ اس
میں ہزاروں محاورے گنواروں کے لکھے ہیں منجملہ ان کے ایک یہ بھی ہی
بہرکیف باٹ دیکھنا کسی طرح صحیح نہیں میں بھی آپ سے متفق ہوں۔

تیسرا حصہ لغت کا مدت سے تیار ہی بے ہنر مائگی اس کی طبع سے
مانع ہی۔ دفتر ابتر اور پریشان ہوا چاہتا ہی بلکہ ہوگیا۔ کام بند ہوگیا ہے

بڑا افسوس ہوگا اگر یہ کتاب ناتمام رہ گئی اور یہ افسوس نہ صرف مجھکو ہی ہوگا
بلکہ تمام ملک کو۔ دیکھئے خدا کو کیا منظور ہے۔ بحر بادرا وغیرہ کے نوٹ لکھکر آپ
نے بہت ممنون کیا۔ ارباب دفتر میں سے جو لوگ رہ گئے ہیں آپ کو سلام کہتے
ہیں اور نور چشم محمد احمد مع اخوان ماوجب رسان ہیں۔ عزیزی منشی ممتاز علی یہاں
نہیں ہیں۔ تاریخ کی فکر میں ہوں جسوقت حسب دلخواہ ہوگئی فوراً بھیجونگا فقط

داعی خیر

امیر فقیر۔ ۱۹ ستمبر ۹۵ء رامپور

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے آپ کی افسردہ خاطری کو
شگفتہ دلی سے بدلے اور دین و دنیا کی دولت سے مالا مال کرے محبت
نامہ آیا اور نور و سرور افزائے دیدۂ و دل ہوا۔ غزلیں دیکھکر بھیجتا ہوں۔ ماشاء اللہ
کیا کیا شعر کہے ہیں۔ چشم بد دور۔ جس زمین میں انشا نے چار شعر نکالے آپ نے
اس میں دریا بہا دئیے بارک اللہ فی عمرکم۔ آپ کی خاتون کی تاریخ رحلت
بھیجتا ہوں چار ہی مصرع ہیں مگر مجھے پسند ہیں۔ خدا کرے آپ بھی پسند کریں
سہارنپور کی خرابی سنکر سخت تشویش ہوئی اسی وقت سے دست بدعا ہوں
ارحم الراحمین رحم کرے کہ یہ بلا جلد دفع ہو۔ امید کہ خیر و عافیت سے
جلد جلد تسکین دیتے اور دعائیں لیتے رہئے۔ میں اپنا حال کیا لکھوں
دلتنگی ہوتی ہے مختصر یہ کہ اچھا نہیں ہوں اپنے [illegible] لازمہ پیری ہے
کہ گھر میں کئی شخص سخت مریض ہیں۔ اُن سے شفائی [illegible] جس سے خرچ
بڑھ گیا ہے۔ امیر اللغات کی شکستہ حالی پر توجہ دی آپ نے خوب خبر لی ۔۔

بہت ہی شکر کے قابل ہی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی فکر و سعی کو کامیاب کرے۔ پیشگی قیمت حاصل کرنے کے واسطے اشتہار دینے کی صورت امیر اللغات کی شان پر نہایت بدنما ہی۔ ابتدا سے پبلک میں یہ اثر ڈالا گیا ہی کہ اس کام کی تمامی کی امید ضعیف ہو خلق میں اسکی نسبت مختلف خیالات ہیں کوئی مولف کو سرمایہ دار جانتا ہی کسی کو یہ خیال ہی کہ ریاست میں اسکی بنا پڑی ہی۔ رئیس کی امداد سے تکمیل کو پہنچے گا۔ ایسی حالت میں یہ عامیانہ طریقہ اختیار کرنا کہ پیشگی قیمت آئے تو تیسرا حصہ چھپے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ البتہ تیسرا حصہ نکلنے میں تاخیر ملک میں مضر ضرور ہی۔ خدا کرے آپ نے جو صورت تجویز کی ہی اور آئندہ اس کی تفصیل سے آگاہ کرنے کا وعدہ کیا ہی خوشنمائی کے ساتھ نکلے۔ اور امیر اللغات کو اس سے معتدبہ مدد پہنچے۔ اس خط کا جواب جلد عنایت کیجئے گا۔ سب عزیز و احباب ماوجب گزار ہیں

قطعۂ تاریخ

رتبۂ خاتون زاہد دیکھ امیر　　آج کیا جنت میں اس کا پایہ ہی

ہے سیادت کی بدولت یہ شرف　　چتر سر پر فاطمہ کا سایہ ہے ۱۳۱۲ھ

امیر فقیر ۔ ۱۲۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء رامپور

مجی و سعیدی ۔ دعائے صلاح و فلاح دارین ۔ پہلے پرچہ مورخہ ۷۔ نومبر جس میں غزل ملفوف تھی آیا ۔ پھر کارڈ مرقومہ ۱۹۔ نومبر پہنچا دونوں باعث سرور و سپاس موفور ہوئے ۔ امیر اللغات کی نسبت جو بمقتضائے دلسوزی و ہمدردی آپ نے اپنی رائے ظاہر کی اس کا شکریہ جداگانہ ادا

کرتا ہوں مگر مشفق من یہ صورت امیر اللغات کی کارروائی کے لیے کافی نہیں ہو سکتی۔ مختصر یہ ہے کہ ایسا عظیم الشان کام اسوقت تک انجام کو نہ پہنچے گا جب تک گورنمنٹ انگلشیہ یا کوئی ذی حوصلہ ریاست کافی مدد نہ دے گی۔ بہر حال آپ کا التفات مستوجب سپاسگزاری ضروری ہے۔ میں اس زمانے میں صحیح نہیں ہوں علاوہ امراض مزمنہ کے اور بھی شکایتیں باعث رنجوری و معذوری ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جواب خط لکھنے میں تاخیر ہوئی۔ زرا آرام ہو لے تو آپ کا کلام دیکھکر بھیجوں۔ صنمخانہ عشق نظر ثانی سے مہذب و مکمل ہو گیا ہے کچھ ہی کسر باقی ہے بعض تلامذہ کا اصرار اس کے طبع کی نسبت بدرجہ غایت ہے جس سے امید کی جاتی ہے کہ اب کے چھپ ہی کے رہے گا فقط

امیر فقیر۔ ۲۰۔ نومبر ۹۵ء۔ رامپور

پیارے زاہد۔ سلامت بخیر و عافیت ہو۔ تمہارے نامہ سعادت نے پہنچکر بہت مسرور کیا۔ صنمخانہ کی بابت جو دلچسپی تم نے ظاہر کی اور اس کی اشاعت و تشویق میں سعی کا وعدہ کیا اس کا میں دل سے شکر گزار ہوں امید ہے کہ اسی ہفتہ میں چھپنے کو آگرے روانہ ہو جائے۔ اب اللہ کی عنایت سے کچھ کسر باقی نہیں ہے۔ تمہاری تاریخ میں تلاش کرونگا مگر معلوم نہیں وہ کس سنہ کی ہے اگر حسب دلخواہ نکلی تو بخوشی درج دیوان کرونگا۔ غزلیں دیکھکر بھیجتا ہوں اپنی خیریت کے ساتھ ان کی رسید سے بھی مطلع کیجئے گا۔ سب چھوٹے بڑے با وجب رساں ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۴۔ جنوری ۱۸۹۶ء۔ رامپور

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوش رکھے۔ تمہارا محبت نامہ صنخانۂ عشق کی تاریخیں لیکر آیا تھا۔ مجھے بالکل فرصت نہیں ہوئی کہ میں اس کا جواب لکھتا صنخانہ تیری کے ساتھ چھپ رہا ہے نصف سے زاید چھپ گیا۔ امید ہے کہ آغاز شوال میں بالکل فراغت ہو جائے گی۔ تاریخیں بغیر طلب احباب نے بہت سی بھیجیں مگر تر و خشک تاریخوں سے دیوان کا حجم بڑھانا مجھے پسند نہ آیا ان میں سے چن چن کر وہ تاریخیں رکھیں جو انتخاب الانتخاب ہیں اور باقی سے قطع نظر کی۔ امید کہ اس کے جواب میں اپنی خیریت سے جلد مسرور کرو سب عزیز و احباب ماوجب گذار ہیں۔ تمہارے ایک شعر کے معنی میں نہیں سمجھا کہ بلغم کی طرح دوش و سر کی پوٹ کیا چیز ہے۔ یہ مضمون غالباً کسی قصے سے متعلق ہوگا جو مجھے معلوم نہیں۔

امیر فقیر۔ ۴۔ مارچ ۱۸۹۶ء رامپور۔

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوش کرے اور ہمیشہ خوش رکھے۔ تمہاری تحریر غم و الم کی تصویر اسوقت آئی اس کے دیکھنے سے دل ہلگیا اس میں شک نہیں کہ تم پر گوناگوں مصیبتیں پڑیں اور تمہارا ہی کلیجا تھا کہ تم جھیل گئے۔ اس صبر جمیل کی خداوند جلیل سے تمکو داد ملے گی۔ اور اس کے اجر میں دارین کی نعمت و مسرت نصیب ہوگی۔ بلغم باعور۔ کا حال جو تم نے لکھا میں نے دیکھا اب وہ شعر بے تکلف رکھنے کے قابل ہے۔ میں اس سے خوش ہوا کہ تم نے صنخانہ کو پسند کیا اور دیکھکر خوش ہوئے۔ پہلے دیوان کا شعر جو اس دیوان میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ آگیا ہے

کرتا ہوں مگر مشفق من یہ صورت امیر اللغات کی کارروائی کے لیے کافی نہیں ہو سکتی۔ مختصر یہ ہی کہ ایسا عظیم الشان کام اسوقت تک انجام کو نہ پہنچے گا جب تک گورنمنٹ انگلشیہ یا کوئی ذی حوصلہ ریاست کافی مدد نہ دے گی۔ بہرحال آپ کا التفات مستوجب سپاسگزاری ضروری۔ میں اس زمانے میں صحیح نہیں ہوں علاوہ امراض مزمنہ کے اور بھی تشکایتیں باعث رنجوری و معذوری ہیں۔ یہی وجہ ہی کہ جواب خط لکھنے میں تاخیر ہوئی۔ ذرا آرام ہولے تو آپ کا کلام دیکھکر بھیجوں۔ صنمخانہ عشق نظر ثانی سے مہذب و مکمل ہو گیا ہی کچھ ہی کسر باقی ہی بعض تلامذہ کا اصرار اس کے طبع کی نسبت بدرجہ غایت ہی جس سے امید کی جاتی ہی کہ اب کے چھپ ہی کے رہیگا

فقط

امیر فقیر۔ ۳۰۔ نومبر ۹۵ء۔ رامپور

پیارے زاہد۔ سلامت بخیر و عافیت ہو۔ تمہارے نامہ سعادت نے پہنچکر بہت مسرور کیا۔ صنمخانہ کی بابت جو دلچسپی تم نے ظاہر کی اور اس کی اشاعت و تشویق میں سعی کا وعدہ کیا اس کا میں دل سے شکر گزار ہوں امید ہی کہ اسی ہفتہ میں چھپنے کو آگرے روانہ ہو جائے۔ اب اللہ کی عنایت سے کچھ کسر باقی نہیں ہی۔ تمہاری تاریخ میں تلاش کرونگا مگر معلوم نہیں وہ کس سنہ کی ہی اگر حسب دلخواہ نکلی تو بخوشی درج دیوان کرونگا۔ غزلیں دیکھکر بھیجتا ہوں اپنی خیریت کے ساتھ ان کی رسید سے بھی مطلع کیجئے گا۔ سب چھوٹے بڑے با وجب رساں ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۴۔ جنوری ۱۸۹۶ء۔ رامپور

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوش رکھے۔ تمہارا محبت نامہ صنمخانۂ عشق کی تاریخیں لیکر آیا تھا۔ مجھے بالکل فرصت نہیں ہوئی کہ میں اس کا جواب لکھتا صنمخانہ تیزی کے ساتھ چھپ رہا ہی نصف سے زاید چھپ گیا۔ امید ہے کہ آغاز شوال میں بالکل فراغت ہوجائے گی۔ تاریخیں بغیر طلب احباب نے بہت سی بھیجیں مگر تیرہ خشک تاریخوں سے دیوان کا حجم بڑھانا مجھے پسند نہ آیا ان میں سے چن چن کر وہ تاریخیں رکھیں جو انتخاب الانتخاب تھیں اور باقی سے قطع نظر کی۔ امید کہ اس کے جواب میں اپنی خیریت سے جلد مسرور کرو سب عزیز و احباب ما وجب گزار ہیں۔ تمہارے ایک شعر کے معنی میں نہیں سمجھا کہ بلعم کی طرح دوش وسر کی پوٹ کیا چیز ہی۔ یہ مضمون غالباً کسی قصے سے متعلق ہوگا جو مجھے معلوم نہیں۔

امیر فقیر۔ ۴۔ مارچ ۱۸۹۶ء رامپور۔

پیارے زاہد۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوش کرے اور ہمیشہ خوش رکھے۔ تمہاری تحریر غم و الم کی تصویر اسوقت آئی اس کے دیکھنے سے دل ہلگیا اس میں شک نہیں کہ تم پر گوناگوں مصیبتیں پڑیں اور تمہارا ہی کلیجا تھا کہ تم جھیل گئے۔ اس صبر جمیل کی خداوند جلیل سے تمکو داد ملے گی۔ اور اس کے اجر میں دارین کی نعمت و مسرت نصیب ہوگی۔ بلعم باعور۔ کا حال جو تم نے لکھا میںنے دیکھا اب وہ شعر بے تکلف رکھنے کے قابل ہی۔ میں اس سے خوش ہوا کہ تم نے صنمخانہ کو پسند کیا اور دیکھکر خوش ہوئے۔ پہلے دیوان کا شعر جو اس دیوان میں تھوڑے سے تغیر کے ساتھ آگیا ہی۔

اس کی علت محض میرا سہو و نسیان ہے اور اکثر ہو جایا کرتا ہے کچھ چنداں ہرج
نہیں ہے۔ امیر اللغات کی ہنوز کوئی صورت نہیں نکلی اور نہ نکلتی معلوم ہوتی ہے
۔ یاس اس امید کی رگ رگ میں ہی چھائی ہوئی + زیادہ بجز دعاے
حصول جمعیت و طمانیت کیا لکھوں۔ جلیل حسن سلام کہتے ہیں صدمے
اور پریشانی کی حالت میں آپ کے بھائی کا وطن سے چلا جانا اور بھی باعث
کلفت ہوا۔ امید کہ جس وقت ملجائیں اطمینان کے لیے مجھے ضرور آگاہ
کیجئے فقط

امیر فقیر۔ ۱۹۔ اپریل ۱۸۹۶ء رامپور

پیارے زاہد۔ امیر فقیر کی دعائیں لو۔ مدت کے بعد تمہاری تحریر نے
آنکھوں کا نور بڑھایا۔ ساتھ ہی اس کے آلو کا پارسل بھی آیا جو مزید منت
پذیری اور شکر گزاری کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوش رکھے کہ تم اپنے
داعیان خیر کا دل خوش کیا کرتے ہو۔ میں اس زمانے میں ایک جدید تکلیف
پیش آجانے سے سخت پریشان ہوں عالی شان مکانات سرکاری جو
اک عمر سے میری سکونت گاہ تھے دفعتہً بضرورت سرکار مجھے خالی
کرنا پڑے جس سے میرا سارا قافلہ پریشان ہو گیا اولاد و احفاد کہیں میں
کہیں۔ اسباب کہیں۔ کتابیں کہیں۔ غرض ہنوز جمعیت و اطمینان کی کوئی
صورت نہیں نکلی۔ کلام احباب کے بستے معلوم نہیں کس صندوق میں ہیں
اور وہ صندوق کہاں ہے کسی طرح ممکن نہیں کہ اس وقت کوئی چیز تلاش
کرنے سے ملجائے۔ خداوند تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ اور جمعیت کی شکل نکلے

تو تمھاری غزلیں منگواکر دیکھوں ۔ امید کہ اس حالت پریشان خاطری میں
اپنی خیریت سے جلد جلد آگاہ کرکے تسکین افزائی کرو ۔ زیادہ کیا لکھوں سب
عزیز و احباب سلام کہتے ہیں فقط ۔

امیر فقیر ۔ ۲۵ ۔ جون سنہ ۹۶ء ۔ ریاست رامپور

مجبی و سعیدی ۔ سلام مسنون دعا مشحون ۔ دیوان رنگین آگیا مگر کوئی تحریر
آپ کی نہ آئی جو باعث تسکین خاطر ہوتی ۔ آپ نے اپنے دیدار سے مسرور تو کیا
مگر سیری نہیں ہوئی اور اتفاق سے وہ ایسی پریشانی کا وقت تھا کہ میں جی بھر
کے دیکھ ہی نہ سکا اور نہ کوئی تواضع کر سکا ۔ خداوند تعالیٰ سے امید ہے اور
دعا ہے کہ پھر آپ سے اطمینان کی ساتھ ملاقات ہو ۔ آپ کی سیادت و لیاقت
و سعادت نے میرے دل پر جو اثر ڈالا ہے اس کو میں ظاہر نہیں کر سکتا ۔
بہر کیف میں داعی خیر ہوں اور آپ کی خدمت گزاری کو اپنا فخر سمجھتا ہوں
سب بندہ زادے اور جلیل حسن سلام شوق کہتے ہیں ۔ امید کہ خیریت
نامہ سے مسرور کیجئے میرے سینے میں جانب قلب ایک گلٹی پیدا ہو گئی ہے
جو سخت تکلیف ہے آپ سے بھی دعاے عافیت کی امید ہے فقط

امیر فقیر ۔ ۱۲ ۔ ستمبر سنہ ۹۶ء رامپور

مجبی و سعیدی ۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون محبت نامہ آیا
دل بڑھایا (زکریا) بفتحتین و کسر را و تشدید یا ہے اس میں کوئی تغیر اب تک
نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے جو لوگ ذکریا ۔ ذال سے بالکسر لکھتے ہیں اور سکون
ثانی و تخفیف یا کے ساتھ بولتے ہیں محض غلط ہے خواہ دہلی والے ہوں

یا لکھنو واسلے ۔ انشاءاللہ وقت فرصت میں آپ کی غزلیں دیکھکر بھیجونگا بہت
دیر نہو گی جلیل حسن سلام عرض کرتے ہیں ۔

امیر فقیر ۔ ۲۶ ستمبر ۱۸۹۶ء رامپور

مجی وسعیدی ۔ سلام مسنون دعا مشحون ۔ زکریا کی تحقیق میں اسوقت
آپ کا دوسرا کارڈ پہنچا تعجب ہی کہ میرا کارڈ جو پہلے کارڈ کے جواب میں
گیا ہی آپ کو نہ پہنچا ۔ میں لکھہ چکا ہوں اور پھر لکھتا ہوں کہ زکریا نے سے کا
ذال سے کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا اور اس کے اعراب میں بھی تغیر ممکن
نہیں ہی آپ کا جواب بالکل باصواب ہی اور اس کا مدعی خطا پر ہے
زیادہ دعا فقط ۔

امیر فقیر ۔ ۳۰ ستمبر ۱۸۹۶ء رامپور

پیارے زاہد ۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون کے بعد مدعا نگار
ہوں کہ حافظ جلیل حسن بحکم ضرورت دفعتہً روانہ وطن ہوگئے چلتے
وقت جلدی میں آپ کی غزلیں اصلاح طلب ان کو ڈھونڈھنے سے نہیں
میری پیشی کا کام سب ان سے متعلق تھا اب ان کے آنے تک میری
تلاش سے کوئی چیز مل نہیں سکتی ۔ لہذا چاہتا ہوں کہ اس کلام کو آپ دوبارہ
بھیجدیجئے ۔ یا ایک مہینے کا انتظار کیجئے کہ وہ مع الخیر واپس آجائیں ۔
مجھے اس وقت کچھ بھی یاد نہیں کہ آپ کی تحریر سعادت خمیر میں کونسا مضمون
جواب طلب تھا جس کے جواب لکھنے سے میں قاصر ہوں ۔ امید ہی
کہ یہ معذرت نامہ قبول ہو ۔ اطفال ما وجب گزارش ہیں فقط

امیر فقیر بقلم دیگرے ۔ ۳۰۔ اکتوبر ۱۸۹۶ء از رامپور

پیارے زاہد۔ دعائے صلاح و فلاح دارین کے بعد مدعا یہ ہے کہ سعادت نامہ محبت شمامہ ۲۳ دسمبر کا لکھا ہوا آیا آنکھوں کا نور دل کا سرور بڑھایا۔ موسم سرما میں مرض عسر بول بڑھ جاتا ہے جس بول کے دورے جلد جلد پڑتے ہیں اسی وجہ سے کوئی کام ٹھیک نہیں ہوتا۔ احباب کی خدمت گزاری میں تقصیر ہوتی ہے حتیٰ کہ کوتہ قلمی بھی منفعل کرتی ہے آپ سے بھی امیدوار معافی ہوں۔ امیر اللغات کے باب میں جو درخواست نواب گورنر جنرل بہادر کو بھیجی گئی تھی اس میں کامیابی نہوئی سکرٹری نے جواب لکھا کہ یہ درخواست لفٹنٹی کے ذریعے سے آنا چاہئیے۔ اب وہاں پیش کرنے کا ارادہ ہے حافظ جلیل حسن اب تک وطن سے نہیں آئے ان کے والد بیمار ہو گئے ہیں اس وجہ سے رخصت سے زیادہ توقف ہوا۔ امید ہے کہ اسی ہفتے میں آجائیں۔ ان کے آنے کے بعد آپ کی مطلوبہ کتاب کتبخانے سے نکلوا کر بھیجونگا۔ ان کی غیبت میں مجھے تلاش کرنا دشوار ہے۔ غزلیں اپنی آپ پھر بھیجدیں تو بہتر ہے۔ اطفال عقیدت خصال ما وجب گزارہیں فقط

امیر فقیر بقلم دیگرے ۔ ۶۔ دسمبر ۱۸۹۶ء

از رامپور

سعید و رشید کونین محبی سید زاہد حسین سلمکم اللہ تعالیٰ ۔ سلام و دعا کے بعد مدعا یہ ہے کہ نامہ سعادت بلٹی لیکر پہنچا اور نوکاٹ کا پارسل ابھی اسٹیشن سے وصول ہوا۔ میرا دل آپ کی محبت اور خاص عنایت

کا شکر ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر و اقبال میں برکت دے۔ میری کوتہ
قلمی بیشک سزاوار ملامت ہے اور مجھے آپ کی طرف سے انتہا کی ندامت
ہے۔ کچھ ایسی کاہشوں میں مبتلا رہتا ہوں کہ ضروری کام بھی مجھ سے بن نہیں سکتا
نہ آپ کو کوئی خط لکھا نہ خط کا جواب دیا اور نہ آج تک غزلیں دیکھنے کی
نوبت آئی اور آپ کی طرف سے عنایتوں پر عنایتیں ہیں جن کا شکر بھی ادا
کرتے نہیں بنتا۔ آپ کے حق میں دعا البتہ کیا کرتا ہوں۔ اس کام میں
کسی وقت قصور نہیں ہے اور نہ کبھی ہوگا۔ امراض میرے بہت ہیں
اور پریشانیاں موفور۔ دل و دماغ آلام و افکار کے شکار ہوگئے ہیں
اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ محاورات بیگمات کے تلف ہونے کا
افسوس ہے مگر آپ کا یا کسی کا اس میں کیا قصور۔ آپ کسی طرح کا خیال
نہ کریں میرے یہاں جتنی کتابیں ہیں اور جو چیزیں ہیں آپ ہی کی ہیں جس کتاب
کی ضرورت ہو بے تکلف منگوا لیجئے۔ یہاں سے غلطی یہ ہوئی کہ وہ
کتاب بصیغہ بیرنگ بھیجی گئی رجسٹری اس پر نہ ہوئی ورنہ تلف نہ ہوتی۔ اب
میں فکر میں ہوں کہ کہیں سے کوئی نسخہ اس کا دستیاب ہو تو میں آپ
کو بھیجوں۔ بہرکیف آپ کو انفعال کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ امیر اللغات
کے باب میں جو درخواست گورنمنٹ سے کی گئی تھی وہ وہاں سے اس
ہدایت کے ساتھ واپس کی گئی تھی کہ لوکل گورنمنٹ کے ذریعے سے درخواست
آنا چاہیئے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا کہ درخواست اور دونوں جلدیں لفٹننٹی
میں بھیجی گئیں کہ وہاں سے درخواست اور کتابیں حضور ویسرائے میں

پیش ہوں مگر ابھی تک کچھ نتیجہ نہیں ہوا اسکو کئی مہینے ہو گئے۔ اصلاح طلب کلام کے بستے بہت پر ہو گئے ہیں ایک انبار لگا ہوا ہے انھیں میں آپ کی غزلیں بھی غالباً ہوں گی کوئی ترتیب نہیں ہے کہ جو کلام مطلوب ہو جلد نکل آئے ایک سرسری نظر آپ کی غزل کے لیے ڈالی گئی مگر ناکامی ہوئی۔ لہذا مکلف ہوں کہ نقل اس کلام کی ممکن ہو تو بھجوا دیجئے کہ میں دیکھکر فی الفور آپ کو بھیجوں۔ عزیزی حافظ جلیل حسن پر سخت صدمات علی التواتر آئے پہلے ان کے والد ماجد نے جو ایک بڑی جماعت کے مقتدا اور شیخ اجل تھے رحلت کی۔ بعد ازاں کئی عزیز قریب علی الاتصال راہی دار بقا ہوئے ان غموں نے عزیز موصوف کو بالکل بیکار کر دیا ہے۔ آپ کی خدمت میں سلام نیاز کمال شکر گزاری سے عرض کرتے ہیں اور اپنی کوتہ قلمی کے عذر خواہ ہیں۔ زیادہ بجز دعاے ترقیات کے کیا لکھوں۔ جواب اس کا مع کلام بہت جلد عنایت کیجئے، منتظر ہوں فقط

آپ کا داعی خیر

امیر فقیر۔ ۱۰۔ اپریل ۱۸۹۷ء رامپور

پیارے ناہر۔ روحی فداک۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون کے بعد دعا گو رہوں کہ میں سفر میں تھا اب رامپور پہنچا تو آپ کا خط مسرت نمط پا کر انتہا کا سرور ہوا۔ یہ دور ایسا ہے کہ برسوں خوشی کی بات نہ دیکھنے میں آتی ہے نہ سننے میں۔ بحمد اللہ کہ آپ نے مژدہ کتخدائی لکھکر میرے دل افسردہ کو شگفتہ کر دیا۔ زیادہ تر یوں اس سے خوش ہوا کہ پیارے

دولہا کو دلہن بہت پیاری ملی۔ حقتعالیٰ دونوں کی عمر و اقبال میں برکات روز افزوں عطا فرمائے۔ میری طبیعت کسل راہ سے متغیر ہو رہی ہے ذرا سنبھل جائے تو اس عقد کی تاریخ کہونگا اور اظہار سرور کرونگا۔ غزلیں ابھی مجھے نہیں پہنچیں شاید حافظ جلیل حسن کو پہنچی ہوں وہ وطن سے امروز فردا میں آنے والے ہیں یہ پرچہ رفع انتظار کے لیے لکھوا دیا ہے۔ اپنی والدہ کو میری طرف سے مبارکباد دیجئے۔ اطفال فقیر با وجیب رسان ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۴۔ جولائی ۱۸۹۹ء دفتر امیر اللغات

رامپور۔

پیارے ناہید۔ تم ہو اور دونوں جہان کا عیش

میں نے سفر سے واپس آکر مختصر سی مبارکباد تمہاری شادی اور خانہ آبادی کی کسی لڑکے سے لکھوا کر بھیجدی تھی اور قصد تھا کہ کسل راہ سے نجات کے بعد اطمینان سے کوئی تاریخ کہونگا۔ اور تمہاری مکرر بھیجی ہوئی غزلیں ملجائیں گی تو دیکھ لونگا۔ مگر طبیعت زیادہ بے مزہ ہوگئی اور اب تک ناچاقی طبیعت کا سلسلہ چلا جاتا ہے معہذا المکروہات کا ہجوم ہے ایک مصرع کہا تو اس میں خوبصورت قافئے نہیں ملتے عام قافیوں میں قطعہ موزوں کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ بتکلف ایک قافیہ موزوں کرکے چار مصرع کا قطعہ بھیجتا ہوں مادہ تاریخ حسن سے خالی نہیں۔ غزلیں تمہاری ابتدائی شاعری کی کہی ہوئی ملگئیں ان کو بھی سراسری نظر سے دیکھکر صحیح کر دیا۔ اُن کو خود بھی تم اپنے ذوق سلیم سے درست کر سکتے تھے۔ کسی وقت جمعیت خاطر نصیب ہو

تو پھر فکر تاریخ کروں گا۔ امید ہے کہ آپ اپنے حالات مسرت آیات سے ہمیشہ مسرور کرتے رہو۔ اطفال محبت خصال اور جملہ عزیزان و احباب کا موجب گزارہیں۔ تاریخ اور غزلوں کی رسید ضرور بھیجئے تاکہ نگرانی رفع ہو الفاظ ہندیہ میں سے آخر کا حرف گرتا ہے یے کا نہیں گرتا تقطیع میں ی سے پہلے ہمزہ مفقود چاہیئے۔ قرار بمعنی اقرار عربی و فارسی میں نہیں ملتا۔ بغیر واو عطف قول قرار کو جس طرح آپ نے اردو کر لیا ہے اس کا مضایقہ نہیں۔ اضافت کی حالت میں اعلان نون جائز ہیں یہ شعر مجکو جی سے پسند آیا۔ بارک اللہ خوب کہا ہے ؎

وہ آنکھوں میں ہی پتلیوں کی طرح | مگر دیکھنے کو نظر چاہیئے

قطعہ تاریخ کتخدائی

نہیں یہ قمقمے زاہد کی بزم کتخدائی میں | فضائے خلد میں گویا ثمر ہیں نخل طوبی کے
امیر اس عقد کی تاریخ کیا رنگیں کہی میں نے | دلہن دولہا ہیں دونوں ایک بوٹے خوبی کے

امیر فقیر - ۱۳ - جولائی ۱۸۹۷ء رامپور

محب دلنواز سلام و دعا۔ بہت چاہتا ہوں کہ آپ کے اخلاق ناموں کا جواب فی الفور لکھا کروں مگر ہجوم مکروہات سے تاخیر ہو ہی جاتی ہے ۱۴ صفر کو جو تحریر پر تنویر آئی اس کا جواب آج چوبیسویں روز بھیجتا ہوں اور تقصیر تاخیر کا عذر خواہ اور آپ کی سیادت سے عفو کا امیدوار ہوں۔ بحمد اللہ کہ تاریخ تقریب کتخدائی آپ کو پسند آئی اس کے متعلق جو الفاظ محبت و خلوص کے آپ نے لکھے ہیں وہ میری دلی مسرت کے

لئے کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو شاد و آباد رکھے اور اس دلنوازی کی
جزا دے۔ امیر اللغات کی ابتری بدستور ہے فی الحقیقت اس کے پورا
ہونے سے جسقدر افسوس کیا جائے کم ہے۔ حضور پرنور والی رامپور نے
جب میں سفر کے لیے رخصت ہوتا ہوں اس کی تکمیل پر اپنی آمادگی اور
پوری خواہش ظاہر فرمائی تھی۔ بلکہ قرار پا گیا تھا کہ سفر سے میری مراجعت
پر دفتر کھولدیا جائے گا مگر مجھے آئے ہوئے قریب دو مہینے کے گزرے
اب تک کچھ نہیں ہوا۔ زبان کے متعلق جو شبہات آپ نے لکھے تھے
وہ حتی الامکان میں نے مرتفع کردئیے۔ ملاحظہ کیجئے۔ جلیل بکمال خلوص
و نیاز سلام کہتے ہیں۔ اپنی خیریت سے جلد مطمئن کیجئے۔ سہارنپور میں
کون کون سا میوہ قابل اتحاف رئیس عالی مرتبت ہوتا ہے ضرور اس سے
اطلاع دیجئے۔ دیا۔ اب بالکل متروک ہے اس کی جگہ صرف یا
بولتے ہیں۔ باہمدگر کی صحت میں کلام ہے بایکدگر ہو سکتا ہے یا محض
ہمدگر چاہیئے لکھئے۔ پہ۔ بمعنی لیکن و مگر واجب الترک ہے بجائے پر جو
ہر جگہ مستعمل ہے۔ پرے لکھنؤ میں بالکل متروک ہے اور دلی میں بھی اب
فصحا کے کلام میں پایا نہیں جاتا ہے۔ آپ چاہیئے لکھئے۔ پیار بوزن
فاع ہے فقط

امیر فقیر ۱۱۔ اگست ۹۹ء رامپور

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ میرے خط کا جواب آپ نے لکھا
اس میں آپ کے سوالات کے جواب بھی تھے اور خط جواب طلب تھا

آپ کے خط نہ آنے سے تردد ہی۔ خدا کرے مانع بخیر ہو۔ امید کہ یہ سطریں دیکھتے ہی رفع تشویش کیجئے۔ یہاں بعنایت الٰہی خیریت ہی جلیل حسن سلام نیاز عرض کرتے ہیں فقط

امیر فقیر ۸ ستمبر ۱۸۹۶ء رامپور

عین الانسان و انسان العین پیارے زاہد حسین صانکم اللہ عن کل شین
۹ ستمبر کی تحریر سعادت خمیر نورافروز منظر منتظر ہوئی شانے پر دنبل نکل آنے اور اس کی وجہ سے تپ لرزے میں مبتلا ہو جانے سے آپ نے سخت تکلیف اٹھائی۔ اس پر طرہ یہ ہی کہ ابھی ایک دنبل مندمل نہیں ہوا۔ اور دوسرے کا زور شروع ہو گیا۔ شافی مطلق جلد شفاے دلخواہ عطا فرمائے۔
امیر اللغات کی طرف کچھ توجہ ہمارے آقاے ولی نعمت کی ہوتی معلوم ہوتی ہی بڑی کوششوں سے خدا خدا کر کے یہ صورت پیدا ہوئی ہے کہ دفتر قائم ہو اور آگے کام چلے۔ مگر اب یہ دقت درپیش ہی کہ وہ عملہ جو برسوں کی صحبت میں کاموں سے واقف ہو گیا تھا سب متفرق ہو گیا بعض ان میں کے دنیا ہی میں نہ رہے اور بعض کو اور اور مقامات پر تعلق پیدا ہو گئے اب نئے ایسے آدمیوں کا بہم پہنچانا ہی جن میں قابلیت اس کام کی سیکھ جانے کی جلد ہو۔ آپ پہلے سے زیادہ کمر باندھ کر مستعد ہو جائیں اور باے مجمی سے ترتیباً بقدر امکان استقرا کر کے پوری مدد دیں یادہ اس باب میں آپ سے علم و ہمت سے اصرار کی حاجت نہیں۔
میوؤں کی فہرست میں نے دیکھی بالفعل مجکو عمدہ انناس اگر بڑے

ہوں تو بیس اور اگر چھوٹے ہوں تو چالیس مطلوب ہیں۔ ایک عالیشان امیدگاہ کو مربا تیار کرواکے بطور پیشکش بھیجنا ہیں۔ آپ اپنے طور پر عمدہ ثمر کمال احتیاط کہ کارپردازان ریل تصرف نہ کرسکیں ہدیۃً مجھے بھیجیں۔ بنظر بے تکلفی تصدیع دیجاتی ہے۔ محمد احمد مع اخوان اور حافظ جلیل حسن مادح گزارہیں۔ ذُبّل لفظ عربی ہے دمامیل اسکی جمع ہے۔ دنبل صحیح نہیں ہے آپ کے قلم سے کسی جگہ یونہی نکلا لہذا اطلاعاً لکھا گیا فقط

امیر فقیر۔ ۱۹ ستمبر ۱۸۹۷ء رامپور

محب دلنواز بسلام ودعا۔ آپ کے سعادت نامے سے فرحت تازہ حاصل ہوئی مگر ادراک ناچاقی طبیعت نے تڑپا دیا آپ کی صحت و عافیت بہت ہی عزیز ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ صحیح و تندرست رکھے امید کہ خیریت سے جلد مطمئن کیجئے۔ ہجوم مکروہات سے خط لکھنے میں مجھے دیر ہوگئی معاف کیجیگا۔ بلاے فارسی کے متعلق صرف ایک جزو آپ نے پہلے بھیجا تھا وہ کس قدر مدد دے سکتا ہے۔ اب کچھ ہمت باندھیئے اور متوجہ ہو کر پوری مدد دیجئے۔ امیر اللغات کو آپسے امداد کی بہت امید ہے۔ آپ کی دلسوزی اور قابلیت ہمیشہ مشکور رہیگی۔ دنبل کی صحت میں اسلئے کلام ہے کہ کہیں فارسی میں پایا نہیں جاتا۔ اناس سے اب قطع نظر کرنا چاہیئے۔ گورکھپور ریل بہیت۔ مرادآباد وغیرہ میں تلاش کیا گیا کہیں نہیں ملا۔ عجب اتفاق ہے آپ نے جو ذخیرہ محاورات کا بھیجا تھا اس میں قریب قریب سبھی حرف ہیں مگر وہی ایک ایک دو دو ورق فقط

امیر فقیر ۲۶ اکتوبر ۱۸۹۷ء۔ رامپور

محب دلنواز سلام و دعا انضمام۔ نامہ سعادت مورخہ ۲۸۔ نومبر پہنچکر نور افزائے دیدہ و سرور افزائے دل ہوا۔ پونڈے بھی پہنچے اور نہایت شیریں اور نرم رسیلے نکلے۔ آپ نے جو اوصاف لکھے تھے وہ سب پائے گئے کوئی شک نہیں کہ یہ پونڈے بے مثل ہیں۔ میں آپ کے اس اتحاف دوستانہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ بائے تازی کے اجزا جسقدر آپ نے بھیجے تھے وہ کام میں لائے گئے۔ حصہ سوم کے اکثر نوٹ وہیں سے لکھے گئے ہیں۔ یہ حصہ تمام و کمال بائے تازی میں ہے۔ بائے فارسی سے چوتھے حصہ کا آغاز ہوا ہے۔ اللہ تعالی اسے انجام کو پہنچائے خدا سے امید ہے کہ اب آپ کو اطمینان اور سکون خاطر حسب دلخواہ ہو۔ اعزا میں متواتر اموات کے صدمات لکھکر آپ نے مجھے بیچین کر دیا۔ شافی برحق وہاں کی آب و ہوا کو جلد صاف کر دے۔ اور آپ کو مع متعلقین و متعلقات مکارہ سے محفوظ و مامون رکھے۔ دنبل کا فارسی میں صحیح ہونا آپ کی اس تحریر سے معلوم ہوا۔ آپ نے جن لغات کا یعنی ہفت قلزم و تتمہ برہان قاطع کا حوالہ دیا ہے میں بھی اس میں انشاءاللہ دیکھوں گا۔

امیر فقیر۔ ۵ دسمبر ۱۸۹۷ء ریاست رامپور

میرے دلنواز میرے قدرشناس سید صاحب جسمی و روحی فداک آپ کا محبت نامہ مشعر مژدہ صحت پہنچکر سرمہ کش دیدہ انتظار اور تسلی بخش دل بیقرار رہا۔ میں اب تک آپ کو خوش بیان و خوش تحریر جانتا تھا لیکن ماشاءاللہ خوش قلم اور پاکیزہ رقم بھی ہو۔ کلام معائب و نقائص

شعری سے پاک اور بالکل صاف ہوتا ہی چنداں ضرورت اصلاح نہیں ہی
یہ تمہاری محبت و قدرشناسی ہی کہ پھر بھی مجھ پیرکہن سال شکستہ حال کو
دکھلانے کے لیے بھیجدیتے ہو۔ جب کبھی زبان وغیرہ کے متعلق شبہات
ہوا کریں ان کو پوچھکر اطمینان کر لیا کرو۔ مجکو تمہارے حسن لیاقت و قابلیت
پر بہت کچھ ناز ہی اور بڑا بھروسہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کمال و اقبال میں روز افزوں
ترقی عطا کرے۔ ہمیشہ اپنی خیر خیریت دیتے رہو۔ اور فقیر سے دعائیں لیتے
رہو۔ میری کاہشیں اور شکایتیں بدستور ہیں تم اولاد رسول ہو میرے
لیے بھی دعا کرو تاکہ دعا کی برکت اور تمہاری جد کے طفیل سے مجھ گنہگار
کا خاتمہ بخیر ہو۔ چونکہ خط میں کلام ملفوف ہی لہذا بنظر احتیاط بیرنگ بھیجا
جاتا ہی۔ محمد احمد مع اخوان ما وجب رساں ہیں فقط

امیر فقیر ۱۳۔ دسمبر ۱۸۹۹ء

دار الریاست رامپور

رشید و سعید کونین محبی سید زاہد حسین صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ۔
سلام مسنون دعا مشحون محبت نامہ آیا بہجوم مکروہات کی وجہ سے جواب
میں تاخیر ہوئی۔ اب غزل دیکھنے کی نوبت آئی۔ آپ کی قوت فکری
سے پیدا ہی کہ ایسی پامال زمین میں سوا سو شعر آپ نے موزوں کیے ہیں۔
اللّٰھم زد فزد۔ میں نے بقدر ضرورت ایک آدھ جگہ محو و اثبات کیا اور
جو شعر قابل انتخاب نظر آئے ان پر صاد کر دیا ہی۔ ان کے علاوہ جو اشعار
دائرہ تغزل سے باہر نکل گئے ہیں ان پر بہت بنا دی ہی کہ یہ اشعار بھی سب

غزل میں رکھنے کے قابل ہیں۔ باقی اشعار کے رکھنے میں اختیار ہے
بائے فارسی کی جلد کا صحیح اندازہ ابھی نہیں ہوسکتا کہ کے جزو میں تمام
ہوگی۔ آپ اب بائے فارسی اور تائے قرشت سے متعلق جو کچھ ہوسکے
وہ لکھیے۔ بائے تازی کی جلد زیر نظرثانی ہے۔ امید ہے کہ تین چار مہینے میں
مکمل ہوجائے گی۔ چھپنے کی نسبت ابھی میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ کب چھپے گی
نظرثانی سے تکمیل کے بعد سرکار میں پیش کرونگا۔ آگے کی کارروائی
سرکار کی مرضی پر موقوف ہے۔ اطفال فقیر اور عزیزی حافظ جلیل حسن
ماوجب گزارہیں۔

امیر فقیر۔ ۳۰۔ دسمبر ۹۵ء رامپور

محبی وسعیدی زاد عمرکم واقبالکم۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ مدت سے
آپ کی کوئی تحریر نہیں آئی۔ غزلیں جو اصلاح ہوکر واپس بھیجی گئی ہیں انکی
رسید بھی آپ نے نہیں لکھی۔ سخت تعجب ہے اور وجہ نہ معلوم ہونے
سے اور بھی تردد ہے۔ خدا کرے آپ مع الخیر و العافیتہ ہوں اور من کل الوجوہ
طمانیت و جمعیت حاصل ہو۔ میں آپ کا ہر وقت خیر طلب ہوں چاہیے
کہ براہ سعادت یہ کارڈ پہنچتے ہی خیریت نامہ لکھئیے اور رفع نگرانی کیجیے
میری کیفیات بدستور ہیں ہر حال میں اللہ کا شکر گزار ہوں۔ زیادہ
بجز دعا کیا لکھوں۔ سب کی طرف سے ماوجب جلیل حسن بالتخصیص
تسلیم گزار ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۲۶ مارچ ۹۸ء رامپور

سعید و رشید کونین مجی سید زاہد حسین صاحب اسعد کم اللہ فی الدارین
سلام مسنون دعا مشحون - عرصہ ہوا ایک کارڈ آپ کا آکر سرور افزا ہوا تھا
اس کے بعد سے کوئی سعادت نامہ تسکین بخش خاطر نہیں ہوا - جی چاہتا ہے
کہ آپ کی خیریت جلد جلد معلوم ہوا کرے - اب کے رامپور میں آم کی فصل
بالکل خراب اور کمی کے ساتھ ہے اور مجھے ایک عالی مرتبہ ریاست میں
ہدیہ بھیجنے کی ضرورت شدید ہے - مجبوراً آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ سہارنپور
کے عمدہ اور بڑے آم قابل تندی بقدر مناسب لطف کیجئے - مگر جلد
چاہئے کہ موقع ہاتھ سے نہ جاتا رہے - آپ کی سعادت و محبت سے
امید ہے کہ یہ بے تکلفانہ تکلیف دہی بار خاطر نہو گی زیادہ دعا

امیر فقیر - ۲۶ - جنوری ۱۸۹۸ء رامپور

محب دلنواز - سلام و دعا - آم پہنچے - اور باعث منت پذیری
ہوے اس کی حقیقت مجھے معلوم نہ تھی کہ سہارنپور میں عمدہ اقسام کے
آم قلمی نہیں ہوتے اب آپ کے لکھنے سے حال معلوم ہوا اور لوگوں
سے سنا بھی گیا کہ وہاں تخمی آم اچھا ہوتا ہے اور اس کا زمانہ بھادوں ہے
بہر کیف آپ نے جن دقتوں سے کوشش کر کے آم بھجوائے میں اس
کا تہ دل سے شکر گزار ہوں اور مجھے اپنے بیوقت اور بیموقع تکلیف دہی
سے کمال انفعال ہے - دفتر امیر اللغات کی حالت جسقدر آپ کو معلوم
ہو چکی ہے اس میں کوئی جدت نہیں ہوئی جسطرح سرکار سے کمی کے
ساتھ امداد ہو رہی ہے اسی طرح کام بھی آہستگی کے ساتھ تھوڑا تھوڑا ہوتا ہے

چوتھی جلد جس میں پ کے لغات ہیں زیر تالیف ہی اور تیسری جلد تو گویا تیار ہی۔ دو چار الفاظ اس میں تحقیق طلب رہ گئے ہیں مگر ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ طبع کب ہوگا اور کیونکر ہوگا۔ آپ سے تو مدد کی سب کچھ امید ہی۔ خداوند تعالیٰ آپ کو مکروہات سے محفوظ اور بجمیع الوجوہ مطمئن رکھے۔ ارباب دفتر خصوصاً حافظ جلیل حسن سلام سپاس انضمام عرض کرتے ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۸۔ جولائی ۱۸۹۸ء ریاست رامپور

دلنواز ارباب نیاز۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ گلدستۂ دامن گلچیں جنوری سے باہتمام نورچشم لطیف احمد اختر پھر نکلے گا۔ یہ وہی پرچہ ہی جو ۱۸۸۵ء میں میری زیر نگرانی نکلکر مقبول عام ہو چکا ہی۔ اب کے بھی کوشش یہی ہی کہ حسن معنوی کے اعتبار سے یہ پرچہ آپ ہی نظیر ہو۔ چونکہ آپ کو اس کے ساتھ پہلے بھی دلچسپی رہ چکی ہی لہذا اب بھی آپ سے بنظر خصوصیت خاص ہرگونہ امداد کی امید ہی۔ جنوری کی طرح میں جو ذیل میں لکھی جاتی ہی اپنی غزل ۱۰۔ دسمبر تک لطف فرمائیے تاکہ یہ ہر دلعزیز اور مشہور گلدستہ آپ جیسے خوش فکر رنگین کلام کے گلہائے مضامین اور اشعار زنگار رنگ سے تازگی پیدا کرے اس سے زیادہ آپ سے لائق مہربان کو لکھنے کی حاجت نہیں اشتہار متعاقب پہنچیگا۔ طرح۔ گیسوے پیچاں کی گلیاں ہیں مری چھائی ہوئی۔ اطفال و احباب ماوجب رساں ہیں فقط

امیر احمد امیر مینائی ۔ ۲۲۔ نومبر ۱۸۹۹ء دفتر امیر اللغات

پیارے زاہد۔ سلام و دعا۔ مدت کے بعد سواد تحریر سعادت خمیر سرمہ کش دیدۂ انتظار ہوا۔ استفتے سے متعلق ہیں بیچ کے طور پر آپ کو اپنا مشرب لکھتا ہوں کہ میں ہدف سہام ملامت ہونے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اور تمام عمر تجربہ ہوا کہ اول تو مناظرہ جو احقاق حق سے عبارت ہے ہوتا ہی نہیں اور بالفرض ابتدا میں کہیں ہوتا بھی ہے تو انجام کار مکابرے اور مجادلے کی طرف کھنچ جاتا ہے۔ لہذا میں کبھی ان جھگڑوں میں نہیں پڑتا۔ اور کسی استفتے پر فتویٰ نہیں دیتا۔ البتہ میرے سچے دوست جو بات مجھ سے پوچھتے ہیں اپنی رائے ناقص کے موافق ان کو بتا دیتا ہوں۔ اسی مشرب کی بنا پر تاریخ مبحوث عنہ سے بحث نہیں کرتا اور آپ کو بھی نصیحت کرتا ہوں کہ بیفائدہ یہ دردسر مول نہ لیا کیجئے۔ جب خصوصیت مباحث متعلقہ تاریخ سے قطع نظر کی گئی تو اب بتانے کی بات پھر رہی کہ مشتری ستارہ مذکر ہے یا مونث واضح ہو کہ یہ ستارہ مونث ہے اور جہاں کہیں سخندانوں اور سخنوروں نے استعمال بہ تذکیر کیا ہے وہاں ستارہ مقصود نہیں ہے جس کو مشتری سے تشبیہ دی ہے جیسے ناسخ کے اس مطلع پر سے

بلبل ہوں بوستان جناب امیر کا — روح القدس بنام ہے میرے مشتری کا

ان کے شاگرد رشید مرزا محمد رضا برق نے جو مطلع لگایا ہے

اس میں قمری کو جس کی تانیث میں کسی کو اختلاف نہیں بہ تذکیر استعمال کیا ہے تو بات یہی ہے کہ وہاں قمری طائر مقصود نہیں ہے وہ تشبیہ دی ہے

پروانہ ہوں ازل سے سراج منیر کا — قمری ہوں سرو باغ علی کبیر کا
میں نغمہ سنج ہوں چمن بےنظیر کا — بلبل ہوں بوستان الخ جہاں

تاریخ میں زہرہ کے ساتھ مشتری کا لفظ آئے گا وہاں مشتری سے دولہا ہی مقصود ہوگا جیسی قمری سے برق کے شعر میں عاشق یا خود متکلم و مصنف مراد ہے۔ زیادہ آپ سے ذکی اور فہمیدہ سخنور کو لکھنے کی حاجت نہیں۔ اگر تتبع کلام اساتذہ سے آپ کوئی سند مشتری کوکب کی تذکیر کی پائے تو مجھے بھی لکھئے۔ تمام ہوئی یہ بحث۔ دامن گلچیں کا دوسرا نمبر عنقریب نکلے گا۔ ہر چند تعمیل میں کوشش کی جاتی ہے مگر طبع کا کام چونکہ اوروں کے ہاتھ میں ہے دیر ہی ہو جاتی ہے۔ آپ کی غزل بھی اس پرچے کے ساتھ آپ کو پہنچے گی۔ اس مرتبہ انتظار بہت رہا مگر آپ کی غزل نہ آئی۔ چاہئے کہ آیندہ سلسلہ جاری رہے۔ بہت دنوں آپ کی خیریت نہیں معلوم ہوتی تو نگرانی سخت تکلف ہوتی ہے۔ براہ سعادت خیریت نامے سے جلد جلد ممنون و مسرور کیا کیجئے میرے حالات بدستور ہیں اور ناگفتہ بہ۔ ہر حال میں اللہ کا شکر ہے زیادہ کیا لکھوں فقط

امیر فقیر۔ ۱۲۔ مارچ ۱۸۹۹ء رامپور

پیارے زاہد۔ دعا مدعا۔ مادۂ تاریخ میں لفظ ایجاب محض اور بجائے قران لفظ وصل لانا اور اس سے معنی ایجاب و قبول اور قرانِ اجتماع مراد لینا بہت ہی تکلف ہے اس باب میں مجھے بھی آپ کی رائے سے اتفاق کلی ہے۔ دامن گلچیں کی غزل دیکھی اور کیسی انتخاب میں منتخب ہو گئی غزل

آپ نے بہت اچھی کی ہے۔ اصلاح کی فی الحقیقت ضرورت و گنجایش نہ تھی شبہ آپ اپنی حذاقت سے غور کر کے مٹا لیا کیجئے۔ اگر کبھی کوئی شعر مشکوک ہی رہ جائے تو اس کو لکھ بھیجا کیجئے۔ لفظ سا گا کی اصل سا گہا بمعنی جنگ جدال ہے میر تقی مرحوم کے شعر میں بھی یہی معنی ہیں۔ قدما کے سوا متوسطین و متاخرین کے کلام میں یہ لفظ دیکھا نہیں گیا۔ بہا کا اصل بہا شا ہے اور ہندی میں شا اور کہا کا بدلا ہوتا ہے اردو میں فصحا کی زبان پر بیشتر بہا کا اور کمتر بہا شا مستعمل ہے۔ امیر اللغات سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ۔ کام تھوڑا تھوڑا ہو رہا ہے اور ایک بڑی جگہ سے امید بھی ہے۔ باقی خیریت ہے۔

امیر فقیر۔ ۴۔ اپریل ۱۸۹۹ء رامپور

محب دلنواز۔ سلام و دعا۔ نامہ سعادت بلٹی لیکر آیا۔ لوکاٹ کی پارسل موصول ہوئی۔ زباں و دل دونوں تمہاری محبت کے شکر گزار ہیں اللہ تعالیٰ اس دلنوازی کی جزا دے۔ انفلوئینزا کا آج کل زور ہے ہیں اور میرے کئی عزیز کئی روز سے مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے اس سے پہلے نامہائے سعادت کا جواب لکھ چکا ہوں پہنچا ہوگا۔ حافظ جلیل حسن سلام و سپاس عرض کرتے ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۱۶۔ اپریل ۱۸۹۹ء رامپور

پیارے زاہد۔ مدت کے بعد محبت نامہ آیا تمہاری یکی اور خالص الفت و وداد کا مشکور بنایا۔ خدا تم کو خوش رکھے کہ مجھ مغموم و محزون کو اپنی خیریت کی خوشخبری سنا کر خوش کر دیتے ہو اور میری مزاج پرسی

کرتے رہتے ہو۔ میں تمہاری عنایتوں کو کس زبان سے ادا کروں پیارے۔ مجھے اس کی بڑی شکایت ہے کہ بالا بالا لکھنؤ آئے گئے اور راستے میں اس حسرت کش دیدار کو ملاقات سے مسرور نہ کیا اور دیدہ ہائے دیدار طلب کو اپنے نور جمال سے محروم رکھا۔ حضرت جلال سلمہم کی ملاقات کی کیفیت آپنے مجمل اور مختصر الفاظ میں لکھی، زرا تفصیل و توضیح کی محتاج تھی۔ یہ ان کے حسن ہنر و کمال کی بات ہے کہ مجھ بے ہنر و بے کمال کی اسقدر تعریف فرمائی۔ ورنہ میں اس کا سزاوار و مستحق اپنے آپ کو نہیں پاتا ؎ عالم ہمہ افسانۂ ما دارد و ما ہیچ۔ آپ کا کلام لطافت انضمام ایک آدھ جگہ دخل دینے کے بعد بھیجتا ہوں۔ رسید ضرور لطف ہو آپ کی خوش گوئی و خوش بیانی سے بہت جی خوش ہے۔ واہ کیا کیا شعر کہے ہیں۔ اللھم زد و بارک۔ میری حالت کیا پوچھتے ہو۔ مختصراً یہ کہ بہر حال قابل شکر ہے ورنہ۔ ؎۔ حال ایں غمزدہ اے یار ہمانست کہ بود فقط

امیر فقیر۔ یکم اکتوبر ۱۸۹۹ء۔

دارالریاست رامپور

میرے پیارے زاہد نے مدت کے بعد مجکو یاد کیا۔ اس کا شکر گزار ہوں میں ایسی کاہشوں میں رہا اور ہوں کہ میری کوتہ قلمی عفو کے قابل ہے مرض سے رنجوری و معذوری ایک طرف۔ نومبر کے مہینے میں آگ نے زنانے مکان سے مشتعل ہو کر مردانے مکان تک دوپہر میں تمام اسباب راحت و سامانِ معاشرت جلا کر خاک کر دیا۔ قلمی اور مطبوعہ

کتابیں بھی بہت سی جل گئیں۔ بڑا حصہ میرے کلام غیر مطبوعہ کا بھی نذر آتش ہوا مگر خداوند تعالی کا ہزار ہزار شکر ہی کہ نفوس محفوظ رہی اگر مشیت الہی موافقت کرے تو اور چیزوں کی تلافی ہوسکتی ہی۔ البتہ دل و دماغ اس قابل نہیں رہے کہ تلف شدہ منظوم و منثور کلام کا عوض ہوسکے۔ ایک یہ بات تم کو لکھنے کی قابل ہی کہ حضرت نظام عالی مقام حیدرآباد دکن خلد اللہ ملکہم و اقبالہم نے میں بنارس میں ملاقات بمجرد اطلاع مجھے یاد فرمایا۔ اور جو نظم میں نے مناسب مقام راہ میں مرتب کی تھی اس کو بکمال التفات میری زبان سے سماعت فرما کر داد سخن دی اور وسعت اخلاق و مروت و فتوت فطری سے میرا اعزاز بڑھایا۔ مرضی مبارک کے موافق ان کے معزز ارکان سلطنت نے مجھے ہمرکاب سعادت ہونے کے لیے اصرار کیا۔ افسوس کہ میں موسم شدت سرد میں اپنے مرض کی وجہ سے ان کے ہمراہ نہ جا سکا۔ ایک مانع قوی یہ بھی تھا کہ یہاں کے تعلقات کثیر اور حالت نازک بغیر حصول رخصت کیونکر چلا جاتا۔ بہت ہی خطرات کا سامنا ہوتا۔ ناچار آغاز موسم گرما میں شرف حضوری کا وعدہ کر کے چلا آیا۔ یہ سفر باعث مزید بیماری کا تو ہوا مگر جس عنوان سے ملاقات ہوئی اس سے وہاں پہونچنے پر امید کامیابی کو حسب دلخواہ قوت ہوگئی۔ اُن کے دربار کے لوگ بالاتفاق کہتے تھے کہ ایسی ملاقات ہم نے کسی کے ساتھ نہیں دیکھی۔ اب ہر وقت یہ فکر ہے کہ سامان سفر بہم ہو جاسے تو تہیہ سفر کروں۔ اس لئے کہ اوس کے سفر کا اظہار بھی یہاں خلاف مصلحت ہے۔ دیکھا چاہئے منظور الہی کیا ہے

تمکو اپنا دل سوز قدیم سمجھکر یہ کچا چٹھا بطور راز لکھا - یہ بات بھی وہاں کے احباب
عائد سے معلوم ہوئی کہ سرکار میں برتاؤ بنظر حیثیت ہوتا ہے - میرے ساتھ چند
عزیز چند شاگرد لایق ضرور رہوں گے - اور مرض عسر بول یعنی بول کے
سبب سے ایک پوری گاڑی سیکنڈ کلاس رزروڈ سفر میں کرنی پڑتی ہے
پھر وہاں پہنچکر انعام و اکرام وغیرہ کے مصارف علاوہ کہ اس کے بغیر
دربار میں کام نہیں چلتا - اور وہ تو بڑی سرکار بڑا دربار ہے - آپ نے اگر تمکو
بہ یاد دہانی کر دیا ہوتا تو تہیۂ سامان سفر میں سامان لبس و اطعمہ کی ضرورت ہوتی
جو نظم میں نے وہاں پڑھی اس کو شائع نہیں ہونے دیا - یا میرے پاس
ہے یا حضرت نظام کی جیب میں کہ انہوں نے سننے کے بعد ہاتھ بڑھا کر
مجھ سے لیلی تھی - سب اطفال و عزیزان و احباب ماوجب گزارش ہیں
اس خط کی رسید ضرور لکھئے گا تاکہ پہنچنے سے اطمینان ہو جائے فقط

امیر احمد امیر - ۱۷ - فروری سنہ ۱۹

پیارے زاہد - تمہاری تحریر سعادت خمیر سرور افزائے خاطر فاتر ہوئی
واقعہ آشفتگی پر جو دل سوزی کے کلمات تمنے لکھے انہوں نے لگی کو
بجھایا - سفر سے متعلق جو دلنوازی کی باتیں لکھیں انہوں نے اور میرا دل بڑھایا
اللہ تعالیٰ تمہاری فراخ حوصلگی کے موافق فلاح و کشایش کا دروازہ کھولدے
آمین - میں اپنی عزیمت کی نسبت کیا لکھوں - دکن سے ارکان دولت
کے خطوط برابر آتے ہیں کہ اعلیٰحضرت قدر قدرت میرا ذکر خیر فرماتے
ہیں - میرے بہی خواہ احباب آپ پر زور دے رہے ہیں کہ تازہ تازہ

ملاقات ہوئی ہے اس کا اثر باقی ہے یہ موقع ہاتھ سے نہ جانے دیجئے سفر کیجئے اور بہت کچھ لیجئے۔ میں باوصف رنجوری و معذوری سفر پر تیار ہوں مگر کیا کروں موانع "قوی جو سد راہ ہیں برطرف ہولیں تو کام چلے اور میں بھی چلوں۔ حافظ جلیل حسن اور اطفال عقیدت خصال سب تسلیم گزار ہیں فقط

امیر فقیر۔ ۴۔ مارچ سنہ ۱۹ء دار الریاست رامپور

جامع مکتوبات' خاکسار ثاقب کے نام

دار الریاست رامپور افغاناں

یکم ربیع الاول سنہ ۱۲۹۵ ہجری

بندہ نواز تسلیم۔ ۱۹۔ دسمبر کا پوسٹ کارڈ اسوقت نظر پڑا چونکہ اُس میں آپ نے لکھا ہے کہ سہارنپور پہنچکر میں تذکرہ انتخاب یادگار کی نسبت کچھ لکھونگا اور اس کے مضامین سے اطلاع دونگا۔ لہذا اس کے انتظار میں اب تک جواب نہیں لکھا اب مجبوری اس پوسٹ کارڈ کی رسید اور شکر پسند تذکرہ کا لکھتا ہوں۔ بندہ پرور اس تذکرے میں اگر کچھ محاسن ہوں تو ان کو آپ سے ہنر ہین جانیں اور جو اس مین مجبوری قبائح ہیں قرار واقعی ان کو میرا دل جانتا ہے۔ مگر کیا کروں مامور تھا معذور تھا۔ دیباچے میں اس کا اشارہ بھی کیا ہے۔ آپ غور سے پڑھئے گا تو سمجھ جائیے گا کہ مولف مجبور تھا خداوند تعالیٰ آپ کو مراتب امتحان سخت و دشوار سے فارغ کرے اور

اس محنت شاقہ کا ثمر دے۔ ہندوستان میں کسی جلیل عہدے پر آپ کی ماموری اور حکومت کی خبر سامعہ نوازی فرمائے تو دل کو چین آئے۔

امیر فقیر عفا عنہ

بندہ نواز۔ نوازشنامہ آیا منت پذیر فرمایا۔ صبح ازل شام ابد لیلۃ القدر بھیجتا ہوں۔ ذکر شاہ انبیا جو جامع مضمون ولادت و رضاعت و معراج و فضائل و وفات ہے اب نہیں باقی ہے دو مثنویاں مختصر ایک نور تجلی دوسری ابر کرم بھی موجود ہیں مگر محض ثوابی ہیں۔ شاعری ایسی نہیں ہے کہ آپ کو پسند آئے اسلئے نہیں بھیجیں۔ ان مسدسات میں کسی قدر حسن شاعری بھی ہے۔ نور نظر لخت جگر محمد احمد تم تسلیم عرض کرتا ہے فقط

امیر احمد عفا عنہ۔ دہم فروری ۱۸۹۸ء

از دارالریاست رامپور افغانان روہیلکھنڈ

سلام نیاز۔ کارڈ آیا سرفراز فرمایا محمد احمد سلمہ اللہ الصمد مزاج پرسی کے شکر گزار ہیں اور دو اڑھائی برس سے طبیعت ان کی صحیح نہیں رہی اب بھی بیمار ہیں۔ یونانی اور ڈاکٹری علاج ہو رہا ہے۔ میں ضعف پیرانہ سالی اور دائم المرض ہونے سے عاطل محض ہو گیا ہوں۔ آلام روحانی سب پر طرہ ہیں۔ انقلاب ریاست سے ترددات ایسے بڑھ گئے ہیں کہ ان کو لکھ نہیں سکتا۔ فراق دائمی نواب خلد آشیاں کا صدمہ اور زیادہ روح فرسا ہے کہ وہ میرے بڑے ناز بردار اور عموماً اہل ہنر کے قدر دان تھے۔ الغرض عجب نازک حالت میں زندگی کے دن کاٹتا ہوں۔ اللہ تعالی رحم فرمائے۔ آپ کے جشن

کتخدائی کی عمدہ تاریخ کہنے کو بہت جی چاہتا ہے مگر افسردہ دلی سے کچھ یقین ہو سکتا
دعا فرمائیے کہ اسباب جمعیت خاطر کے رونما ہوں۔ آپ کی دلبری کا
نہایت ممنون ہوں فقط

امیر فقیر۔ ۱۲۔ رمضان سنہ ۱۳۱۳ ہجری

مکرم دلنواز۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ نامہ نامی آیا ممنون یادآوری
فرمایا۔ غزل بھی دیکھی اور ہر شعر پر وجد کیا۔ سبحان اللہ کیا کیا شعر کہے ہیں
میں بسر و چشم ان پھولوں سے دامن گلچیں کو آراستہ کرتا مگر دامن گلچیں سے
میرا خاص تعلق نگرانی کا ہے اور امور میں قمر باتفاق رائے کمیٹی کا پابند ہوتے ہیں
اور کمیٹی کی رائے غیر طرح کلام درج کرنے کی اب تک نہیں ہے اور طرح کا کلام
استقدر آتا ہے کہ ورق بڑھانا پڑتے ہیں اسلیے میں نے آپ کی غزل کو باحتیاط
رکھ لیا ہے اگر آیندہ کلام غیر طرح چھپنے لگے گا تو ضرور چھپے گی بشرطیکہ اس
سے پہلے شائع نہو چکی ہو۔ مجکو آپ اپنا مخلص دیرینہ تصور فرمائیں۔ آخر میں
پھر عذر خواہ ہوں کہ مجبوری ہے آپ کی غزل درج گلدستہ نہیں ہو سکتی۔ ہاں
اگر اردو زبان میں کچھ موزوں کرنے کا اتفاق ہوتا ہو تو طرح دامن گلچیں میں
طبع آزمائی ضرور فرمائی جائے کہ اس کی رونق بڑہے اور ترتیب حروف
تہجی میں آپ کے تخلص سے تا سے مشدد کا گھر آباد ہو کہ وہ ویران پڑا ہے
فقط

امیر احمد عفا عنہ
روز پنجشنبہ

لکھنؤ مکرمہ ابوتراب خاں۔ ۱۲۔ مئی سنہ ۱۸۹۵ء

یادآور م۔ کرم گستر سلام نیاز۔ کارڈ آیا ممنون یادآوری فرمایا۔

فرصت نہ در مکروہات، طاقت وقف اسقام و آلام جمعیت تو ایک مفروض محض ہے
کبھی تھی نہ اب ہے نہ آیندہ محتمل۔ البتہ اسباب اس کے فقدان کے مختلف ہوتے
ہیں ریاست میں اطاعت سے فاقد آب و فور مکارہ سے معدوم ہے الغرض
نفس لئیم شکایت سے کبھی خالی نہیں۔ بندہ نواز میں ضعیف البنیان ہوں اور
اکثر بیمار اور بیماروں کا پرستار رہتا ہوں۔ حق تعالیٰ نے ایک قافلہ صغار و
کبار ذکور و اناث کا خدمتگزار کیا ہے اور زمانہ دو برس سے ناموافق ہے گوناگوں
نقصان اٹھائے اور اٹھاتا ہوں۔ الغرض اسباب پریشانی کا ہجوم
احباب کی خدمت میں نامہ نگاری سے بھی محروم رکھتا ہے۔ میری کوتہ قلمی معاف
ہو۔ لکھنؤ میں جب آپ تشریف لائیں گے تو بشرط حیات ملاقات سے مستفید
و مسرور ہونگا۔ محمد احمد بضرورت دہلی گئے ہیں زیادہ کیا لکھوں۔

امیر فقیر لکھنؤ کچی گنج قریب شوالہ بھوانا سنگھ

مکان ڈپٹی وحید الزماں خاں مرحوم ۳ ستمبر ۸۵ء

گرامی گوہرا۔ سلام مسنون خلت مشحون۔ عنایت نامہ آیا غزل ساتھ لایا
اس نامے نے سرفراز کیا۔ اس نے دلنوازی کی دونوں کا شکر گزار ہوں۔ اور
براہ دلسوزی جو کچھ آپ نے خط میں لکھا اس کا شکر ادا نہیں ہو سکتا ہے
خود سمجھتا ہوں کہ میرے حق میں پاس وضع مضر ہے مگر کیا کیا جائے کہ پاس
آبرو سے قطع نظر نہیں ہو سکتی۔ اسباب ایسے فراہم ہوئے ہیں کہ نہ جائے
ماندن نہ پائے رفتن کا مصداق ہو رہا ہوں۔ حرکات اضطراری ہوا کرتے
تھے۔ یہاں سکون و حرکت سب اضطراری ہیں مولیٰ حقیقی توفیق نیک

عطا فرمائے۔ آپ بھی دعا فرمائیے۔ منشی طفیل احمد صاحب میرے ایسے دلسوز سچے دوست ہیں کہ میں ان کی صفات پر فخر کرتا ہوں۔ اللہ ان کو دونوں جہان میں اس کی جزا دے۔ غزل فارسی آپ کی دیکھی۔ ماشاءاللہ بے مشقی میں کیا کیا شعر فرمائے ہیں اللھم زد۔ گلدستہ دامن گلچیں کی نسبت التفات آپ کا اسقدر کافی نہیں ہے کہ آپ خریداری فرمائیں بلکہ آپ سے فرد تر احباب نے بھی تیس تیس درخواستیں بھجوائی ہیں آپ کو بھی برعایت اپنی شان اور بپاس مشرب و صنع و محبت کے سعی بلیغ فرما کر جلد درخواستیں بکثرت بھیجنا چاہئے۔ غزل فارسی آپ کی جب آپ منتخب فرما کر بھیجا کریں گے رونق افزائے گلدستہ ہوا کرے گی۔ غزل فارسی اپنی آپ کو کیا بھیجوں شرم آتی ہے میں تو نہ اردو کا شاعر ہا نہ فارسی کا۔ سراپا آلام و اسقام ہوں بناچاری کچھ موزوں کرنا ہوتا ہے کبھی بھیجونگا۔ اب تو اللہ اس گلدستے کی بیل منڈھے چڑھا دے اور مشتہرین اشتہار نے جس غرض سے میرا نام درج اشتہار کیا ہے اسکی لاج رہجائے۔ نور چشم محمد احمد نے مجبوری اس مشقت کو گوارا کیا ہے آپ ہمت اس کا پاس کیجئےگا زیادہ کیا لکھوں۔ جواب ضرور لطف ہو۔

امیر فقیر ۷۔ جنوری ۱۸۹۵ء

سلام مسنون اخلاص و سپاس مشحون۔ اس وقت ۸ مئی کا کارڈ آیا چونکہ اس سے پہلے کوئی تحریر عنایت خیمہ مجھکو نہیں پہنچی لہذا میں اس فقرے کے معنی کہ "تاریخ تقریب سے معزز کیا جاؤں" بالکل نسمجھا امیدوار ہوں کہ مفصل تحریر فرمائیے تاکہ قصد تعمیل حکم کیا جائے۔ اس زمانے

ہیں گوناگوں پریشانیوں میں مبتلا ہوں خصوصاً قلق فراق دائمی حضرت خلد آشیاں نے سخت افسردہ دل کر دیا ہی مدت کی صحبت و یکجائی تھی افسوس صد افسوس۔ اب رئیس حال کے حق میں دعا ہی کہ خداوند اقدس عمر دراز کرے اور صحت کاملہ عطا فرماے۔ جناب اعظم الدین خاں بہادر جنرل ریاست اب مدار المہام باختیارات کامل ہیں وہ اک مرد متین و مہذب انگریزی تعلیم یافتہ بڑے جفاکش ہیں بطور خود ربط و ضبط و نظم و نسق میں کوشش کر رہے ہیں۔ میری حالت اب تک تو باعتبار تعلقات کے بدستور ہی۔ آگے کا حال معلوم نہیں فقط

امیر فقیر۔ ۱۱۔ مئی ۱۸۸۷ء۔ رامپور مراد آباد

آئینہ جمال فتوت جمال آئینہ مروت اعلی اللہ شانکم۔ بعد سلام و شوق کے عرض کرتا ہی سراپا تقصیر امیر فقیر کہ بعارضہ بخور ڈیرہ مہینے سے دربار جانے سے معذور تھا اسی سے تعمیل حکم میں قصور ہوا عذر خواہ ہوں والعذر عند کرام الناس مقبول۔ آتش بے دود کا ایک نسخہ مجھے ہدیۃً پہنچا۔ اس کا شکر کس زبان سے ادا کروں میری عاجزی کو پیرایہ سپاس گزاری سمجھئے۔ جو نسخہ حضور میں مع عرضداشت گذرانا تھا سرکار[۱] نے بہت شوق سے اس کو ملاحظہ فرمایا اور ارشاد کیا کہ ہماری طرف سے بہت تعریف لکھو اور دیوان[۲] فارسی ہدیۃً بھیجو حسب حکم پارسل دیوان کی روانہ کرتا ہوں۔ اس خط کو لکھتے وقت ایک عنایت نامہ مع حاشیہ اصطرلاب پہنچا۔ اس نے اور زیادہ منت پذیر کیا۔ امیدوار ہوں کہ مجکو مخلص ممنون تصور فرماکر ہمیشہ کار ہائے لائقہ

[۱] خلد آشیاں نواب کلب علی خاں بہادر ۱۲
[۲] تاج فرخ

سے سرفراز فرمایا کیجئے اور چونکہ دائم المرض وضعیف البنیان ہوں تو دیر کر
جواب لکھنا اگر کبھی واقع ہو تو عفو فرمائیے فقط

معروضہ امیر احمد عفی عنہ

۲۶ . شوال ۱۳۰۹ھ

احسن الاحبا مولوی احسن اللہ خاں ثاقب سلمہم الواہب - بعد سلام
مسنون اخلاص مشحون کے واضح ہو کہ رافت نامہ مدت کے بعد آیا اور
نور بصر و دیدہ و دل بڑھایا . میں آپ کی کس کس عنایت کا شکر کروں کہ
مجھ سے ناچیز کو بایں خوبی و اخلاق یاد فرماتے ہیں اور کوتہ قلمی کا گلہ کرتے
ہیں اس شکایت کا شکر بھی ادا نہیں ہو سکتا . خداوند تعالی مکارہ سے
محفوظ رکھے آمین . اب میں بصد انفعال عذر کرتا ہوں کہ اس زمانے
میں خود بھی بیمار رہا اور عزیزوں کا بھی بیمار دار رہا - ایک عزیز کا انتقال ہو گیا
انکا ماتمدار رہا - ان کے علاوہ اور بہت سے مکروہات رہے جنکا بیان نہیں
ہو سکتا - امید کہ آپ قصور معاف فرماویں - تذکرہ انتخاب یادگار حسب
فرمایش سرکار مرتب ہوا اور چھپکر سرکار میں داخل ہوا - میں اپنی تالیفات
کو اس قابل نہیں جانتا کہ ہدیۂ احباب کروں علی الخصوص یہ تذکرہ جسمیں
مجکو حالات تاریخی اور انتخاب اشعار میں ایسی مداخلت ہے جیسے قلم کو دست
کاتب میں - مگر اب جو آپ نے یاد فرمایا تو ضرور ہوا کہ ایک نسخہ بھیجوں بتاجر
سے کہا ہے متعاقب پہنچے گا اور دونوں تذکرے ہو پالی میرے پاس ہیں
آپ ان کے بھیجنے کی تکلیف نفرمائیے - آپ نے انگلستان جانے کی

بُری سنائی - یہ بارِ عظیم مہاجرت کا مجھ ناتواں سے کیونکر اٹھے گا - خیر
خداوند عالم ایسا کرے کہ آپ کو یہ سفر وسیلۂ ظفر ہو اور آپ فائز المرام وہاں سے
آکر ہندوستان میں وہ مرتبہ پائیں کہ آپ کے خیر طلب اس پر فخر کریں۔
زیادہ کیا لکھوں۔

امیر فقیر عفا عنہ - ۲۹ - نومبر ۱۸۹۶ء - نور چشم
محمد احمد تم کو تسلیم رساں ہیں -

مخدومی حضرت ثاقب سلمہ اللہ الواہب - سلام مسنون اخلاص مشحون
قبول ہو - اور دیر رسی جواب معذوری واقعی پر محمول ہو - پہلا محبت نامہ آیا
تو مراۃ الغیب بہم پہنچانیکی فکر ہوئی اس کو چھپے ہوئے کئی برس ہوئے میں
نے دو سو نسخے لیے تھے وہ نذر دوستان نزدیک و دور ہو چکے اس شہر
میں تاجران کتب کے پاس ہی نہ ملا - ناچار مطبع منشی نولکشور کو لکھا اب
تک جواب نہیں آیا - میرے پاس نعتیہ مسدسات جن کے نام ذکر شاہ
انبیا، صبح ازل، شام ابد، لیلۃ القدر ہیں موجود ہیں - مرآۃ الغیب، گوہر انتخاب
محامد خاتم النبیین، مضامین دل آشوب نہیں ہیں - موجودات میں جس کی
طرف التفات ہو بھیجدوں - اور کوئی امر تحریر اولین میں جواب طلب نہیں
تحریر ثانی سے امتحان انگریزی درجہ اول میں کامیاب ہونا معلوم ہوا
اور ایسا جی خوش ہوا کہ اپنی کامیابی کا مزہ ملا - حق تعالیٰ وہ دن لائے
کہ مژدہ صدر آرائی سننے میں آئے - الٰہی مدام مکارہ سے محفوظ اور بلند
سے محفوظ رہیئے - زیادہ کیا لکھوں کہ نہ بیماری سے نجات ہوتی ہے

نہ پرستاری سے ۔ مکروہات دنیاوی اور اندیشہ ہائے اخروی علاوہ ہیں ۔ اللھم اغفرذنوبی واستر عیوبی

راقم آثم

امیر احمد عفا عنہ ۲۔ فروری ۱۸۹۸ء

مخدوما و مکرما دام الطافکم ۔ بعد سلام سنت الاسلام کے حالی خاطر عاطر ہو کہ تلاش کرتے کرتے عرضی مطلوبہ دارالانشا میں ملی اس کی نقل ایک دوست سے لکھوائی مقابلہ کر کے تصحیح کی نوبت نہیں آئی ۔ چونکہ آپ ہی کا کلام ہی تو آپ عندالملاحظہ صحیح کر لیں گے ۔ زیادہ سوائے اظہار اخلاص معنوی کے کیا لکھوں ۔ امید ہی کہ بنظر خلق و کرم اعم کے کبھی یاد فرمایا کیجیے فقط

امیر احمد عفا عنہ ۔ ۱۳۔ جولائی ۱۸۹۸ء

گرامی گوہرا ۔ نامہ دلنواز آیا ۔ فرمایش تقریظ رسالہ سبعہ سیارہ نے دلنوازی کی داد دی ۔ مگر افسوس ہی کہ مجھ سے اس زمانے میں حکم کی تعمیل نہیں ہو سکتی اس لیے کہ خود بھی بیمار ہوں اور کئی مریضوں کا پرستار ہوں ۔ سبب پر طرہ یہ کہ سرکار دولتمدار کے احکام کی تعمیل سے مطلق فرصت نہیں اگر باینہمہ صحیح بھی ہوتا تو ضرور کچھ لکھتا اگرچہ میری تقریظ اس قابل نہیں ممکن تھی کہ اُس رسالے کے آخر میں پیوند ہوتی زربفت کے لباس میں ٹاٹ کا مزا کیونکر چھپ سکتا ۔ مگر خیر آپ کی خوشی تو ہو جاتی ۔ افسوس کہ اس دولت سے بھی محروم رہا اگر زندگی باقی ہی تو کبھی تلافی ہو گی ۔ امید ہی کہ عذر پذیری کو کام فرما کر عفو جرم سے سرفراز کیجیے ۔ فقط خدا کرے آپ امتحان میں

پورے اتریں اور خاطر خواہ کامیاب ہو کر روز افزوں ترقیاں پائیں فقط

امیر احمد عفی عنہ - ۱۸ - نومبر ۱۸۸ء

کرم گسترا معنی پرورا تسلیم - اب کے سال مجکو محرم کا تمام مہینا محرم کی دسویں کی طرح غم میں گذرا پوچھیے کیوں تو عرض کروں کہ عشرہ ثانیہ میں جو عنایت نامہ آیا اس سے معلوم ہوا کہ میرا وہ نیاز نامہ جو میں نے بمجرد صدور صحیفہ اولین جواب میں لکھا اور بدیعہ سبعہ سیارہ کی تاریخ کہی اور اس میں لکھی آپ کو نہ پہنچا کاش اسی زمانے میں وہ خط پہنچ جاتا تو تقریظ نہ لکھنے کی شرمندگی مٹتی - افسوس ہزار افسوس کہ میری طرف سے تو یہ تعمیل حکم میں جلدی اور آپ کو یہ گمان ہوگا کہ یہ تاریخ کہنے کو بھی اڑا گیا - طرفہ یہ کہ ۵ محرم کو جو عنایت نامہ آپ نے لکھا اس میں یہ بھی لکھا کہ میں یہاں سے وہاں اور وہاں سے کہیں اور جاؤنگا تو جنوری میں مجھے خط لکھنا پس محرم کے مہینا بھر مجکو رونا رہا کہ الہی جلدی یہ غم کے دن گذریں اور آپ سہارنپور پہنچیں اور میں عذر واقعی لکھوں اور پھر تاریخ بھیجوں اور وہ پہنچے تو کچھ آنسو تھمیں - الہی میری نارسائی بخت آپ کی قوت اقبال پر ترقی نکر سکے - اور یہ خط تلف نہونے پائے خیر یہ مطلب تو تمام ہوا - سردی کی شدت جو آپ نے لکھی ہے سب واقعی ہے ادھر بھی اب کے سال بہت شدت ہے اور میں چونکہ ضعیف البنیان ہوں اس موسم میں اکثر مریض رہتا ہوں - سردی ہو خواہ گرمی تری ہو یا خشکی جو کیفیت غالب ہوتی ہے طبیعت اس سے مغلوب ہو جاتی ہے - میر ضامن علی صاحب جلال آئے اور پچاس روپیہ مشاہرے پر نوکر ہوئے

مع الخیر ہیں۔ زیادہ کیا عرض کروں فرصت نہیں ملتی اور لکھنے وقت دل کی دل ہی میں رہجاتی ہی۔ قطعہ تاریخ جو سراسری عرض کیا تھا وہ بھیجتا ہوں پسند کے قابل تو نہیں ہی مگر بپاس خاطر جبراً قبول فرمایئے۔ چھاپنے نہ چھاپنے میں اختیار ہی مگر یہ خفگی تو جاتے کہ نہ تقریظ لکھی نہ تاریخ فقط

امیر فقیر عفی عنہ ۔۔ جنوری ۱۸۹۸ء

بندہ پرور۔ اب کے بیرنگ خط بھیجنے کا قصد معاف ہو ٹکٹ لگا کر بھیجا تھا وہ نہ پہنچا اب کے جلکر بیرنگ لکھا ہی خدانخواستہ یہ بھی نہ پہنچا تو بدمزگی کی نوبت آیئے گی فقط

مخدوم گرامی مناقب مکرمی حضرت ثاقب۔ سلام و نیاز کے بعد التماس ہی کہ مدت کے بعد اس وقت بجھی ہوئی آگ بھڑکی یعنی آپ نے یاد فرما کر پھر ولولہ شوق و ذوق بڑھایا۔ میرے تغافل کی شکایت گو بیجا نہ مگر میں اس شکایت کا شکرگزار ہوں ؎ ہرچہ از دوست میرسد نیکوست۔ مثنوی نشتر تیز کی تاریخ کہنے کی فرصت اور لیاقت مجکو کہاں مگر تعجیلاً بحکم سرِدست جو خاطر فاتر میں آیا ہی وہ قطعہ دوبیتی ذیل میں لکھتا ہوں گر قبول افتد زہی عز و شرف۔ مرآۃ الغیب کے سو نسخے بقیمت مجکو ہی لینے پڑے تھے۔ اطلاعاً عرض پرداز ہوں۔ تحریر مطبع واپس پہنچتے ہی امید ہی کہ آپ ہمیشہ یاد فرماتے رہیئے تاکہ یہ معلوم ہوتا رہے کہ آپ کہاں تشریف رکھتے ہیں اور کس شغل میں ہیں میں اپنے اسقام جسمانی اور آلام روحانی کا حال لکھوں تو نامہ ایک دفتر ہوجائے اور دوست کا دل دردمند

ہو گیا حاصل۔ اپنے والد ماجد کی جناب میں بشرط گنجایش و التفات نیازمند کی طرف سے تسلیم کہدیجئے۔

تاریخ

گفت چوں مثنوی نشتر تیز — ثاقب تیز فہم و تیز نظر

گشت محمود خلق و گفت امیر — دل حاسد مقام ایں نشتر

امیر فقیر ۷ محرم سنہ ۱۳[illegible]ھ

فقیر نواز کہوں یا امیر نواز کہوں امیر نواز کہئے میں آپ کی ترقی مراتب تو ہی مگر اپنی نسبت امارت کی اضافت خودنمائی ہے اور وہ بھی ہوئی خودنمائی لیجئے کہ برائے نام امیر ہوں اور درحقیقت فقیر ہوں وہ معنی لغوی یعنی محتاج محض نہ باعتبار اصطلاح تصوف کہ وہ فقیری ہر امیری پر ترجیح رکھتی ہے ؎ گدا بادشاست و نامش گداست۔ بہرکیف فقیر نواز و امیر نواز اس جگہ دونوں یکساں ہیں لکھنا کیا تھا قلم بہک کر کدہر نکل گیا معاف کیجئے اور مطالب کا جواب لیجئے کہ عنایت نامہ آیا منت پذیر فرمایا۔ اپنی کیفیت ابتدائے سن شعور سے اب تک کی جو کچھ آپ نے لکھی وہ سب میں نے مکرر پڑہی اور آپ کی بے تکلف عبارت کے مزے لوٹے حقیقت یہ ہے کہ لڑکپن سے جوانی تک اس انسان ضعیف البنیان کو عجب عجب کیفیات میں بسر کرنا ہوتا ہے کہ طبیعت تو آزادی چاہتی ہے اور مربی مقید کرتے ہیں مگر ایک تیسری منزل آتی ہے جس کو بڑھاپا کہتے ہیں۔ بھائی وہ کڑی منزل ہے جو لوگ اس منزل میں داخل ہو چکے ہیں وہاں کے مصائب وہی جانیں۔ للہ آپ کی

عمر میں ایسی برکت دے کہ میرے اس مطلع کے مصداق ہو جائے سہ
باقی نہ کوئی دل میں الٰہی ہوس رہے　بارہ برس کے سن میں وہ لاکھوں برس کے
اور بڑھاپا بھی اللہ آسایش سے بسر کرے　تم لوگوں کی طرح ایڑیاں
نہ رگڑیں ایڑیاں رگڑنے کی توضیح اگر لکھوں تو آپ کا وقت عزیز ضائع
کروں اور یقین تو آپ نہیں اس لیے کہ اس منزل پر ابھی پہنچے ہی نہیں
لہٰذا اس افسانے کو چھوڑتا ہوں اور ضروری مطالب لکھتا ہوں کہ مسدسات
مطلوبہ کا پمفلٹ بھیجدیا۔ ہدایات متعلقہ شاعری جو آپ مجھ سے پوچھتے
ہیں "ما خویشتن گم ایم کرا رہبری کنیم" ایک عمر گذر گئی مگر آج تک وہ باتیں پیش
آتی ہیں کہ خود متحیر رہتا ہوں۔ آپ سے ذہین اور جوہر قابل کے واسطے کچھ
ہدایت نامہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ماشاء اللہ فکر رسا ہے جو قسم شعر کہیے
ابتدا میں کسی اُستاد سے اصلاح لیجیے اس کی محو و اثبات سے چند
روز میں خود راہ راست پر آجائے گا لغزش جاتی رہے گی۔۔ ہا منزل مقصود
پر پہنچ جانا یہ بہت مشکل ہے اسباب سب فراہم ہوں تب بھی سہ عمرے باید کہ یار
آید بکنار۔ عروض عربی کے رسائل بہت ہیں بعضے چھپ بھی گئے ہیں
معیار الاشعار محقق نصیر الدین طوسی چھپا مع عروض عربی و عروض پارسی
اور اگر عروض عربی زبان عربی میں مقصود ہو تو شرح قصیدہ خزرجیہ دیکھیے
اور مولوی محمد سعد اللہ صاحب مرحوم نے عروض با قافیہ ایک متن مع شرح
لکھا ہے وہ چھپ گیا ہے وہاں نہ ملے تو میں تلاش کر کے بھیجدوں۔ زیادہ
کیا لکھوں اردو فارسی کبھی کبھی کوئی غزل مجکو بھی بھیجد یجیے۔ دیکھا کیجیے

ہو جایا کروں اور خط لکھنے میں بہت دیر نفرمایا کیجئے کہ جی افسردہ ہوجاتا ہے
اپنے یاران انجمن کو میرا اسلام اور شوق غائبانہ کہیئے محمد احمد تسلیم گزارہیں
کمال تعجیل میں یہ چند سطریں لکھدیں بے ربطی اور بدخطی کا عذر قبول ہو۔

راقم آثم امیر فقیر عفا عنہ

۳۰۔ مارچ ۱۸۹۳ء

روحی فداک۔ ایک پیٹھے کی مجھے ضرورت ہے۔ ایک عرق کا نسخہ اُسکے
بغیر کچھ نہیں سکتا اس نسخے میں آب گذر آب کیسرو آب پیٹھہ ہے۔ گاجر تو
اس موسم میں ممکن نہیں مگر کیسرو کی تلاش کامل ہو تو شاید ملجائے تو کامل
تلاش مجھ سے کیونکر ہو مجھے تو پیٹھا بھی نہیں ملتا جو ہمیشہ ممکن الحصول ہے خیال
آیا کہ آپ کو تکلیف دوں سرکاری باغوںکا تعلق آپ سے ہو تو آپ باغبانوں کی
تاکیداً فرماویں اور جلد بھجوادیں۔ اور اگر آپ سے تعلق نہو تو جن سے تعلق ہو
ان سے کہدیجئے یا اُنکا نام نامی مجھے لکھئے کہ میں ان کو لکھوں۔ بہرکیف
کیسرو اور پیٹھا دونوں اگر پہنچیں تو سبحان اللہ اور کیسرو نہ ملیں تو پیٹھا جلد
منگوا دیجئے۔ سوا سیر پانی کیسرو کا عرق میں پڑے گا۔ اور سوا سیر
پیٹھے کا۔

امیر فقیر عفی عنہ ۔ ۷۔ اگست ۱۸۹۳ء

میرے دلنواز۔ مجھے آپ سے مطلق شکایت نہیں بلکہ بدستور
آپ کی محبت قدیمانہ پر بھروسا ہے۔ حجاب ہے تو اپنے تساہل کی بدولت ہے
اور شکایت ہے تو اپنی کم نصیبی سے ہے کہ احباب کی خدمتگزاری سے

بھی قاصر رہتا ہوں۔ مکروہات کا ہجوم رہتا ہے۔ میرے سفر میں پھر چند روز کا
توقف معلوم ہوتا ہے اس وقت جو ڈاک آئی اس نے متوقف کردیا دوسری
تحریر کا انتظار کرنا پڑا جو ایک ہفتے سے کم میں متصور نہیں۔ آپ اشعار مشکوک
ضرور لکھدیں تاکہ اشعار متصرفہ کی تکمیل تو ہوجائے تمہ بیاض پھر کبھی دیکھونگا۔ فقط

آپ کا منت پذیر امیر فقیر [illegible] مارچ ۱۹۰۰ء

مکرر یہ کہ اس وقت کی ڈاک سے رکنا پڑا [illegible] سامان سب ہوچکا
تھا صبح کو کل قصد حتما تھا عفت۔ بی [illegible]

مکرر ازدعا تمکم۔ اشعار مشکوک و متفرقات نظر ثانی کو علیحدہ تحریر کر کے [illegible]
شک لکھد بیجئے تاکہ میں نظر ثانی کرکے بھیجدوں اس کے بعد آپ سے طول
پیشتر اس مقدمے کے طے ہونے سے ملنے کا موقع نہیں ہے فقط

غرق عرق تشویر امیر فقیر ۲۰۔ مارچ ۱۹۰۰ء

محبی و مکرمی۔ سلام مسنون دعا اخلاص مشحون۔ میں نے سنا کہ کسی ق
آپ کی ترقی ہوئی اگر سچ ہے تو اس کی مبارکباد دیجیے اور منہ میٹھا کیجیے منہ میٹھا
کرنے کا یہ طریقہ اچھا ہے کہ جس جس قسم کے چاول وہاں اچھے ہوتے ہیں
وہ تھوڑے سے بھجوا دیجیے۔ قند و شکر یہاں بہت ملتی ہے وہ ملا لیجائیگی
اور سال بھر میٹھے چاول کھائے جائیں گے شیر برنج کا بھی استعمال زیادہ ہے
اس کے لیے خالص دودھ کی حاجت ہے اور بھینس میرے یہاں ایک ہفتے
سے نہیں رہی۔ بازار کے دودھ سے نفرت ہے۔ ایک عمدہ بھینس جو غریب و
شائستہ قوم کی اچھی کم سے کم چھ سات سیر دودھ دیتی ہوئی اور کمال

صلاحیت و غربت سے گھر میں پل سکتی ہو وہ بھی ادہر تلاش کردیجائے تو مزید
احسان ہی۔ قیمت چالیس پچاس تک دینا منظور ہی بشرطیکہ مال زیادہ کا ہو
آپ وہاں مبصروں کو دکھا لیجئےگا کہ جملہ محاسن اس میں ہوں طا۔ قی وغیرہ
عیوب سے بھی پاک ہو۔ غریب ضرور ہو ورنہ ماما میں خدمتگزار کو دکہ الگ ہو
رہیں گی۔ آپ کی رواداری سے بنجاروں کے یہاں جو شوق سے پالتے
ہیں ملجائے گی۔ یا بازاروں میں بہم پہنچے گی۔ یہاں نہیں ملتی۔ بلاسپور
سوار میں تحصیلدار و پیشکار کو لکھا تھا اور روپیہ بھی بھیجا تھا دستیاب نہوئی اب
دیکھا چاہیئے آپ کی کوشش کیا نتیجہ دیتی ہی۔ چار پانچ گھڑے سرکے کے بھی
اچار کے واسطے درکار ہیں میں نے رس رکھوا دیا تھا کہ وقت پر سرکہ ملے
مگر ضائع ہوگیا۔ وہاں بہ آسانی شاید ملجائے ورنہ شاہ آباد سے منگوانا
پڑے گا۔ محمد احمد مع اخوان اور لیاقت حسین مع احباب ما وجب سان ہیں
روپیہ چاولوں کی قیمت کا و بھینس کی قیمت کا یہاں فوراً ملے گا میں بھیجدیتا
مگر دو جگہ بھیجا سوار کو بلاسپور کو اور دونوں جگہ سے پلٹ آیا تو خیال ہوا
کہ شاید روپیہ بھیجنا ہی منحوس ہو۔ لہذا صرف فرمایش پر اکتفا کیگئی۔

مجموع چاول ایک من پختہ سے کم نہوں اور ہر قسم کا نام اور نرخ معلوم
ہوجائے تاکہ جو قسم پسند آئے وہ عند الضرورۃ پھر منگوا لئے جائیں۔

امیر فقیر۔ ۱۴۔ اپریل ۱۸۹۹ء

مکرما۔ روحی فداک۔ سلام مسنون و دعائے ترقیات روزافزوں
دو گھڑے سرکے کے پہنچے۔ اور بھی آلیں گے تو ایکہی بار میں کچوا کر

بھجوا کر مقطر تیار کیا جائے گا یہ دو سطریں محض بطور سبب و شکر کے لکھی ہیں کہ "لئن شکرتم لازیدنکم" مجھے یاد ہی۔ خدا کرے عمدہ جنس بھی ملجائے محمد احمد مع اخوان سلام نیاز کہتے ہیں اور لیاقت حسین بھی۔ مزدوری کہار کی دیدی گئی۔

امیر فقیر۔ ۲۱۔ اپریل ۱۹۲۹ء۔

روحی فداک۔ سلام مسنون دعا و اخلاص مشحون۔ نامہ دلنواز آیا ممنون فرمایا۔ چاولوں کے نمونوں میں سے دلبادل غیر مطلوب ہے یہاں ہی دیسی بکثرت ملتے ہیں۔ چلکیا ...... ایک من پختہ اور فتحپوری دس سیر بھیجیے یہ دونوں چاول اچھے ہیں البتہ پہلے سے گراں پڑتے ہیں۔ کئی بار ان اقسام کے چاول آگے منگوائے تھے اس زمانے میں ان قیمت سے سستے تھے بہرکیف اب جو قیمت ہی اس کے حساب سے روپیے چاہئیں ہیں لکھئیے بھیجتا ہوں مزدوری باربرداری کی جو قرار پائے اس سے آگاہ فرمایئگا۔ ہیں جب کہیں قرار پائے تو شرائط پر تمام مہا نظر فرمالیجئگا۔ ایسا نہو کہ بعض شرائط کے فوت ہو جانے سے اس کی پرورش دشوار ہو جائے۔ مجھے امید ہے کہ آپ کی توجہ منتج بہ نتیجہ دلخواہ ہوگی۔ آخر میں ایک بات بغیر تکلفی کے لکھتا ہوں کہ بانگی یعنی نمونہ کو آپ نے دو جگہ اپنے خط میں باندگی بائے دال مہملہ بعد نون لکھا ہے حالانکہ دال اس میں نہیں ہے۔ امید ہے کہ یہ اطلاع طبع نازک پر گراں نہو۔ نور چشم محمد احمد کو کئی دن سے تپ ہی ما آخر میں کم فرصتی سے مسہل ہونے سے طبیعت بگڑگئی ہے سلام نیاز کہتے ہیں

سب اطفال ما وجب گزارہیں۔

امیر احمد عفی عنہ - ۱۵ شعبان ۱۳۰۶ ہجری مطابق

۱۷ - اپریل ۱۸۸۹ء -

سرکہ اگر عمدہ اور مقدار میں معتدبہ پہنچیگا تو مزید منت کا باعث ہوگا۔

روحی فداک۔ چاول آئے ممنون کیا جن چاولوں کا نمونہ تھا وہی ہیں پکوا کر دیکھنے کے بعد زیادہ کیفیت ان کی معلوم ہوگی۔ میں اس عنایت کا شکر گزار ہوں۔ لیاقت حسین کہیں تحقیقات کو گئے ہیں ٹٹو بند ہوا لیا ہی شاید آکر کچھ لکھیں۔ محمد احمد کو بفضلہ تعالی تب پرسوں سے نہیں ہی۔ کل مسہل تھا آج تبرید ہی۔ سلام نیاز اور شکر فراخ بری ادا کرتے ہیں فقط امیر فقیر ۱۹ - اپریل ۱۸۸۹ء

۴ ر بار برداری کے دیئے گئے چاول وزن میں پورے اُترے عہ پلٹ کر وصول ہوا۔

روحی فداک۔ سلام مسنون دعا مشحون ہنیس اگر ذرا بھی شریر ہوئی کہ گھر میں نہ پل سکی یا دودہ دہوانے میں راگ لائی تو مجھے واپس کرنا مجبوری ضرور پڑیگا اور اگر دودھ کے مقدار میں متعین مشروط سے پاؤ بھر آدہ سیر کی کمی ہوئی تو ہرگز واپس نہوگی۔ اور یہ امر کہ وحشت کرتی ہی یا نہیں اور دودھ آسانی سے دہواتی ہی یا اچکتی کودتی ہی اور آدمیوں سے گبھراتی ہی اور سفید پوشوں سے بھاگتی ہی یا نہیں دو تین دن وہاں اپنے سامنے امتحاناً بندہوا لینے اور اپنے حضور میں دہوالینے میں معلوم ہوسکتا ہی۔ زیادہ تفصیل آپ سے کرنا لقمان کو حکمت سکھانا ہی۔ آپ خود غور فرمائیں گے تو وہ عیوب جنپر صبر کرنا نہیں ہوسکتا اور وہ معائب

جن پر صبر کرنا آسان ہی متمایز ہو سکتے ہیں۔ سرکار کہا ہی اور اگر مہر کا با سانی منگنا ہو تو کھدوانے میں انتظار کیا جاے ورنہ مقطر اسی کا کھدوا لیا جائے۔ محمد احمد مع اخوان ماوجب رساں ہیں۔ امیر فقیر ۲۹۔ اپریل ۹۵ء۔

ملاذا بھینس کی زیادہ قدر رمضان میں ہی اگر جلد دو تین دن میں مل جائے تو بہتر ہی ورنہ پھر زیادہ توجہ نکیجائے اس لیے کہ بعد رمضان برسات میں استعمال دودہ کا کم کردیا جاتا ہی اور ختم برشگال تک میری مملوکہ بھینس بچہ دے گی نئی خریدنے کی ضرورت نہو گی مگر یہ کہ دہونے کو میرے یہاں بھی گھوسی آتا ہی یہ گمان نہو کہ مامائیں دوہتی ہیں البتہ اور سب خدمتیں شبانہ روز مامائیں کرتی ہیں گھوسی دوہ کر چلا جاتا ہی فقط۔

گرامی گوہرا۔ مجھے اس وقت آپ کے والد ماجد کی رحلت کی خبر معلوم ہوئی اور بکمال صدمہ ہوا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون سوا اس کے اس داغ کا کوئی مرہم نہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو سایہ رحمت میں جگہ دے اور اعقاب کو صبر اور توفیق ایصال ثواب عطا کرے اس سے پہلے ایک تحریر آپ کی کوئی مکان پر رہ گیا تھا میں نے اس کے پاتے ہی جواب لکھا مگر بیہودہ آدمی نہ ملا اطلاعاً لکھا گیا کہ آپ کو گمان جواب قلم انداز کرنے کا نہو میں جاریوں اور بیماریوں کی کاہشوں سے نجات نہیں پاتا۔ خدا رحم فرمائے۔ مشغلہ شاعری کا بالکل چھوٹا ہوا ہی اسی سے آپ کا کلام بھی رکھا ہی لغت میں بقدر امکان مصروفی ہی۔ سب اہل دفتر ماوجب گذار ہیں فقط
امیر فقیر ۲۰۔ صفر ۱۳۱۳ ہجری

عنایت فرماے من۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ کل ایک خط جس میں
آپ کی غزلیں تھیں روانہ کرچکا ہوں آج اپنی غزلیں اردو جو دیوان قلمی میں
درج ہیں اور چند شعر اس میں اب بڑہا دئے ہیں اور فارسی غزلیں جو اس کم
فرصتی میں محض آپ کی خاطر سے باوصف کم مشقی کے کی ہیں بہیجتا ہوں۔
فارسی زمین سست ہے۔ حزین اور حافظ شیرازی کی غزلیں بھی ان کے مرتبے
سے گری ہوئی ہیں بہرکیف زمین کے پہلانے کے موافق شعر ہو سکتے ہیں
اور شاعر کا کیا اختیار ہے۔ مشاعرے کے بعد رنگ تماشا ہوگا کس کی غزل کیسی
رہی کون پہولا پہلا کس کے ہاتھ میدان رہا حضور فیصل لکھئے گا۔ آپ کے
اخوان کو ماوجب فقط

امیر فقیر ۱۵۔ دسمبر سنہ ۹۹ء۔

مجہہ سے زیادہ مجہپر مہربان میرے قدردان سلامت۔ سلام محبت التیام
محبت نامہ آیا اس سے پہلے دو اخباروں کے حاشیے پر جو کچہہ آپ نے لکہا
تہا ان کو دیکہکر ہی میں نے مزہ اٹہایا تہا اور چاہتا تہا کہ جواب لکہوں مگر یہی خیال
تہا کہ گلدستہ چہپکر آتا ہوگا اس کے بعد لکہونگا معہذا کچہہ کم فرصتی کچہہ موسم
کی سردی کچہہ بڑہاپے کی کاہلی کو بہی کوتہ قلمی میں دخل ہے۔ امید ہے کہ آپ معاف
کریں گے۔ غنچہ ناز اگچہ بر چہرہ شگفتانند۔ میں کاف کا سکون بے تکلف جائز
بلکہ فصیح ہے۔ البتہ مثال اس وقت یاد نہیں۔ پھر بہیجدونگا۔

امیر اللغات کا پہلا حصہ مارچ سنہ حال میں تیار ہوگا۔ اگرچہ طابع
فروری میں چہاپ چکنے کا وعدہ کرتے ہیں مگر مجہے امید نہیں ہے۔ تقریظ

لکھنے کے قصد نے شکر گزار کیا۔ مگر کتاب کے آٹھ حصے ہونگے تقریظیں
تو آخر میں ہوتی ہیں حصے چھپ چھپکر جس کو پہنچیں گے سب کو یکجا کر کے ایک
دو مجلد کر لے گا پھر بیچ کی تقریظیں کیا ہونگی غالباً نکل جائیں گی۔ اور اگر بینگی
تو بے موقع رہیں گی۔ لہذا میری رائے ہے کہ حصے نکلنے کے بعد ریویو
کہ وہ درحقیقت تقریظ ہی ہے لکھے جائیں۔ بہت سے احباب خصوصاً
صاحبان اخبار ریویو لکھیں گے اور میں سب کو جمع کر کے دوسرے حصے
کے ابتدا میں لگا دونگا۔ ریویو جب حصے کو دیکھکر لکھا جائے گا تو بہت
ٹھیک ہوگا۔ میرے مکرم جناب قاضی ممتاز حسین صاحب کی خدمت
میں یہ پرچہ پیش کر دیا جائے فقط امیر فقیر۔ ۲ طفال تسلیم گزار ہیں۔ مراد آباد
کب تک آنا ہوگا۔ خدا آپ کے ارادے کو جلد قوت سے فعل میں لائے
اور کارخانہ تجارت میں جس کا ارادہ ہے برکت دے۔ کہند سارا ابھی ہوئی
ہیں اور منہ میٹھا ہونے کا شوق ابھی سے ہے۔ گلدستہ نہ چھپا تو کچھ ہرج
نہیں غزلیں بغیر چھپے بھی مشہور ہونے والی مشہور ہو جائیں گی اور میری
غزلیں تو کچھ ہیں ہی نہیں انکا تو نہ چھپنا ہی اچھا ہے۔

اعلی اللہ شانکم۔ پوسٹ کارڈ کے جواب میں تاخیر اس وجہ سے
ہوئی کہ شگفانند بسکون کاف فارسی کی سند تلاش کرنے کا خیال
رہا مگر ہنوز نہ ملی تھی کہ شحنہ ہند آیا اور بدلا ہوا مصرع پایا۔ آپنے بہت ہی
خوب کیا کہ مصرع بدل دیا۔ خدا جانے سند ملتی نہ ملتی۔ تتبع کا کل کی
فرصت نہیں ہے۔ میں نے دیکھا ضرور ہے مگر یاد نہیں کہاں دیکھا ہے خیر

اب وہ قصہ ہی مٹا۔ احتیاط ہمیشہ اچھی ہوتی ہے۔ شبہے کی بات سے جہاں تک ممکن ہو بچنا ہی چاہیئے۔ شنوا بسکون نون کہاں ہے یہ تو میں نے کہیں نہیں دیکھا بحرکتِ نون ہی چاہیئے۔ حضرت استاذی امیر مرحوم کا کلام بہت ہے مگر اب نہ چھاپہ خانوں میں ہے نہ دکانوں پر ہے۔ لکھنؤ میں بعض کتب فروش ایسے ہیں کہ فرمایش کی جاتی ہے تو کہیں سے تلاش کرلاتے ہیں او قیمت زیادہ لیتے ہیں۔ میرے پاس مطبوعہ کلام اکثر ہے مگر دفتر لغت میں کام دیتا ہے مکرر کوئی نسخہ ہوتا تو میں تحفۃ بھیجدیتا۔ زیادہ سوا شکر اخلاق گرامی کے کیا لکھوں۔ اطفال تسلیم رسان ہیں اور احباب بھی۔ مکرمی جناب قاضی صاحب کی خدمت میں سلام نیاز۔ میں نے ایک خط جناب موصوف کو لکھا تھا خدا جانے پہنچا یا نہیں فقط

امیر منت پذیر ۲۔ فروری ۱۹۰۱ء

میری کوتاہ قلمی پر نظر نکیا کیجئے میں پیرانہ سالی پریشاں حالی کم فرصتی کاہلی سے بہت ہی نکما ہوگیا ہوں آپ کے خط آنے سے بہت ہی دل کو قوت ہوئی ہے شنوا بسکون نون اگر کلام میں ہو تو بدل دیجئے۔ مولوی صاحب امیر اللغات کا پہلا حصہ نصف چھپ چکا ہے فروری میں تمامی کی امید ہے شاید مارچ میں نکلے گا یہ بتا دیجئے کہ کتنے نسخے بکوا دیجئیگا زیر باری بہت ہوئی ہے۔ احباب سے توجہ کامل کی امید ہے قاضی صاحب بھی مستعد ہوں اور آپ اپنے دوستوں کو بھی آمادہ کر رکھیں عنقریب اشتہار بھیجونگا۔ فہرست تالیفات حضرت استاد مغفور ملفوف ہے۔

مولوی سید محمد نوح صاحب رئیس مچھلی شہر ضلع جونپور کے نام

دلنواز امیر فقیر مجی شہیر۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے تندرست رکھے اور جمعیت و طمانیت دلخواہ عطا فرمائے۔ آپ کی تحریر سعادت تخمیر مدت کے بعد نظر افروز ہوئی جیسا میں اس کے پانے سے خوش ہوا ویسا ہی اس کا مضمون دیکھکر مغموم بھی ہوا۔ آپ کی پریشانیاں آپ کی بیماریاں ریاست کے اندرونی جھگڑے اور اس پر نصیب اعدا آپ کی طبیعت کی نادرستی یہ سب باتیں اور خصوصاً آخر کا مضمون ایسا تھا کہ مجھے بہت ہی غمگین کردیا۔ میں تو قدیم سے آپ کا داعی خیر ہوں سوائے دعائے صحت و عافیت کے کیا اختیار ہے۔ مجیب الدعوات سے امید ہے کہ قبول کرے اور آپ کو صحت کے ساتھ پوری طمانیت حاصل ہو۔ میں تو گویا دائم المرض ہوگیا ہوں جس دل کے دوروں کا سلسلہ چلا جاتا ہے اور پریشانیاں و قرضداریاں اس پر مستزاد ہیں بہرحال اللہ کا شکر ہے کہ آپ لوگوں کے حق میں دعا کرنے کے لیے زندہ ہوں۔ دفتر امیر اللغات بے سرمایگی سے ابتر ہوگیا تیسرا حصہ مدت سے تیار ہے۔ طبع کا سامان بہم نہ پہنچنے سے بستے میں بند پڑا ہے۔ اس کا دوسرا حصہ اور صنم خانۂ عشق کل آپ کے نام روانہ ہوگا۔ نور چشم محمد احمد بخیریت ہیں، سلام عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر ۔ ۵ ۔ اپریل ۔ ۱۹۰۰ ۔

محبی حضرت شہیر سلمہ اللہ القدیر۔ خدا آپ کو فائز المرام و شاد کام رکھے امراض متضاد کے حملوں سے ایسا چور ہو گیا ہوں کہ لکھنے پڑھنے میں دقت ہوتی ہے۔ جواب آپ کے کارڈ کا اسی وجہ سے ابتک نہ لکھ سکا۔

پھیرنا اور پھرنا میں آپ کی رائے صحیح ہے۔ میرے ایک شعر کا مصرع تھا ؎
پھر اک پانی چہر کے سن سنے نکل گیا۔ میرے استاد مرحوم نے پھیر اک بنا دیا تھا نمونہ امیر اللغات پہنچ گیا ہوگا۔ اپنی رائے رزین سے تفصیل اطلاع بخشئیے۔

فقیر امیر۔

دلنواز امیر فقیر۔ سلام مسنون اخلاص مشحون و دعاے اجابت مقرون نورچشم محمد احمد نے آپ کے خط کا جواب شاید کل بھیجدیا ہے۔ آج آپ کی دوسری تحریر نظر افروز ہوئی مولوی محمد حسین صاحب آزاد کو امیر اللغات کی نسبت آپ نے ناحق تحریر فرمایا۔ خیر جواب آئے اس سے مجھے بھی اطلاع دیجئےگا برخوردار بسمل کی تحریر سے لکھنؤ کے مشاعرے میں آپ کی گہرافشانی و شرکت کا حال معلوم ہوکر خوش ہوا۔ آپ موید من اللہ ہیں۔ حسرت ہوئی کہ میں نے اپنے کانوں سے آپ کا کلام فصاحت التیام آپ کی زبانی نہ سنا والدعا

امیر فقیر۔

محبی و شفیقی حضرت شہیر۔ خدا آپ کو تندرست و خوش رکھے الحمدللہ کہ اس خط میں آپ نے اپنی صحت کا مژدہ لکھکر مجھے مطمئن و مسرور کیا۔ خفیف شکایتیں انشاءاللہ جلد جاتی رہیں گی۔

مولوی سید محمد نوح صاحب رئیس مچھلی شہر ضلع جونپور کے نام

دلنواز امیر فقیر مجی شہیر۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوش رکھے تندرست رکھے اور جمعیت وطمانیت دلخواہ عطا فرمائے۔ آپ کی تحریر سعادت خیمر مدت کے بعد نظر افروز ہوئی جیسا میں اس کے پانے سے خوش ہوا ویسا ہی اس کا مضمون دیکھکر مغموم بھی ہوا۔ آپ کی پریشانیاں، آپ کی زیر باریاں، ریاست کے اندرونی جھگڑے اور اس پر نصیب اعدا آپ کی طبیعت کی نادرستی، یہ سب باتیں اور خصوصاً آخر کا مضمون ایسا تھا کہ مجھے بہت ہی بیچین کر دیا۔ میں تو قدیم سے آپ کا داعی خیر ہوں۔ سوائے دعائے صحت وعافیت کے کیا اختیار ہے۔ مجیب الدعوات سے امید ہے کہ قبول کرے اور آپ کو صحت کے ساتھ پوری طمانیت حاصل ہو۔ میں تو گویا دائم المرض ہو گیا ہوں جبن بول کے دوروں کا سلسلہ چلا جاتا ہے اور پریشانیاں و قرضداریاں اس پر مستزاد ہیں بہرحال اللہ کا شکر ہے کہ آپ لوگوں کے حق میں دعا کرنے کے لیئے زندہ ہوں۔ دفتر امیر اللغات بے سر مایگی سے ابتر ہو گیا تیسرا حصہ مدت سے تیار ہے۔ طبع کا سامان بہم نہ پہنچنے سے بستے میں بند پڑا ہے۔ اس کا دوسرا حصہ اور صنم خانۂ عشق کل آپ کے نام روانہ ہوگا۔ نور چشم محمد احمد بخیریت ہیں، سلام عرض کرتے ہیں۔

امیر فقیر۔ ۵۔ اپریل۔ رامپور۔

محبی حضرت شہیر سلمہ اللہ القدیر۔ خدا آپ کو فائز المرام و شاد کام رکھے
امراض متضاد کے حملوں سے ایسا چور ہو گیا ہوں کہ لکھنے پڑھنے میں دقت
ہوتی ہی۔ جواب آپ کے کارڈ کا اسی وجہ سے ابتک نہ لکھ سکا۔
پہیرنا اور تیرنا میں آپ کی رائے صحیح ہی۔ میرے ایک شعر کا مصرع تھا

تیراک پانی پہیر کے سن سے نکل گیا۔ میرے استاد مرحوم نے پیراک بنا دیا تھا
نمونہ امیر اللغات پہنچ گیا ہوگا۔ اپنی رائے رزین سے تفصیل اطلاع
بخشئیے۔

فقیر امیر۔

دلنواز امیر فقیر۔ سلام مسنون اخلاص مشحون و دعاے اجابت مقرون
نورچشم محمد احمد نے آپ کے خط کا جواب شاید کل بہیجدیا ہی۔ آج آپ کی دوسری
تحریر نظر افروز ہوئی مولوی محمد حسین صاحب آزاد کو امیر اللغات کی نسبت
آپ نے ناحق تحریر فرمایا۔ خیر جواب آئے اس سے مجھے بھی اطلاع دیجئے گا
برخوردار بسمل کی تحریر سے لکھنو کے مشاعرے میں آپ کی گہرافشانی و
شرکت کا حال معلوم ہو کر خوش ہوا۔ آپ موید من اللہ ہیں۔ حسرت ہوئی
کہ میں نے اپنے کانوں سے آپ کا کلام فصاحت التیام آپ کی زبانی
نہ سنا والدعا

امیر فقیر۔

محبی و شفیقی حضرت شہیر۔ خدا آپ کو تندرست و خوش رکھے الحمدللہ
کہ اس خط میں آپ نے اپنی صحت کا مژدہ لکھکر مجھے مطمئن و مسرور کیا۔
خفیف شکائتیں انشاءاللہ جلد جاتی رہیں گی۔

نورچشم لطیف احمد نے آپ کی تحریر مجھے دکھائی۔ دامن گلچیں کی رونق آپ سے رنگین کلاموں کی بدولت ہی امید ہی کہ پہلے جسطرح ہر ماہ میں التزاماً آپ اپنے گہرہائے افکار سے اس کا دامن بھرتے تھے اب بھی محروم نہ رہیگا فقط

امیر فقیر۔

دلنواز قدرداں فقیر امیر حضرت شہیر سلام مسنون اخلاص مشحون صحیفۂ اشفاق نورچشم لطیف احمد اختر کے نام اور نامۂ اخلاق میرے نام آیا۔ حد سے زیادہ مسرت ہوئی۔ اس سے زیادہ کیا عنایت ہوسکتی ہی کہ باوصف رنجوری و معذوری آپ نے غزل کی فکر فرمائی۔

میں نے لطیف احمد سلمہ کے خط میں سری لال پیارے لال کے یہاں سے عرق منگوا کر استعمال کرنے کو لکھوا دیا تھا۔ آپ ضرور استعمال کریں ضلع ایٹہ میں ان کے یہاں اس عرق کی شیشیاں بکتی ہیں۔ ترکیب استعمال اسی شیشی پر لکھی ہوتی ہی اکثر شہروں میں ملتی ہی اور کسی قسم کا ضرر نہیں کرتی۔ چار مہینے کے بچے سے لیکر بڈھوں تک میں نے استعمال کرایا ہی۔ بار بار تپ کا آجانا اچھا نہیں ہی اس کے ازالہ کی فکر ضروری ہی اور یہ عرق میرے تجربے میں ہی کہ اکسیر کا حکم رکھتا ہی والسلام

امیر فقیر۔ ۴۔ جنوری ۱۸۹۴ء۔ رامپور

۱۵۔ اپریل ۱۸۹۴ء

دلنواز امیر فقیر حضرت شہیر سلمکم اللہ القدیر۔ سلام مسنون اخلاص

مشحون بشدائد مرض عسر بول وحبس بول سے اوقاف میں سخت اختلال ہی
ضعف پیرانہ سالی کو خستہ حالی نے اور قوت دے رکھی ہی یہی سبب ہے
کہ احباب سے بھی رسم وراہ خط وکتابت ترک ہوگئی ہی۔ آپ کی محبت اور
عنایت کا خیال تو اکثر رہتا ہی مگر خط لکھنے کا اتفاق مدت سے نہیں ہوا۔ آج
محمد احمد سے آپ کی خیر وعافیت سنکر فی الجملہ تسکین ہوئی مگر جو حالات
اپنی پریشانی کے اجمالاً آپ نے لکھے انہوں نے میرے دل دردمند کو
بہت دکھایا۔ علی الخصوص سرمایۂ نتائج افکار کا جون پور سے گم ہو جانا سنکر
مجھے ایسا قلق ہوا کہ اس کے بیان کو لفظ نہیں ملتے۔ خدا جانے کس بیدرد نے
یہ ظلم کیا۔ اتنے بڑے دیوان کا چوری جانا سمجھ میں نہیں آتا کچھ تفصیل تو
لکھئے یہ کیا غضب ہوا۔ آپ سے نامور شاعر کا کلام کسی دوسرے کے
کام کیونکر آسکتا ہی یہ بھی لکھئے کہ خدانخواستہ اس کلام کے ملنے سے یاس
ہوگئی یا احتمال باقی ہی اور درصورت نہ ملنے کے کچھ مسودات ایسے ہیں جن سے
پھر ترتیب تبییض ہو سکے یا نہیں۔ خدا کرے وہی دیوان مل جائے ورنہ
آپ ہرگز ہمت نہ ہارئیے اور مسودات سے جسقدر ممکن ہو پھر جمع کر لیجئے
ایسے ریزہائے جواہر کا تلف ہو جانا آپ کے احباب پر نہایت شاق ہی
میرا دل تو یہ خبر سنکر بسمل ہوگیا۔ زیادہ اسوقت کیا لکھوں۔ یہ چند سطریں طبیعت
پر جبر کر کے لکھی ہیں میری کوتاہ قلمی پر نظر نفرما کر کبھی کبھی مجھے اپنی خیر وعافیت
اور صحت وسلامت سے مسرور کیا کیجئے تو کمال احسان ہی۔
تکملۂ التماس یہ ہی کہ غدر میں میرا بھی کلام جسقدر اس زمانے تک مرتب

ہوا تھا اور میں نے اسکو خوشنویس سے لکھوا کر مطلا اور مذہب کرایا تھا سب تلف ہوگیا مگر کچھہ اپنی یاد سے کام لیا اور کچھہ پھر موزوں کیا کہ مرآۃ الغیب کی صورت بندھی اگرچہ ہزارہا شعر یاد نہ آیا۔ اس کے لکھنے سے غرض یہ ہے کہ آپ بھی بالکل اس دیوان سے قطع نظر فرمائیں اور کوشش کریں کہ کچھہ یادگار باقی رہے۔

آپ کا منت پذیر حسرت خمیر و یاس تصویر

امیر فقیر۔

مولوی نور الحسن صاحب۔ بی اے۔ ایل۔ ایل۔ بی

خلف اکبر حضرت استاذی محسن کاکوروی کے نام

دفتر امیر اللغات۔ ریاست رامپور

۸۔ اگست ۱۸۹۱ء

سراپا رشد و سعادت مجسم علم و لیاقت عزیز از جان مولوی نور الحسن کو امیر فقیر کے جی سے بے اختیار نکلتی ہوئی دعایئں۔ آج آزاد آیا۔ آشوب چشم کے سبب سے میں دیکھہ تو نہ سکا مگر تمہارا ریویو امیر اللغات پر پڑھوا کر سنا۔ اس حیثیت سے کہ تمنے اپنی رائے ظاہر کی تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس نظر سے کہ تمنے بہت ہی نازک خیالی کے ساتھ ریویو لکھا آفریں و مرحبا کہتا ہوں۔

چشم بدور تمنے تو امیر اللغات کے بعض بعض وہ حسن ملک کو دکھا دیے جنکی نسبت میرا خیال یہ تھا کہ جو اس کام میں مصروف ہیں صرف انہیں

کی نگاہ میں ہیں ۔ خدا تمہیں بہت بڑی عمر دے ۔ تمہارے علم و لیاقت کا ملک میں ڈنکا بجے اور بہت بڑا صاحب اقبال کرے ۔ آمین ۔

تمہارے سوالوں کا جواب حسب ذیل ہے :۔

آری، میرے نزدیک ہندی ہے اس لیے کہ عاری، زچ و تنگ و عاجز کے معنوں میں فارسی عربی میں کہیں نظر سے نہیں گزرا ہندی میں تو عین سے لکھنا خلاف اصول ہے، ہندی میں عین کہاں ۔

مسالا، معلوم ہوتا ہے کہ مصالح کا مہندی ہے جو عربی میں مصلحۃ کی جمع ہے اور فارسی والے ہر چیز کی تیاری کے لوازم اور ضروریات کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور یہی محل استعمال ہندیوں کے یہاں بھی ہے جیسے عمارت کے لیے چونا سرخی وغیرہ ۔ تالیف کے لئے وہ کتابیں وغیرہ جن سے اس تالیف میں مدد مل سکے ۔ کپڑوں کی رونق اور چمک دمک کے لیے گوٹا پٹھا، بنت، کناری کھانے کے لیے لونگ، الائچی، دھنیا، مرچ ۔ بال ہونےکا مسالا، محرم کا مسالا، مسالے کا تیل، دلی والے اصلی کی طرف جاتے ہیں مگر چونکہ زبانوں پر مصالح نہیں ہے یعنی یہ کوئی یہ نہیں بولتا کہ گوشت کا مصالح پیس لیا، گرم مصالح ہو گیا کرتی میں مصالح کم پڑا ۔ اب کے محرم کا مصالح ہمکو نہیں دیا ۔ اس لئے میری رائے ہے کہ اردو میں جو بولیں وہی لکھیں جسطرح مسالا بولتے ہیں اسی طرح لکھا بھی جائے ۔ اور یہی مشرب متوسطین و متاخرین شعرائے لکھنو کا ہے ۔ جیسا رشک نے اپنے لغت میں لکھا ہے "مسالا" میم مفتوح سین مہملہ و لام بالف کشیدہ

ضروریات ہر چیز باشد کہ بداں ضروریات رونق و لذت آں چیز شود ظاہرا
ایں لغت از مصالح باشد" اور اسی کی تقلید جلال نے بھی اپنے لغت گلشن فیض
میں کی ہے۔ منیر مرحوم نے بھی یہی مشرب اختیار کیا ہے ؎

نمک چھڑکنے کو مانگے جراحت دل پر ۔۔۔ جو دیکھے آپ کے موباف کا مسالا سا

کالا سانپ اور پالا سانپ زمین ہے۔ اور جان صاحب کے ایک شعر سے
یہ بھی پتا چلتا ہے کہ محلات لکھنؤ میں بھی یہی بول چال تھی ؎

اے جان ایسا چھاتی سے لپٹایا بھیچ کر ۔۔۔ انگیا کا میری سارا مسالا مسل گیا

منشی ولایت علی خانصاحب صفی پوری کے نام

عزیز از جان اقبال نشان سخن آفریں و سخنداں سلمکم اللہ المنان۔ دعائے
سرسبزی نشاطیں و سرخ روی دارین کے بعد مدعا نگار ہوں کہ آج کتابوں کی
ترتیب اور دفتر کی تہذیب میں تمہارے دو خط مسرت نمط اور ایک مجموعہ
مثنویات ثلثہ جسکا نام خمخانہ ابدی ہے ملا اور میں نہایت محجوب ہوا کہ مہینوں
کے بعد خطوط کا جواب اور کتاب کی رسید لکھنے کی نوبت آئی۔
بات یہ ہے کہ جن مکانوں میں سالہائے دراز سے میں اقامت گزیں تھا
دفعتاً وہ مکانات مجھے چھوڑنا پڑے اور اسباب سب متفرق جابجا عزیزان
و احباب کے مکانوں پر پہنچایا گیا اس لیے کہ مکاں وسیع سر دست
مل نہ سکا اب جو مسکن قرار پایا وہاں سب مقاموں سے اسباب
منگوا کر بے ترتیب و بے تہذیب رکھدیا گیا۔ بہت سے احباب کے خطوط

اور اصلاح طلب کلام جو ممالک نزدیک و دور سے بکثرت آتا ہی لکھا جاتا ہی
اور دفتر و کتب خانہ کی تہذیب ہو رہی ہی۔ اشعار الاشعار کا ابتک پتا
نہیں مخمخانۂ ابدی کو میں نے بنظر سرسری دیکھا اور تمہاری طباعی کا مزا
اٹھایا۔ کیا اچھا کلام ہی اور بیان مقاصد میں کیا حسن انجام ہی۔ بارک اللہ
فی عمرکم۔ تمہارا کلام دیکھکر تمہارے دیدار فرحت آثار کی آرزو ایک
سے ہزار ہوگئی۔ افسوس کہ مجھے بعض امراض لازمہ کی وجہ سے سفر کی
قدرت نہیں ایک عمر ہوگئی کہ وطن کو جانا نہیں ہوا ورنہ میں خود آکر تم سے
ملتا اور بالمشافہ تمہارے کلام کی داد دیتا۔ تم اگر چلتے پھرتے رہتے ہو تو کبھی
ادھر بھی آنکلو تاکہ حسرت دیدار میرے دل میں نہ رہجائے۔ اشعار الاشعار
میں کیا ہی اور وہ بھی فارسی زبان میں ہی یا اردو۔ اگر فارسی ہو تو کچھ کلام
اردو بھی بھیجو اور جسقدر کلام تمہارا مطبوع ہوا ہو اس کو مرتب کرکے قالب
طبع میں جان ڈالدو۔ مخمخانۂ ابدی کے دیکھنے سے ثابت ہو گیا کہ حسن تمہاری
طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہی۔ اہل سخن کو انکا بھی شکرگزار ہونا چاہیے
جنھوں نے یہ تمہاری مثنویاں چھپوائیں۔ مجھے انکا نام تو اس وقت یاد نہیں
آتا اور وہ مثنویاں اس وقت پیش نظر نہیں مگر خیال آتا ہی کہ اس مجموعے
کے دیباچے یا خاتمے میں ان کا ذکر ہی عند الملاقات میری طرف سے
ان کو سپاس گزاری کے ساتھ سلام کہنا۔ لکھنو کی بربادی اور عمائد
اور شرفا کی پریشانیاں لاتعد و لاتحصی ہیں منجملہ انہیں کے آپ کی
شکستہ حالی کا تصور بھی سوہان روح ہی۔ حق تعالی جزائے صبر عطا کرے

عطا فرمائے اور پھر زمانہ جمعیت خاطر لائے۔ سعید سرمد محمد احمدؒ کو ناواقفی
نے آپ کی ملاقات سے محروم رکھا افسوس۔ وہ مع سب برادران کو حک
کے سلام نیاز کہتے ہیں۔ اس وقت انہیں چند سطروں پر خط کو تمام کرتا
ہوں۔ جواب آنے کے بعد بہت کچھ لکھونگا۔ اپنی تالیف مطبوعہ و غیر
مطبوعہ کی فہرست مفصل ضرور بھیجو فقط۔

ریاست رامپور

۸۔ رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ ہجری روز پنجشنبہ

گرامی گوہر معنی پرور سلمکم اللہ الاکبر۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون
مختصر سا کلام جو آپ نے اپنے دواوین سے نقل کر کے بلا انتخاب بھیجا
رمضان کی وجہ سے میں ابھی اس کو پورا تو نہیں دیکھ سکا مگر جا بجا سے
دیکھا تو میری نظر میں سب منتخب قرار پایا۔ الحق آپ جوہر قابل ہیں اور ہر
رنگ میں مذاق آپ کا بہت اچھا ہے کیسی کیسی مشکل زمینوں میں آپ نے
نعت کی غزلیں کہیں ہیں کہ ان زمینوں میں شاعر سے عاشقانہ شعر بھی
مشکل سے نکل سکتے ہیں بارک اللہ فی عمرکم۔ فہرست آپ کی تالیفات
کی بھی معلوم ہوئی۔ خداوند تعالیٰ ایسا سامان کر دے کہ یہ سب نتائج
افکار با حسن عنوان نظر افروز چشم مشتاقان ہوں۔

آپ کے چھوٹے بھائی محمد یعقوب علی خاں مرحوم کی جواں مرگی سنی
جو صدمہ میرے دل نے اٹھایا اس کے بیان کو الفاظ نہیں ملتے آپ اپنا
قلق جسقدر لکھیں بجا ہے۔ حق تعالیٰ اس مغفور کو غریق دریائے رحمت

فرمائے اور آپ کو صبر اور جزائے صبر عطا کرے۔ ایسی حالت ضعف قلب وضعف بصر میں آپ نے میرے واسطے اس کلام کی اپنے دست و قلم سے لکھنے میں تکلیف اٹھائی اس تکلیف نے مجھے راحت تو پہنچائی مگر شرمندہ بھی کیا ۔ بیوقت تصدیع دینے سے شرمسار بھی ہوں اور اس عنایت ومحبت کا شکر گزار ہوں۔ کیفیت صومی زیادہ لکھنے نہیں دیتی ۔ یہ چند سطریں بطور رسید لکھدی ہیں۔ اشعار الاشعار دیکھنے کی نوبت ابھی نہیں آئی انشا اللہ دیکھونگا اور اس سے بھی لذت اٹھاؤنگا۔

امیر فقیر

ریاست رامپور
۱۸۔ اگست ۱۸۹۸ء

سعید و رشید ازلی سلکم اللہ الولی ۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ دیر سے آپ کی خیریت کا انتظار تھا بحمد اللہ کہ نامہ مہربانی آیا مژدہ خیریت کے ساتھ ایک تحفہ دل پسند لایا ۔ میں آپ کی سعادت ومحبت کا شکر گزار اور آپ کے حسن لیاقت سے نہایت خوش ہوں۔ کتاب نو، ہاں کو میں نے سرسری نظر سے جا بجا دیکھا ۔ آپ کی بلند خیالی اور سخن آفرینی کی شان ہر جگہ سے نظر آئی انشا اللہ بالاستیعاب دیکھونگا اور پورا لطف اٹھاونگا میری طرف سے کوتاہ قلمی بوجہ رنجوری بیشتر ہوئی ہے مگر یہ یاد نہیں آتا کہ آپ کی کوئی تحریر آئی ہو اور اس کا جواب قلم انداز ہوا ہو ۔ آپ نے جن دو خطوں کا جواب نہیں پایا وہ یقیناً مجھے نہیں پہونچے ۔ میں ہمیشہ آپ کے اخلاق

سے امید رکھتا ہوں کہ اپنی خیریت و کیفیت سے جلد جلد مطمئن و مسرور کرتے رہیں گے سب اعزہ و احباب و اطفال ما وجب گزار ہیں قصیدہ آپ کا (مشدد کا آمد کا) آیا تھا اس کی رسید میں سپاسنامہ مشتمل بر ستائش قصیدہ میں نے اسی وقت روانہ کیا تھا معلوم نہیں وہ آپ کو پہنچا یا نہیں۔

امیر فقیر۔

فصیح الملک نواب مرزا خانصاحب داغ دہلوی کے نام

میرے پرانے یار پرانے غمگسار حضرت داغ سلامت۔ خداوند تعالیٰ یوماً فیوماً آپ کے اعزاز کو بڑھائے اور اس فن کو چمکائے۔ ملک کو آپکی قدر ہو یا نہو میری نظر میں تو جسقدر ہے اس کو آپ کا دل بخوبی جانتا ہوگا آپ حاسدان کوتہ اندیش کا کچھ خیال نکریں۔ ارباب کمال خصوصاً وہ جن سے زمانہ کچھ موافقت کرتا ہے ہمیشہ محسود ہوا کرتے ہیں۔ محسود ہونا سرمایہ ناز و فخر ہے، حاسد ہونے سے خدا محفوظ رکھے فقط۔

یادآوری کا منت پذیر

امیر فقیر۔ ۲۶۔ جولائی سنہ ۹۳ء

روحی فداک! نوازش نامہ آیا ممنون فرمایا دونوں خبریں جو آپ نے سنی ہیں وہ صحیح ہیں خلعت والی تو وہی ہے جیسی وہاں تک پہنچی۔ استعفی والی ذرا تاویل طلب ہے جس کی تفصیل آپ کو مرزا علی حسن صاحب

جو پرسوں ۵ نومبر کو دلی جانے والے ہیں معلوم ہوگی اور بہت سے اخبار ان
سے آپ سنیں گے جو سب آپ کی خوشی کے باعث ہوں گے ۔ میں
لکھوں تو خط دفتر ہو جائے اور ایک وقت میں لکھ بھی نہ سکوں فیروز کو سلام
لکھوں گا اور ملامت بھی کرونگا اعتقاد تو ان کا آپ کے ساتھ حد سے بڑھا
ہوا ہے اور خود ان کو ابھی آیا کیا ہے جو بد اعتقاد ہوں گے خدا جانے کن حالات
میں ہیں جو خط نہیں لکھا ۔ یہاں بھی ایک ہفتے سے تحریر نہیں آئی ۔ آپ کی
پریشانی اور حیرانی سے جو قلق ہے اسکو دل ہی جانتا ہے میں بھی اس حالت میں
ہوں کہ خدا رحم فرمائے تو بیڑا پار ہو ۔ پانسو روپے ماہوار کا خرچ اور ڈیڑھ سو
کی آمدنی ہے رحلت خلد آشیاں سے اب تک تین ہزار روپے کے
مصارف آمدنی سے علاوہ بڑھ چکے ہیں اپنی بساط کیا تھی انہیں سات
مہینے میں حیثیت بھی مٹ گئی قرض داری بھی بڑھ گئی خدا ہی سبکدوشی
کا سامان کرے ۔ افسوس ہم سب مسافروں کو کیا بے محل شام ہوئی ہے
تتمہ خط میں آپ نے لکھا ہے کہ یہ پرچہ منشی صاحب کو دے دیجئے گا حالانکہ
کوئی پرچہ ملفوف نہیں شاید سہواً وہیں رہ گیا اب بھیج دیجئے وہ آپ کو بہت
یاد کرتے ہیں اور مجھ سے زیادہ ان کو یہ گمان ہے کہ آپ خوشحال ہیں ۔ مجھ سے
آپ کی کیفیت سنکر متعجب اور متاسف ہوتے ہیں میرے سب اطفال
تسلیم گزار ہیں ۔ آپ مجھکو جب تک میں یہاں ہوں خط لکھا کیجئے ۔ میری
تواریخ روانگی بوجہ موانع چند در چند ٹلتی جاتی ہے مشیت الٰہی سے کسی کا
زور نہیں چلتا ۔ او ست سلطان ہر چہ خواہد آں کند ۔ میرا سلام نیاز بکمال

اخلاص نواب احمد سعید خاں بہادر قبول فرمائیں آپ کے اخوان گرامی
شان کو سلام مسنون دعا مقرون۔

میاں کبھی کسی مزار پر انوار پر جانا ہو تو ذرا اس سیہ کار کے حق میں
بھی دعائے حسن ختام کرنا ہر نفس نفس واپسیں ہے۔ دیکھا چاہئے کیا
معاملہ پیش آتا ہے ؎

کیا کہونگا کوئی محشر میں جو پوچھیگا امیر ٭ کیوں نہ بگڑی ہوئی باتوں کو بنا آئے

امیر دلگیر حسرت خمیر یاس تصویر۔

میرے پرانے یار غمگسار حضرت داغ سلامت۔ سلام اخلاص و نیاز
انضمام۔ پہلا نوازش نامہ ١٦۔ ذی الحجہ کا لکھا ہوا اور دوسرا عنایت نامہ
٢٢۔ ذی الحجہ کا تحریر کیا ہوا دونوں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے آئے
تخرجے والی تاریخ میں آپ نے جو صلے سے متعلق کیا کیا لطیفے لکھے
کہ جی خوش ہو گیا میں ایسے تخرجے کی تاریخ نہ کہتا تو ایسے لطیفے کیونکر
سنتا۔ دوسری تاریخ اس ڈر سے جلد بھیجی کہ شاید پہلی تاریخ تخرجے کی وجہ
سے پسند نہ آئے۔ برخورداراں کامگار اور شاگرداں سعادت اطوار

۵ یہ اشارہ اسی تاریخ کی طرف ہے جو حضرت منشی صاحب نے مہتاب داغ کے طبع میں فرمائی تھی
جس کا مصرع آخر یہ ہے "شاعر نکالیں جو صلے مہتاب داغ سے"۔ تاریخ صرف لفظ
مہتاب داغ میں ہے جس میں سے جو صلے کے عدد نکال کر تعمیہ خارجی کیا ہے اور ١٣٠٩ھ
نکالے ہیں۔

جو تاریخیں بھیجیں وہ آپ کے پسند کرنے سے سرفراز و مسرور ہوے۔
بندگانِ عالی کی توجہ فن شعر کی طرف معلوم ہونے سے آپ کی طرف مزید التفات اور ترقیات مراتب کی امید کو قوت ہوئی خداوند تعالے یوماً فیوماً آپ کے اعزاز کو بڑہائے اور اس فن کو چمکائے۔ ملک کو قدر ہو یا نہو میری نظر میں تو جسقدر ہے اس کو آپ کا دل بخوبی جانتا ہوگا۔ آپ حاسدان کوتہ اندیش کا کچھہ خیال نہ کریں۔ ارباب کمال خصوصاً وہ جن سے زمانہ کچھہ موافقت کرتا ہے ہمیشہ محسود ہوا کرتے ہیں۔ محسود ہونا سرمایۂ فخر و ناز ہے حاسد ہونے سے خدا محفوظ رکھے۔ میرا جی یہی چاہتا ہے کہ آپ جسقدر اپنے کمال اور قدر کمال میں ترقی کریں اسی قدر انکسار و تواضع میں بھی ترقی کریں اس لیے کہ شجر میوہ دار کی شاخیں ہمیشہ جھکتی ہیں ؎

تواضع زگردن فرازاں نکوست ؛ گدا اگر تواضع کند خوے اوست

میں نے اپنی تحریر اولین میں ناصحانہ جو کچھہ آپ کو لکھا وہ محض دردمندی اور خیر اندیشی سے تھا آپ اس کا برا نہ مانئے گا۔ دلسوز دوست کا جی جب سلگتا ہے تو وہ دلسوزی کی راہ سے دوست کو اس راہ چلنے سے روکتا ہے جو اس کی بدنامی کا باعث ہو۔ یہ زمانہ بہت غنیمت ہے جہاں تک ہو سکے لوگوں کے ساتھ احسان کیجئے۔ اس سے میرا مقصود اپنے حق میں سعی اور احسان نہیں ہے۔ میں تو بغیر اس کے بھی آپ کا ممنون ہوں۔ خانساماں صاحب سے جو آپ نے میرے حق میں

سفارش کی اس کا شکر گزار ہوا اگر میرے حق میں مساعی جمیلہ کا اثر اگر کچھ ہو کہ امیر اللغات کے باب میں کافی مدد ملے تو البتہ مزید منت کا باعث ہے اس لئے کہ اب مجھ میں پیرانہ سالی اور عوارض و خستہ حالی نے وہ طاقت نہیں چھوڑی کہ میں وہاں پہنچے اور اعزاز حاصل کرنے کا حوصلہ کروں یہ جامۂ اولوالعزمی آپ ہی پر قطع ہے۔ حق تعالیٰ چشم بد سے محفوظ رکھے۔ آمین۔ اساڑھ ادھر سوکھا گزرا ساون میں برسات شروع ہوئی ردیف الف میں چند زمینیں جو آپ نے طلب کی ہیں متعاقب فکر کر کے بھیجونگا۔ مگر زمینیں تو آپ ایسی خوبصورت نکالتے ہیں کہ کبھی کبھی مجھ سا افسردہ خاطر بھی ان میں کچھ کچھ کہہ اٹھتا ہے میرے اطفال اور عزیزان و احباب بہ کمال اخلاص و نیاز مواجب گزار ہیں اور ہمیشہ نظر لطف کے امیدوار۔

ریاض کو میں نے نصیحت نامہ لکھا تھا عجب نہیں کہ اس کا اثر کچھ ظاہر ہو گلچیں نام گلدستہ وسیم نے اس دفتر سے علاحدہ ہو کر گورکھپور میں نکالا ہے اور نہایت اصرار کر کے ریاض کو اس کی رونق دینے کی کوشش پر مجبور کیا ہے اس میں کبھی کبھی آپ بھی غزل بھیج دیا کیجئے مجھ سے بھی غزل کے لیے اصرار ہے عجب نہیں کہ تقاضے سے مجبور ہو کر باوصف شاعری کے متروک و تارک ہونے کے میں بھی کبھی کچھ کہوں اور لہو لگا کر شہیدوں میں ملوں بسلسلہ خط و کتابت آپ سے جاری رہے تو دل کی قوت بڑھے۔ دوسرا حصہ امیر اللغات کا زیر طبع ہے اور تیسرا

زیر تالیف ہی فقط

یادآوری کا منت پذیر امیر فقیر

از ریاست رامپور۔ ۲۶ جولائی

بندہ نواز۔ میری ناتوانی و اضمحلال اور افسردہ دلی پر آپ کو تاسف نہوگا تو اور کسکو ہوگا۔ میں آپ کی ہمدردی کا شکر گزار ہوں اور ہمیشہ دعائے حسن خاتمہ کا خواستگار رہوں دنیا سے اگر ایمان کامل کے ساتھ توشہ راہ عقبیٰ لیکر عقبیٰ کی طرف جانا ہو تو دنیا کی ان تلخیوں کا جو پیرانہ سالی میں درپیش ہیں کچھ ڈر نہیں۔ افسردہ خاطری کی تو یہ کیفیت ہی کہ موت کا تصور ہر ہر وقت سر پر سوار رہتا ہی شاعری سی محبوب چیز اس سے بھی گویا سروکار نہ رہا۔ آگے تو ایسا ہوتا تھا کہ کبھی کچھ چھر چھے سے کوئی موج آجاتی تھی اور کچھ کہہ اٹھتا تھا اب وہ بھی نہ رہی۔ تمہاری طرح کی ہوئی زمین سے بگاڑ ڈال دیا آدمی بنا کے مجھے پچھیں میں دیکھی اور بہت سے خط گورکھپور سے تقاضے کے آئے کہ غزل دیجئے مگر اسوقت تک ایک مصرع بھی نہ کہا اور نہ آیندہ امید ہی کہ کچھ کہوں۔ اصلاح کے واسطے ممالک نزدیک و دور سے بہت کثرت سے کلام آتا ہی اور مجبور ہو کر کبھی روز کبھی دوسرے تیسرے دن کچھ کچھ بناتا بھی ہوں مگر وہی اچاٹ طبیعت سے میری افسردہ دلی سے میرے دوست عزیز شاگرد بھی اس فن کی طرف توجہ نہیں بڑھا سکتے آپ نے جو لکھا ہی کہ اصلاح کی وجہ سے فرصت نہیں ملتی جان غضب میں ہی مجھے اس کا خوب یقین ہی اس لئے کہ مجھپر بھی یہی گذر رہی ہی

گلدستے والوں سے جداناک میں دم ہی۔ گلدستے برساتی کیڑوں کی
طرح بے انتہا نکل کھڑے ہوئے ہیں۔ کہاں تک آدمی خاطر کرے
ہاں ایک امیراللغات کی تکمیل کا خیال کئی وجہوں سے ہی ایک تو یہ
کہ جنرل صاحب مرحوم کے اصرار سے عہد عرش آشیاں میں ریاست
سے روپیہ قرض لیا اور وہ قرض بڑھتے بڑھتے حد سے بڑھ گیا۔ اب
اگر اس کو چھوڑ دوں تو اس کے ادا کی امید بھی ہاتھ سے جائے دوسرے
یہ کہ ملک میں کیسی بدنامی ہو۔ تیسرے ایک عمدہ سرمایۂ معلومات رائگاں
ہو۔ چوتھے یہ جو خیال ہی کہ دین کی کتابیں بھی اردو میں ترجمہ ہوتی چلی جاتی
ہیں اُن میں بھی اردو کا جامع لغت مدد دے گا۔ اگر ایسا ہوا تو مجھے
ثواب بھی ملے گا ترک کرنے میں یہ ثواب بھی ہاتھ سے جائگا۔ الغرض
ایسے ہی خیالات ہیں جو رُوسا سے التجا پر آمادہ کراتے ہیں۔ ریاست
بھوپال سے قدردانی ہوئی اور میری حیثیت سے بڑھکر ہوئی مگر یہ کام اتنا
بڑا ہے کہ اس کے واسطے وہ مدد کافی نہیں سب سے بڑی سرکار اللہ
رکھے وہی سرکار آصفیہ ہی وہاں سے لاکھوں کے وارے نیارے بھی
ہو سکنا ممکن ہی بشرطے کہ بن پڑے۔ بڑے دربار سے مدد بھی بڑی ہی
ہونا چاہیئے۔ آپ اپنی فراخ حوصلگی سے کوئی عمدہ رای فلاح نکالئے تو
بات ہی زیادہ کیا لکھوں۔

امیر فقیر۔ ۵۔ جون ۱۸۹۳ء

بندہ نواز سلام نیاز۔ ایک تحریر آپ کی تحریر کے جواب میں بھیج چکا ہوں

امید ہی کہ اس کا جواب آتا ہو گا - آج حمید آپ کا ملازم قدیم میرے پاس آیا مجھے اس کے دیکھتے ہی وہ زمانہ یاد آگیا جب آپ یہاں تھے اور انھیں یاد کی لذت میں میں نے اُسے گلے لگایا اور اس کی آنکھوں کو جن سے وہ دس بارہ دن پیشتر آپ کے جمال جہاں آرا کو دیکھا کرتا تھا میں دیر تک حسرت کی نگاہ سے دیکھا کیا اور بار بار آپ کے حالات اور ضبط اوقات کے کیفیات پوچھا اور سنا کیا اثنائے سخن میں معلوم ہوا کہ آپ کے داماد جن کا نام مجھے اسوقت یاد نہیں ہی انھوں نے قضا کی - ان کی جوانمرگی اور اس نو عمر دختر نیک اختر کی بیوگی کے صدمے نے میرے دل کو چور کر دیا انا للہ وانا الیہ راجعون کے سوا اس داغ کا کوئی مرہم نہیں اسلیئے کہ آج وہ نہیں کل ہم نہیں - اللہ تعالیٰ آپ کو اور اس بیوہ اور سب اعقاب کو صبر و جزائے صبر عنایت فرمائے اور اسوقت کیا لکھوں - بارگاہ ارحم الراحمین میں رحم کی التجا کرتا ہوں اپنے اور آپ کے اور سب عزیزوں دوستوں کے واسطے دعائیں مانگا کرتا ہوں اس کی رحمت سے امید ہی کہ بگڑے کام دین و دنیا کے سب بن جائیں - پیارے داغ افسوس کہ میں نے حمید سے کوئی ساعت آپ کی خدا کی طرف مشغولی کی نہ سنی میں نے حدیث میں دیکھا ہی کہ قیامت کے دن ہر شخص کی عمر کی ساعتیں فی ساعت ایک خزانے کے طور پر اس کے سامنے پیش کی جائیں گی کسی ساعت کے خزانے کو تو وہ دیکھنے والا گوناگوں انوار سے لبریز دیکھیگا اور ایسا خوش ہو گا کہ اگر اسی خوشی کو دوزخیوں پر تقسیم کر دے

تو دوزخی عذاب نار سے بے خبر ہو جائیں۔ پھر دوسرے خزانے کا دروازہ کھلیگا
اس میں ایسی ظلمت اور عفونت ہو گی کہ اس کو اس سے سخت نفرت ہو گی اور ایسا
مغموم ہو گا کہ اگر اس غم کو اہل جنت پر تقسیم کر دے تو جنتی لوگ دوزخیوں کی طرح
پر ہاپنے لگیں۔ پھر ایک تیسرا دروازہ تیسری ساعت عمر کا کھلے گا وہ بالکل خالی
ہو گا نہ اس میں نور ہو گا نہ ظلمت نہ خوشبو ہو گی نہ عفونت اسکو دیکھکر اُسے
نہایت حسرت ہو گی۔ الغرض اس حدیث سے ثابت ہے کہ ہر انسان کی دولت
عمر ہے اور عمر کی ہر ساعت اک خزانہ۔ ساعت۔ طاعت وعبادت وہ خزانہ ہے
جسمیں انوار نظر آئے اور ساعتِ معصیت وہ خزانہ ہے جسمیں ظلمت اور عفونت
کا ذکر ہوا۔ اور جو ساعت عمر طاعت ومعصیت دونوں سے خالی تھی اس کا
خزانہ خالی دیکھا گیا جس کے رائگاں ہونے کی حسرت ہمیشہ رہی گی۔ اے
میرے اللہ مجھہ ناصح بے معنی کو جو خود نصیحت ہے اور داغ کو نصیحت کر رہا ہے
محض اپنے فضل وکرم سے اپنے مرضیات میں کوشش کی توفیق دے اور میرے
سب عزیزوں ودوستوں کی عمروں کا خزانہ بھی اپنے انوار رحمت سے بھر دے
آمین۔ پیارے داغ میرے لکھنے کا برا نہ ماننا خوشامد کرنے والے تمہارے
سیکڑوں ہیں ملامت کرنے والوں میں ایک مجھی کو رہنے دو۔ میرا خطاب
تمہاری طرف ہے مگر درحقیقت اپنے نفس کو ملامت کرتا ہوں۔ بڑھاپے میں
کچھہ منعم حقیقی کی نعمتوں کا شکر ضرور کرنا چاہیئے خلق کے حق میں بھلائی کرنا بڑا
عمدہ شکر ہے اس سے بھی قلم زبان دل کبھی نہ رکے۔ فرزندان فقیر اور جملہ عزیزان
واحباب تسلیم گزارہیں فقط

امیر فقیر۔ یکم اگست ۱۹۰۲ء

حضرت داغ نازک دماغ۔ سلام لیجئے۔ محمد احمد نے جو خط آپ کو لکھا
وہ میں نے دیکھا مجھ پر جو آپ برسے ہیں غالب ہے اس کا سبب یہ ہو کہ مرض
سے صحت پانے کے بعد مزاج میں جھلاپن آجاتا ہے ورنہ مجھے اپنا کوئی قصور
معلوم نہیں ہوتا سہرے نہ بھیجنے کا عذر تو بے جا جب ہوتا کہ ریاض الاخبار
میں آپ کے دلی آنے کی خبر نہ چھپی ہوتی آپ خفا ہوں یا خوش ہوں ہم
یہی دعا کریں گے کہ ہر حال میں آپ خوش رہیں۔ دبدبۂ سکندری میں آپ
کا سہرا میں نے اپنے سہرے بھیج چکنے کے بعد دیکھا۔ یہ اخبار میرے
یہاں تو آتا نہیں ایک دوست نے مجھے دکھایا یوں تو سب شعر آپ کے
اچھے ہیں مگر مجھکو بھی وہی شعر بہت پسند آیا جس کا مصرع یہ ہے۔ کشتیِ چشم میں
مژگاں کا لگا کر سہرا۔ محمد احمد کے سامنے ہی میں نے اس کی تعریف کی
تھی شاید اس شعر کو محمد احمد نے لکھا ہوگا۔ معلوم نہیں میرے سہرے
آپ کی نظر سے گزرے یا نہیں۔ حضور میں پیش ہوئے تو غالب ہے کہ
آپ تک پہنچے ہوں۔ مگر میں احتیاطاً نقل بھیجتا ہوں۔ خانساماں صاحب
کا کوئی خط نہیں آیا جس سے پیشی کی کچھ کیفیت معلوم ہوتی کہ سرکار
دولتمدار نے توجہ سے ان سہروں کو ملاحظہ فرمایا یا نہیں۔ قسمت گئی گزری
ہے اس کی امید کہاں کہ آپ کے سہرے کے سامنے میرے سہروں
کے شعر نظر کیمیا اثر میں بچے ہوں۔ آپ کو کچھ کیفیت معلوم ہو تو آگاہ

٭ پورا شعر یہ ہے: مردم دیدہ بھی یہ چاہتے ہیں پیش کریں ۔ کشتیِ چشم میں مژگاں کا لگا کر سہرا

فرمائیے۔ سرکار کے پسند آنے سے مقصود تو یہ ہی کہ اس پر کوئی حسب دلخواہ
نتیجہ مرتب ہو عزیزاں واحباب موجودہ کو ماوجب فقط ایک خط درخواست
تاریخ دیوان نواب بنیاد حسین خاں بہادر جاہ میں کئی دن ہوے
بھیجا ہی اس کے جواب باصواب کا منتظر ہوں۔

سراپا تقصیر امیر فقیر

از ریاست رامپور ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۹۵ء۔

معظم ومحترم دام بالعنایتہ والکرم۔ سلام نیاز کے بعد مدعا نگار ہوں
کہ نورچشم محمد احمد کے چھوٹے بھائی برخوردار لطیف احمد کی طبیعت شعر سے
بہت مناسب واقع ہوئی ہی۔ اس زمانے میں بسبب بے شغلی کے ان
کو خیال پیدا ہوا کہ دامن گلچیں کے قالب بے جان میں پھر نئے سرے
سے روح پھونکی جاے۔ مجھ سے اصرار کیا گیا کہ اس گلدستے کی نگرانی
پر مثل سابق پھر توجہ کی جائے اگرچہ میں اپنے آلام واسقام کی وجہ سی
نکما ہو رہا ہوں مگر ان کی خاطر سے منظور کرنا پڑا۔ گلدستوں کی کثرت
ایسی ہی کہ اب یہ مشغلہ بھی ابتذال سے خالی نہیں اور زیادہ تر اسی ابتذال کی
وجہ سے طبیعت گریز کرتی ہی اور پرچے کو رونق بھی مشکل معلوم ہوتی ہی موجودہ
گلدستوں سے فروغ کی صورت اگر ہی تو یہی کہ محاسن معنوی میں کوشش کی
جائے اس کا مدار صرف اس بات پر ہی کہ معدودے چند عمدہ نامور
شعرائے خوش فکر وخوش مذاق کا کلام ہمیشہ اس میں چھپے۔ آپ
کی ذات سراپا صفات اس طبقۂ نامور کی افسر ہی اور غایت مشاقی سے

اب غزل کہہ دینا آپ کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے لہذا خواستگار ہوں
کہ اپنی طبع نازک پر جبر کر کے بالالتزام غزل دینے کا وعدہ کیجئے۔ مگر یہہ
پہلے سے کہے رکھتا ہوں کہ غزل ایسی کہا کیجئے گا کہ ہم سے غریبوں کو بھی
کہنے کی گنجایش رہے۔ یہ نہو کہ پہلے ہی سے دنیا بھر کے قلم توڑ دئے جائیں۔
پرچہ ابتداے جنوری میں نکلے گا۔ طرح سے آپ کو پہلے اطلاع دی جاتی
ہے تاکہ عشرہ اولین دسمبر تک آپ کی غزل آجائے اشتہار بھی چھپ کر عنقریب
آپ کی خدمت میں پہنچے گا خدا کرے یہ تحریر آپ کو حالت جمعیت و سرور
خاطر میں پہنچے۔ آپ کی طبیعت بھی صحیح ہو اور خاتون خانہ کو بھی افاقہ ہو
ہر وقت تعلق خاطر ان کی شدت علالت سے رہتا ہے فقط

امیر احمد امیر مینائی

از رامپور۔ ۲۱۔ نومبر ۹۸ء

مصرع طرح بابت جنوری ۱۸۹۹ء

گیسوے پیچاں کی ہیں گلیاں مری چھانی ہوئی۔ معانی قافیہ

جناب عم معظم تسلیم و تکریم کے بعد بصد ادب التماس ہے کہ کمترین
عن قریب اشتہار کے ساتھ عریضہ نگار ہوگا۔

لطیف احمد مینائی۔

دلنواز امیر فقیر سلکم اللہ القدیر و صحکم اللہ عن التبخیر۔ سلام مسنون اخلاص
مشحون۔ نوازشنامہ مورخہ ۱۷۔ اگست اس وقت آیا۔ میں ہمہ تن انتظار
تھا۔ شکر گزار ہوں کہ جلد جواب پایا۔ آپ نے لکھا ہے کہ قیام میرٹھ

پاس لاہد ہوگا اگرچہ مکان اس قابل نہیں مگر شاید باید زیستن ۔ میرے پیارے
دماغ غربت میں میری راحت کے سہارے دماغ اس سے زیادہ مجھے کیا خوشی
ہوگی کہ غریب الوطن ہوکر ایسے مانوس الطبع ہمدرد کے پاس ٹھہروں ۔ مگر میرے
حالات باعتبار عوارض کے ہرگز اس قابل نہیں کہ تنگ مکان میں تھوڑی
دیر بھی بسر کر سکوں ۔ اشد ضرورت یہ ہے کہ ایک درجہ مکان جس کی راہ سکونت
گاہ سے اندر ہی اندر ہو اور آدمیوں سے وہاں قریب بھی نہو مجھے خاص اپنے
واسطے چوکی لگانے کو چاہیئے ۔ مرض کی وجہ سے گھڑی گھڑی چوکی پر
جانا ہوتا ہے تب زندہ رہ سکتا ہوں ۔ ناشاید باید زیستن اگر ممکن ہوتا تو میں
تمہاری یکجائی سے اسکو شاید باید زیستن سمجھتا ۔ میرے ساتھ جو میرے فرزند
ہیں وہ بھی بسبب عادات کے تکلیفات شاقہ تنگی مکان کے متحمل نہیں اور
سب تکلیفیں چند روز گوارا ہو سکتی ہیں مگر جس طرح ممکن ہو کوئی وسیع مکان
جس میں متعدد درجات ہوں میرے واسطے پہلے سے مرتب کر رکھیئے
کہ جب تک مہمان سرکاری ہونے کی صورت نہ نکلے وہاں رہوں اور زندہ
رہوں اور کسی قسم کی تکلیف زائد از مکان تم کو دینا نہیں چاہتا ۔ بار شاطر ہو کر
رہنا چاہتا ہوں نہ بار خاطر ۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ آپ کا دل و دماغ
عوارض و امراض او بکثرت فکر سخن سے ضعیف ہو رہا ہے ۔ میرے ہمراہی
یہ ہیں ۔

لطیف احمد ۔ مسعود احمد ۔ لیاقت حسین برادر زادہ و داماد بندہ ۔ نثار علی
فرزند خواہر زادہ حقیقی ۔ حافظ جلیل حسن جلیل ۔ خان علی خاں برادر بعلائی

ان کے علاوہ تین خدمتگار ہیں۔

آپ نے حضور میں میرے آنے کی خبر کر دی بہت اچھا کیا میں ممنون ہوا اور مسرور خداوند تعالیٰ آپ کو اس مرض تبخیر و ضعف دماغ و دوران سر کی نجات اور پرہیز کامل کی توفیق دے۔ آج میں نے پھر درخواست رخصت کی سرکار عالیہ کو بھیجی ہے۔ خدا کرے جلد ملازمت و رخصت ہو جائے۔ عزیزان و رفیقان ہمراہی ما و جب رسال ہیں والسلام

۲۲۔ ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

امیر فقیر۔

محمد حبیب الرحمن خاں صاحب حسرت شروانی کے نام

سخنور گرامی گہر۔ سلام مسنون اخلاص و سپاس مشحون۔ مکرمت نامہ آیا ممنون التفات فرمایا۔ سب سے مقدم آپ کی تحریر جواب مسئولات ہیں آئی جس کو دیکھکر پھر ان نہایت مسرور ہوا اور واجب ہوا کہ تہ دل سے شکر گذاری کرے۔ اہل الرائے کی رائیں کمیٹی میں پیش ہو کر رد و قبول کا فیصلہ ہوگا۔ ابھی دفتر امیر اللغات میں سکرٹری ان کو جمع کرتا جائے گا۔ کمیٹی جب فیصلہ کر لے گی تو امر منفصل بختار مؤلف ہوگا۔ میں آخر میں آپ کی عمدہ توجہ کی سپاسگذاری کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ اپنی عمر اور عنوان معاشرت اور جملہ کیفیات سے مجھکو آگاہ فرمائیں اس لیے کہ ممنون اپنے محسن کے حالات سے بیخبر ہے اور بچ کے حالات سے

بھی واقف ہو جائیے والسلام بالاکرام۔

سراپا تقصیر امیر فقیر

۹ ـ دسمبر ۹۸ء

گرامی گوہرا۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ سواد تحریر سراپا تنویر سرمہ کش دیدۂ منتظر ہوئی۔ کم فرصتی سے جلد جواب نہ دے سکا۔ کیفیت آپ کی معلوم ہونے سے بہت مسرور ہوا کہ تھوڑی سے عمر میں چشم بد دور بہت کچھ آپ نے سیکھا ہے اللہم زد۔ اگرچہ مجھکو کثرت کار سے فرصت نہ تھی مگر یہ غزل اور سہرا میں نے دیکھ دیا اور کچھ محو و اثبات کیا کہ پہلی بار آپ نے بھیجا ہے اگر عذر کروں تو شاید خاطر نازک پر گراں گزرے۔ امید ہے کہ مجھ پیرانہ سال خستہ حال کو آپ اپنی عمر اپنے اقبال اپنے کمال کا ترقی خواہ تصور کریں اور کبھی کبھی یاد فرمایا کریں اور اپنے اب و عم زاد مجد ہما کی خدمت میں میرا اسلام کہیں والدعا

امیر فقیر مینائی۔ ۱۹ ـ دسمبر ۹۸ء

بندہ نواز۔ غزل کی نقل اس لیے بھجوائی کہ آپ نے غزل اپنے خط کی پشت پر لکھی تھی اور وہ پیارا خط میں کیونکر پھیر دیتا۔ آیندہ جب کبھی کچھ بھیجئے۔ رسید ضرور لطف ہو تاکہ اطمینان ہو۔

مکرما۔ نہایت کم فرصت ہوں۔ سہرا سری غزل دیکھی۔ ضروری تصرف کیا۔ زیادہ حاجت ہی نہیں۔ امید ہے کہ مجھکو اپنا داعی خیر سمجھکر ہمیشہ خیریت سے مسرور کیا کیجئے۔

امیر فقیر۔ ۱۲ ـ جنوری ۹۰ء

میرے قدردان میرے مہربان۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون لو۔ مدت کے بعد محبت نامہ آیا۔ پیاری نظم و نثر نے مسرور کیا۔ سر کے پاؤں بڑی زمین تھی آپ نے غزل زور طبیعت سے بہت اچھی کہی۔ ایسی زمین میں تکلف اور بناوٹ کے سوا کیا ہو سکتا ہی۔ اثر باقی مزے کی زمین تھی اس میں مزے کے شعر نکلے ہیں نئے دونوں غزلوں کو فوراً دیکھا اور بواپسی ڈاک بھیجتا ہوں۔ امید ہی کہ مجھکو ہمیشہ اپنا خیر خواہ سمجھکر کبھی کبھی خط لکھا کیجئے اور ادھر سے جواب میں تاخیر ہو تو کم فرصتی کا عذر قبول کر لیا کیجئے۔

لغت اردو کی نسبت بھی توجہ چلی جائے اس کی فکر کیجئے کہ یہ لغت محبوب ہو کر نکلے۔ اب تک جو لغات اردو میں ہیں انشا، اللہ ان سے تو مفید تر ہونے کی امید قوی ہی مگر افکار رسا ادھر متوجہ رہیں کہ جمعیت بڑھے اور نفع عام تر ہو تو کیا عجب ہی کہ ایسی باتیں بڑھتی جائیں آپ گھڑی دو گھڑی روز ادھر بھی توجہ رکھیں تو آپ کی جوان فکر ضرور عمدہ باتیں پیدا کرے گی۔ اصول جو جو خیال میں آیا کریں ان کو ضبط کرتے جائیے اور مجھے لکھتے جائیے۔ وہ مثل لغت عربی ایک رسالہ لغت اردو کا ہو جائے گا۔ کلیات اور اکثریات مضبوط۔ جمع ہو جائیں گے اپنے کتب خانہ کی فہرست بھیجئے تو شاید کوئی کتاب مفید مجھکو مستعار مطلوب ہو۔ مثمر اللغات خان آرزو کا کوئی صحیح نسخہ ہو تو ضرورت ہی۔

امیر فقیر۔ ۱۹۔ اپریل سنہ ۸۹ء

دلنواز روحی فداک - محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا - الفاظ انگریزی
کی نسبت جو رائے میری ہی ہے وہی مشرب میرے موجودہ مشیروں کا
ہے - کمیٹی میں بھی یہی امر طے ہوا ہے - میں بہت خوش ہوا کہ آپ بھی ہمراہی
نکلے - سلامت فہم آپ کی ہر بات سے پیدا ہے - اللہ عمر دراز کرے اور
اقبال بڑھائے -

چند اشتہار بھیجتا ہوں اگر آپ کے التفات سے اس نولکھ میں بہت
سے خریدار پیدا ہوں تو احسان ہے -

فہرست کتب دیکھی یہ سب کتابیں اس دفتر میں موجود ہیں اور ان سب سے
زیادہ میرا ذخیرہ تیس سالہ ہے کہ وقتاً فوقتاً جمع ہوتا گیا ہے - آپ کی لیاقتوں سے
ملنے کو بہت جی چاہتا ہے - ابھی رمضان المبارک آئے زندگی باقی ہے
تو عید میں دیکھا جائے گا - سفر کی فرصت مطلق نہیں ملتی اور آپ کا سفر
کرنا معلوم نہیں آسان ہے یا مشکل - دیکھا چاہیے حسرت ملاقات کیونکر بر آتی
ہے - غزل کے خیال سے خط بیرنگ بھیجتا ہوں رسید ضرور ملے -

امیر فقیر ۳۰ اپریل سنہ ۸۹ء

روحی فداک - سلام و دعا - عین انتظار میں محبت نامہ آیا - ایسے
وقت تو خوش کہ وقت ناخوش کر دی - حقیقی فرصت سے جان بھر اکر
غزلیں دیکھ لیں یہ سب شعر اچھے ہیں - ایک آدھ جگہ دخل دیا باقی
ضرورت اصلاح کی نہ تھی - میں بھی آپ سے ملنے کا بہت آرزو مند ہوں
دیکھا چاہیے کب یہ آرزو بر آتی ہے آپ اپنی مفصل کیفیات و مشاغل سے

تو آگاہ کیجئے کہ سفر اور سفر میں چند سے اقامت ممکن ہے یا غیر ممکن اور دشوار ہے یا آسان -

امیر احمد بقلم محمد احمد ۱۲ - جون ۹۶ء

بارک اللہ فی عمرکم وعلمکم وعملکم واقبالکم - محبت نامہ سعادت تصویر یعنی غزلوں کے ساتھ تحریر پر تنویر آئی اور مسرور کیا - بحمد اللہ کہ اس وقت تک زندہ ہوں - آب و ہوا کا وہی رنگ ہے اللہ تعالی رحم فرمائے اور اپنی محبت بڑھائے تو یہ تشویش جائے آمین فآمین -

غزلیں دیکھیں دو تین جگہ تصرف کیا - پہنچتی ہیں رسید ضرور لکھئے گا اور اپنے بزرگوں کو میرا اسلام و نیاز تمام کہئے گا - گو ملاقات مجھ سے نہیں ہے مگر ان کے صفات حمیدہ و اخلاق پسندیدہ مشہور ہیں اور اوصاف جود و ہمت و کرم سے نزدیک و دور کے لوگ سب مسرور ہیں میں بھی ایسے حامیان اسلام عالی ہمان والا مقام کا داعی خیر رہتا ہوں مجیب الدعوات قبول فرمائے - اور عمر و اقبال بڑھائے - ارباب دفتر امیر اللغات خصوصاً آہ و وسیم کہ میرے عزیز بھی ہیں بحکم خواجہ تاشی سلام شوق کہتے ہیں -

امیر احمد عفی عنہ - ۱۲ - محرم سنہ ۱۳ ہجری

رامپور دفتر امیر اللغات -
۱۰ - دسمبر ۹۶ء -

یاد آور مخلصاں - سلام مسنون اخلاص مشحون - محبت نامہ ملا

شمامہ آیا، آنکھوں کا نور دل کا سرور بڑھایا۔ آپ سات برس کے بعد اپنے چوکنے پر اظہار ندامت فرماتے ہیں واے بر حال اس غفلت کی نیند سونے والے کے جس کی عمر قریب ستر برس کے ہوئی اور وہ ایسی غفلت کی نیند سو رہا ہے کہ کروٹ ہی نہیں لیتا، وہ غافل کون ہے سراپا تقصیر فقیر امیر جس کی موت کا وقت قریب آیا اور وہ روز بروز اپنے مولا سے دور ہوتا جاتا ہے اس کو توبہ و انابت کا خیال آتا ہے تو اس طرح۔ جیسے خواب میں کسی سرمست خواب کو کوئی لہر سی آجائے اور آنکھ کھلتے ہی اسے یہ بھی یاد نہ آئے کہ کچھ دیکھا تھا ایسے سراپا تقصیر سے معذرت خواہ ہونا اور بھی اسکو منفعل کرنا ہے۔ میں اپنی کوتہ قلمی سے خجل ہوں آپ کی عذر خواہی اور بھی مجھے نادم کر رہی ہے۔ میری کوتہ قلمی کی علت شداید امراض عسر بول و حبس بول ہیں۔ دورے ایسے جلد جلد پڑتے ہیں کہ سلامت افعال میں بہت فرق آگیا ہے، دل و دماغ سے فکر کا کام کوئی نہیں ہوسکتا۔ شاعری کا مشغلہ بہت دنوں سے ترک تھا، اب تلامذہ کے کلام کی اصلاح بھی متروک ہے الا ماشاء اللہ۔ رعشہ اپنے ہاتھ سے لکھنے نہیں دیتا لہذا یہ خط دوسرے سے لکھوایا گیا۔

مہر۔ امیر احمد ۱۲۹۸ھ بخط طغرا۔

مکرم دوستان۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ نامہ عنایت آیا اور نامہ منظوم اپنے ساتھ لایا۔ آپ کے اصرار نے مجھے مجبور کیا کہ باوصف نادرستی طبیعت میں نے اسے دیکھا اور کہیں کہیں محو و اثبات کیا بعض

بعض شعر تو بہت ہی اچھے کہے ہیں۔ بارک اللہ۔

امیر فقیر۔ ۲۰۔ دسمبر سنہ ۹۶ء ریاست رامپور

منشی نعیم الحق صاحب آزاد شیخپوری کے نام

مجی۔ غزلیں آئیں بیماری اور بیماروں کی پرستاری کی حالت میں دیکھیں۔ ماشاء اللہ طبیعت آپ کی اچھی ہے، خدا عمر میں برکت دے رشک مرحوم نے کس کتاب میں تانیث و تذکیر حروف تہجی کا ذکر کیا ہے اس کتاب کا نام و نشان ضرور لکھیئے اور اگر آپ کے پاس ہو تو چند روز کو مستعار مجھے دیجئے۔ میرے نزدیک میم ضرور مذکر ہے اور میں نے مذکر ہی کہا ہے۔ سن بمعنی سال کہیں نہیں نکلتا فارسی میں بہت تلاش کیا کوئی سند قابل اعتبار نہ ملی۔ ان معنی میں سنہ ہے، اردو میں بغیر ترکیب اگر سن بمعنی سال کوئی کہے تو تاویل ہو سکتی ہے محققین اس کی جگہ سال کہتے ہیں۔ مردم دیدہ مذکر ہے۔

ولایتی کاغذ پر امیر اللغات کے حصہ اول کی قیمت معہ سات روپے اور دیسی کاغذ پر چھ روپے ہیں۔ امید کہ غزلوں اور خط کی رسید سے مطمئن کیجئے۔ داغ کی کیفیت کامیابی دکن مجھے بخوبی معلوم ہے۔ ان کے خطوط اکثر آتے رہتے ہیں۔

امیر فقیر۔ ۱۴۔ نومبر سنہ ۹۱ء

مجی سلام مسنون۔ مہربانی نامہ مع دو غزل اصلاح طلب

کے آیا ممنون و مسرور کیا۔ غزلیں دیکھکے بھیجی جاتی ہیں۔ یہ بات دریافت ہونے سے بہت خوش ہوا کہ آپ تذکرۂ شعرا موسوم بہ چشمۂ خضر لکھ رہی ہیں۔ خداوند تعالیٰ اس کو حسن و خوبی کے ساتھ اختتام کو پہنچائے۔

اس ریاست میں ایک تاریخ لکھی جاتی ہے اس میں کسی قدر میرا حال بھی قلمبند کیا گیا ہے میں حسب فرمایش آپ کے اس سے نقل کرا کے متاقعب بھیجونگا۔ فرصت ہوتی نہیں کہ چشمۂ خضر کی تاریخ ہوں اگر موقع ملے گا اور موانع مرتفع ہوں گے تو فکر کرنے میں دریغ نہ ہوگا۔

امیر فقیر۔ ۹ دسمبر ۱۸۹۱ء

مجی زاد لطفکم۔ سلام مسنون۔ سیر خلوت کے بھیجنے کی اجازت کیا دوں اور اس کے دیکھنے کا اقرار کیونکر کروں جب افکار و آلام و امراض سے ایک غزل بھی دیکھ لینا دشوار ہوتا ہے۔ مجھے مجبور اور معذور سمجھکر معاف فرمائیے آپ کی غزل اگر پہنچی ہوگی تو اصلاح کے بستے میں رکھی ہوگی مجھے ابتک اس کے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ جب گلچیں کے چھپنے کا وقت آے گا دیکھکر بھیجدی جائے گی

میں نے تو اب یہی مشرب اختیار کر لیا ہے کہ آئی اور آے اور گئی اور گئے سب میں دہری ی خیال کیجائے اور ۲ عدد لیے جائیں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ آئے میں ۱۰ عدد اور آئی میں ۲۰ عدد شمار کئے جائیں مگر اب

بعض وجوہ سے یا ے معروف دونوں کے ۲۰ قرار دئے ہیں۔ اگر آپ کو یہ مشرب پسند آے تو آپ بھی اختیار کیجئے۔ اور جلال نے آئی میں ۱۰ عدد نہیں لئے ہیں بلکہ ۲۰ عدد لئے ہیں البتہ بوی میں ی نہیں لکھی ہے واو کو اضافت دی ہی چنانچہ دیوان میں بھی بغیری کے چھپوایا ہی اور افادۂ تاریخ میں بھی اس سے بحث کی ہے مگر میں اسکو پسند نہیں کرتا۔

امیر فقیر - ۲۱ - اپریل ۱۸۹۳ء

رامپور سٹیٹ - دفتر امیر اللغات

دلنواز امیر فقیر محمد نعیم الحق صاحب آزاد سلمکم اللہ القدیر۔ سلام مسنون میں اس زمانے میں سخت علیل رہا اور اب تک ان عوارض صعبہ سے نجات نہیں۔ آپ کی تحریریں آئیں ضرور مگر پریشانی خاطر سے نہیں معلوم کہ کے قطعہ خط آے اور ان میں کیا کیا کلام تھا۔ اہل دفتر نے اس زمانے میں میرے نام کی تحریریں لیں بعد صحت جو کچھ مجھے ملیں گی ان کو بسر و چشم دیکھوں گا۔ امید ہی کہ حالت ناسازی طبیعت میں آپ مجھے معاف رکھیں۔ طرح بلکچیں کی غزل البتہ مجھے سر دست سن لینا ضروری ہے اس کو انشاءاللہ جلد سنوں گا۔ خوبصورت پیا تخلص بغیر قید تاریخ کے بھی کم ملتا ہی آپ اس میں اور قید تاریخ کی لگاتے ہیں۔

اس زمین میں میرے پاس بکثرت غزلیں آئیں اور یہاں بھی جو لوگ مجھے کلام دکھاتے ہیں انہوں نے کہیں آپس میں اشعار و مصرع متوارد جو دیکھے گئے انکو کبھی کسی کی غزل میں کاٹ دیا کبھی کسی غزل میں بوجوہ ترجیح پر ہی نظر پڑیگی کہ بندش

کس کے یہاں اچھی ہے۔ آپ کی غزل میں بھی جو شعر متوارد ہوں گے ان کو نکال ڈالیے گا اس لیے کہ جن لوگوں کی غزلیں چھپ چکیں ان کے کلام سے اب نکالنا ممکن نہیں۔ احتیاطاً یہ مضمون آپ کو لکھدیا۔

۷ نومبر ۱۸۹۲ء۔ امیر فقیر

دل کی افسردگی کے وقت امیر سیر خلوت ہی سیر کے قابل

عیسوی ہے یہ مصرع تاریخ سیر خلوت گرہ کشائے دل

مجی سلام مسنون اخلاص مشحون۔ اپنی مثنوی کی تاریخ لیجیے اور تاخیر کا عذر قبول کیجیے۔ علاوہ امراض مزمنہ کے بسبب ماہ مبارک رمضان کے کوئی کام مجھ سے نہیں ہو سکتا ہے اس پر بھی کام سے کسی وقت فرصت نہیں ہوتی۔

میرا دوسرا عاشقانہ دیوان زیر طبع ہے۔ آغاز شوال میں چھپ کر تیار ہو جائے گا اس کا اشتہار بندہ زادہ کو چک کی طرف سے دیا گیا ہے۔ چند ورقے آپ کو بھی بھیجتا ہوں۔ امید کہ حتی الامکان اشاعت و شہرت و تشویق و ترغیب میں کوشش کر کے مجھے ممنون کیجیے اس سے زیادہ آپ سے دلسوز کو لکھنے کی حاجت نہیں۔

امیر فقیر رامپور۔ ۲۸۔ فروری ۹۳ء

رامپور۔ ۱۴۔ جنوری ۹۹ء

مجی۔ خط پہنچا۔ مثنوی کا چھپوانا مبارک ہو۔ سرسری فکر میں ایک تاریخ لطیف کی نکلی ہے۔ بھیجتا ہوں۔ امیر فقیر

محو حیرت ہیں امیرِ اہلِ نظر — کچھ عجب تاثیرِ حسن و عشق ہے
مثنوی کو دیکھکر نقاش فکر — بول اٹھا تصویرِ حسن و عشق ہے

۹۔ فروری ۱۹۵۳ء رامپور اسٹیٹ

مجی۔ سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون۔ محبت نامہ مدت کے بعد آیا ممنون و مسرور یاد آوری کیا۔ آپ اپنا تخلص صفیر کی جگہ آزاد قرار دیتے ہیں میں بھی پسند کرتا ہوں، واقعی صفیر بلگرامی ایک مشہور شخص تھے

چشمۂ خضر کا جزو بجنبہ بستے میں بندھا ہوا ہے اب تک ایک حرف دیکھنے کی نوبت نہیں آئی۔ میں اپنے امراض و افکار میں ایسا گرا رہتا ہوں کہ مجھ سے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ چار شعر کی غزل دیکھنا بھی دشوار ہے۔ روزمرہ دو چار دس پانچ غزلیں ڈاک میں آتی ہیں یا تو معذرت کے ساتھ واپس جاتی ہیں یا بستے میں بندھ جاتی ہیں۔ میری حالت قابلِ عفو ہے۔ امید کہ اپنی خیریت سے کبھی کبھی مسرور فرماتے رہئے

امیر فقیر۔

محب دلنواز من السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ مدت کے بعد مہربانی نامہ آیا ادراک خیریت سے مسرور ہوا۔ مثنوی آپ کی پہنچی جہاں صدہا احباب کا کلام بندھا پڑا ہے بستے میں اس کو بھی جگہ دی گئی۔ میری معذوری و مجبوری کا حال آپ پر حالی ہے۔ لہذا سوا اس کے اور کیا کہہ سکتا ہوں کہ جب کبھی اور احباب کا کلام

دیکھنے کی نوبت آئے گی اسوقت یہ مثنوی بھی دیکھی جائے گی۔ میں آپ کے
اخلاق کا جسقدر شکرگزار ہوں اس سے کئی حصے اپنے قصور خدمتگزاری سے
شرمسار ہوں۔ زیادہ دعا کے سوا کیا لکھوں۔

امیر فقیر۔ ۳۱۔ دسمبر ۱۸۹۴ء رامپور

منشی جمیل احمد صاحب شاداں شیخپوری کے نام

مجی سلمکم اللہ تعالیٰ۔ سلام مسنون دعا مشحون۔ فقیر ناتوان بیمار رہے
کئی بیماروں کا پرستار ہے۔ شاعری صحت و طاقت کی طرح پیرانہ سالی
میں رخصت ہوگئی۔ آپ کی غزل دیکھکر بھیجتا ہوں۔ ماشاءاللہ آپ کی
طبیعت اچھی ہے۔ بارک اللہ فی عمرکم۔ رسید سے مطمئن کیجیےگا

امیر فقیر۔ ۱۱۔ ربیع الآخرہ ۱۳۱۶ھ

مجی۔ دعا و سلام۔ میں آجکل مریض ہوں اور امراض ایسے ہیں کہ
سخت بےچین ہوں۔ چونکہ یہ غزل طرح گلچیں کی تھی اس لیے میں نے اس
حالت میں بھی دیکھکر اصلاح دی۔ ماشاءاللہ غزل اچھی کہی ہے۔ صاف ہی
شعر صاف کرکے گلدستے میں بھیجے جائیں۔ کاغذ آپ نے بہت بڑا
اور کھرا اختیار کیا ہے۔ آیندہ سے سفید اور چکنے کاغذ پر لکھا کیجیے۔ لفافہ
آپ کا بیرنگ ہوگیا تھا۔ دوسری غزل وقت صحت دیکھی جائے گی۔

امیر فقیر

۱۶۔ نومبر ۱۸۹۴ء

جناب قاضی عبدالجمیل صاحب مرحوم رئیس بریلی کے نام

مکرم و محترم. مجمع الطاف اتم دام بالمجد والکرم. تسلیم و نیاز پذیرا ہو -
نور چشم محمد احمد سلمہ ربہ کے ایک بچے کی آنکھ میں مدت سے کچھ ایسی خرابی ہی
کہ باوجود متواتر علاج کے صحت نہیں ہوتی. فی الحال یہاں کے ایک
ہندوستانی ڈاکٹر نے تجویز کیا ہی کہ گوشہ چشم کے قریب کا ایک سوراخ
بند ہوگیا ہی جس سے رطوبات دماغ کی طرف نکلتے ہیں اور وہ بغیر سلائی
ڈالے ہوے کھل نہیں سکتا چونکہ ڈاکٹر موصوف کی تشخیص پر اطمینان
کلی نہیں ہی لہذا ان کی راے پر عمل کرنے کی مبادرت نہیں ہوسکتی بلکہ
بہتر ہی معلوم ہوتا ہی کہ کسی اعلیٰ قسم کے ڈاکٹر کو دکھلا کر ان کی راے لیجاے
لہذا مکلف خدمت عالی ہوں کہ اس امر سے مطلع فرمائیے کہ بریلی میں
آنکھ کے علاج کرنے والے کوئی صاحب عمدہ لیاقت اور صداقت کے
موجود ہیں یا نہیں اور آپ سے ان سے اسقدر رسم بھی ہی کہ میں ایک
روز کے واسطے اس بچے کو بھیجدوں اور وہ تشخیص کردیں. بعد تشخیص
ہونے کے پھر ممکن ہی کہ تعمیل کیجائے.

امیر احمد امیر مینائی - ۱۷. شوال سنہ ۱۵ ہجری

از ریاست رامپور رہیل کھنڈ

۲۲. جولائی سنہ ۹۲ ع

مخدوم و مکرم معظم و محترم جناب قاضی صاحب زاد اشفاقکم تسلیم

نکریم۔ مکرمت نامہ صادر ہوا اور سرموں کی پارسل بھی پہنچی۔ سپاس گزار ہوں اور ہمیشہ الطاف و اعطاف کا امیدوار۔

سرموں کا امتحان اپنی آنکھوں کے ساتھ کر رہا ہوں جو سرمہ آنکھ سے موافق ہوگا آپ کی خدمت میں اطلاع دونگا۔ تین دن میں نے کحل الجواہر کا استعمال کیا اس سے تو کوئی نفع نہ معلوم ہوا۔ آج سے آپ کے دوست کا دیا ہوا سرمہ لگانا شروع کیا ہے تین دن اس کو بھی لگا کر دیکھوں گا۔ آنکھوں میں نمی اور چرک لطیف کہ فوراً پلکوں پر آکر خشک ہو جاتا ہے اور ضعف بصر اور حالت کمینت جو ایک مرض خاص ہے اور کتب طبیہ میں مذکور ہے ان سب کی شکایت مجھکو ایک برس سے ہے۔ دو چار مہینے سے خود بخود یہ کیفیات کم ہو گئی تھیں آغاز موسم برشگال سے پھر زیادتی ہے۔ اشتہار سرمہ کا جو مرحمت ہوا اس کو باحتیاط رکھ لیا ہے کئی اشتہاروں کے سرمے تو منگوا چکا ہوں اسکو بھی منگواونگا۔ زیادہ سوائے شکر گزاری کے کیا لکھوں۔ فرزند ارجمند کی خدمت میں سلام و دعا پہنچے۔ اطفال تسلیم گزار ہیں فقط

آپ کا منت پذیر۔ امیر فقیر عفی عنہ

رامپور اسٹیٹ۔ دفتر امیر اللغات

۱۵۔ اگست ۱۸۹۳ء۔ روز شنبہ

مکرم و محترم جناب قاضی عبد الجمیل صاحب زاد اخلاقکم۔ سلام مسنون اخلاص و نیاز مشحون۔ فقیر حقیر کی ایک لڑکی حیدر آباد سے

آنے والی ہے اس کے ساتھ اور بھی اس کے ہمراہی پانچ سات عورتیں ہوں گی۔ ایک چھوٹا بچا ہے منجملہ اُن آدمیوں کے اسکی انا بھی ہے۔ لطیف احمد بندہ زادہ اوسط سواریاں لینے گیا ہے۔ اس وجہ سے کہ مراد آباد سے رامپور تک کی راہ میں دو دریا پڑتے ہیں جن پر اس موسم میں پل نہیں ہے اور بریلی سے یہاں تک راہ مامون ہے۔ میں نے لطیف احمد سے کہدیا ہے کہ بریلی کے اسٹیشن پر اتریں اور ایک منزل کی جگہ دو منزل خشکی کی گوارا کریں۔ اگر وہاں یہی صلاح قرار پائی تو راہ سے مجھے تار آیے گا اور میں بذریعہ خط خواہ بذریعہ تار آپ کی خدمت میں اطلاع دونگا کہ آپ براہ نوازش قدیمانہ چند باتوں کا بندوبست فرمادیں۔ ایک ہلکا اور مضبوط میانہ جس پر دو زنانی سواریاں باآسایش بیٹھ سکیں اور ایک کافی وسعت کی ڈولی جس پر بچے کی انا بچے کو لیکر بیٹھ سکے وقت معہود پر اسٹیشن پر مہیا فرمادیں اور احتیاطاً ایک مکان مختصر خالی رکھیں کہ اگر یہ مسافران منزل دور و دراز دو چار پہر آسایش لینے کے واسطے اترنا چاہیں تو اس میں اتر پڑیں اور جس قسم کی مدد یہاں آنے کے واسطے کہار وغیرہ کی ان کو درکار ہو اس میں توجہ فرمانے کی بھی آپ سے امید واثق ہے۔ زیادہ تصدیع کی حاجت نہیں۔ صاحبزادہ بلند اقبال کو دعائیں۔ فرزندان فقیر تسلیم رساں ہیں۔ امید ہے کہ جواب سے جلد مطمئن فرمایا جاؤں

فقیر حقیر امیر احمد امیرؔ۔

رامپور افغانان

۱۵۔ ستمبر ۱۸۹۳ء

مکرم و محترم جناب قاضی صاحب زادت مکارمکم ۔ سلام مسنون اخلاص و نیاز مشحون ۔ مکرمت نامہ میرے نامہ ہائے نیاز کے جواب میں صادر ہوا تھا ۔ مجھے انتظار تھا کہ جن عزیزوں کے اُتارنے کا بریلی میں بندوبست کرنا ہے انکا تعین وقت کے ساتھ آجائے تو آپ کی خدمت میں اطلاع کروں ۔ اس وقت رات سے تار آیا کہ منگل کا دن گزر کر شب کی ریل میں بریلی پہنچیں گے ۔ میں احتیاطاً میر ناصر علی اپنے ایک معتمد کو کہ شامل میرے عزیزوں کے ہیں یہ نامۂ نیاز دیکر آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں جس جس قسم کی ضرورت مرکبوں اور کہاروں اور مکان فرودگاہ کی درپیش ہو ان سب کا تکفل آپ کی توجہ سے ہونا چاہیئے اور مستعدی سے اسٹیشن پر مع سواریوں کے حاضر باشی اور دو تین وقت تک ریل گاڑیوں کی نگرانی میاں ناصر علی کے ذمے ہے ۔ مزید احتیاط کے واسطے ایک کارڈ ڈاک پر بھی آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں ۔ آخر میں آپ کی مزاج پرسی اور آپ کی عنایتوں کی شکرگزاری کرتا ہوں ۔ صاحبزادہ بلند اقبال کو دعائیں ۔ بندہ زادگان عقیدت نشان تسلیم رساں ہیں ۔

امیر احمد عفی عنہ

رامپور اسٹیٹ ۔ دفتر امیر اللغات ۔ ۲۰ ستمبر ۱۸۹۳ء

مجمع اخلاق و مکرم جناب قاضی صاحب زاد لطفکم ۔ سلام و اخلاص

وسپاس انضمام کے بعد مدعا نگار ہوں کہ نورچشم لطیف احمد مع قافلہ آپ کے اشفاق کریمانہ کے شکر گزار آئے۔ الحق آپ کی ذات ستودہ صفات اخلاق محمدی واشفاق اسلامی میں یادگار اسلاف کرام ہے۔ حق تعالی آپ کے انفاس میں برکات روز افزوں عطا فرمائے اور ہمیشہ مکروہات سے محفوظ اور مرغوبات سے محظوظ رکھے۔ یہی سپاسنامہ آپ کے فرزند ارجمند کی نظر سعادت اثر سے بھی گزرے اور دعا سے ترقی عمر و علم و اقبال پہنچے ؎

از دست فقیر بینوا ناید ہیچ   جز آنکہ بصدق دل دعائے بکند

آپ کا منت پذیر
امیر فقیر

ریاست رامپور
۲۸۔ دسمبر ۹۹ء روز پنجشنبہ

جناب قاضی صاحب مجمع مکارم فراوان سراپا لطف و امتنان دام بالمجد والکرم۔ سلام نیاز انضمام کے بعد التماس ہے کہ بندہ زادہ کوچک محمد مسعود احمد انٹرنس میں امتحان دینے کی ضرورت سے کالج کے بورڈنگ ہوس میں ۳۱۔ دسمبر سے ۱۰۔ جنوری تک مقیم رہے گا۔ میری خوشی تو یہ تھی کہ آپ ہی کے مکان راحت نشان پر قیام ہوتا مگر اسکے مصالح متعلق امتحان اسکو بورڈنگ ہوس کے قیام پر مجبور کررہے ہیں اور وہ ضعیف البنیان اور اس زمانے میں محنت کی وجہ سے

نہایت ناتواں ہو رہا ہے ۔ کوئی عنوان اس کی راحت اکل و شرب کا اس سے بہتر نظر نہیں آتا کہ اگرچہ وہ بورڈنگ ہوس میں رہے مگر باعتبار ماکل و مشارب کے آپ ہی کا مہمان ہو ۔ کسی طرح کا تکلف اس کیلئے نفرمایا جائے صرف سالن اور روٹی اور تسحر کے واسطے کھیر یا دودھ میں نان پاو ہو ۔

ملاذا ! جسطرح میں نے بنظر اخلاص و نیازمندی بے تکلفانہ آپ کو اس امر کی تکلیف دی ہے امید کرتا ہوں کہ اسی طرح آپ بھی تکلف نفرمائیں اور اپنے ناتوان بچوں کے مثل تصور فرما کر یہ ہیزی کھانا اپنے آدمی کے ہاتھ اوقات معینہ پر کالج میں بھجوا دیا کریں محل اتفاقات خود آپ کو آگاہ کریگا زیادہ سوائے منت پذیری کے کیا عرض کیا جائے ۔ آپ کے فرزند ارجمند قاضی خلیل الدین صاحب کو سلام مسنون دعا مشحون ۔ اطفال عقیدت خصال تسلیم گزار ہیں

فقیر امیر احمد امیر مینائی

قاضی محمد خلیل صاحب جیراں رئیس بریلی کے نام

سعید سرمد خلیلی قاضی محمد خلیل صاحب سلمہ اللہ الجلیل ۔ سلام شوق کارڈ آیا مضمون یاد آوری کیا ۔ آنچل اور دامن کے جھگڑے میں میری یہ رائے ہے کہ دوپٹے اور اوڑھنی وغیرہ اور سینے کی چیزوں میں آنچل کہنا چاہیئے اور قبا عبا وغیرہ پہننے کی چیزوں میں دامن کہنا چاہیئے مگر سند ثبوت

عنہ کی تصحیح یوں ہو سکتی ہے کہ شعرا نے گوشہ دامن کو بھی آنچل کہا ہے چنانچہ
اس کو میں نے امیر اللغات میں کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے اور یہ دو شعر
سند کے بھی آنچل کے لغت میں درج کیے ہیں۔

میرے آنچل اس دامن کا ہاتھ آتا نہیں + میر دریا کا سا اس کا پھیر ہے

نسیم ۔ دھجیاں دانتوں کا جو آیا تو یہ سوجھی تشبیہ + صبح نے منہ پہ لیا دامن شب کا آنچل

ساعت اور گھڑی ساعت کے قافیے میں احتیاط تو مقتضی اس
کی ہے کہ ... شاعر بلا ضرورت شدید وہم التباس سے بھی بچے مگر جواز
ثابت کرنے کے لیے بہت سے اشعار شعرائے فارسی و اردو کے
ملیں گے جن میں انہوں نے جائز کر لیا ہے جیسا کہ بحر نے یہ مطلع کہا ہے
بحر درویشی طریقہ ہے رسول اللہ کا   باندھیں تہمد کریں ورد بسم اللہ کا

جناب قاضی صاحب کی خدمت میں میری طرف سے تسلیم۔

امیر احمد عفی عنہ۔

رامپور۔ ۲۲ محرم ۱۳۱۵ ہجری

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

گرامی شان رشد و سعادت آثار قاضی خلیل الدین صاحب
سلمکم اللہ الواہب۔ دعائے صلاح و فلاح دارین۔ اس وقت
سید جواد علی صاحب کے کارڈ سے وفات قاضی محمد عبد الجمیل صاحب
معلوم ہوئی۔ اس خبر نے مجھکو دنیا سے بیخبر کر دیا۔ ایسا قلق ہوا
کہ اس کی تعبیر کو الفاظ نہیں ملتے۔ جناب مرحوم سے کریم النفس

نہایت ناتواں ہو رہا ہی۔ کوئی عنوان اس کی راحت اکل و شرب کا اس سے بہتر نظر نہیں آتا کہ اگرچہ وہ بورڈنگ ہوس میں رہی مگر باعتبار ماکل و مشارب کے آپ ہی کا مہمان ہو۔ کسی طرح کا تکلف اس کیلئے نفرمایا جائے صرف سالن اور روٹی اور تسحر کے واسطے کھیر یا دودھ میں نان پاو ہو۔

لہٰذا جسطرح میں نے بنظر اخلاص و نیازمندی بے تکلفانہ آپ کو اس امر کی تکلیف دی ہی امید کرتا ہوں کہ اسی طرح آپ بھی تکلف نفرمایئں اور اپنے ناتواں بچوں کے مثل تصور فرماکر یہ چیزیں کھانا اپنے آدمی کے ہاتھ اوقات معینہ پر کالج میں بھجوادیا کریں محل اقامت سے خود آپ کو آگاہ کریگا زیادہ سوائے منت پذیری کے کیا عوض کیا جائے۔ آپ کے فرزند ارجمند قاضی خلیل الدین صاحب کو سلام مسنون و دعا مشحون۔ اطفال عقیدت خصال تسلیم گزار ہیں

فقیر امیر احمد امیر مینائی

قاضی محمد خلیل صاحب جیراں رئیس بریلی کے نام

سعید سرمدخلیلی قاضی محمد خلیل صاحب سلمہ اللہ الجلیل۔ سلام شوق کارڈ آیا ممنون یادآوری کیا۔ آنچل اور دامن کے جھگڑے میں میری یہ رائے ہی کہ دوپٹے اور اوڑھنی وغیرہ اوڑھنے کی چیزوں میں آنچل کہنا چاہیئے اور قبا عبا وغیرہ پہننے کی چیزوں میں دامن کہنا چاہیئے بلکہ مشہور ہے

عنہ کی تصحیح یوں ہو سکتی ہے کہ شعرا نے گوشہ دامن کو بھی آنچل کہا ہے چنانچہ اس کو میں نے امیر اللغات میں کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے اور یہ دو شعر سند کے بھی آنچل کے لغت میں درج کیے ہیں۔

میرؔ آنچل اس دامن کا ہاتھ آتا نہیں + میر دریا کا سا اس کا پھیر ہے
نسیمؔ دھیان دانتوں کا جو آیا تو یہ سوجھی تشبیہہ + صبح نے منہ پہ لیا دامن شب کا آنچل

ساعت اور گھڑی ساعت کے قافیے میں احتیاط تو مقتضی اس کی ہے کہ . . . . شاعر بلا ضرورت شدید وہم التباس سے بھی بچے مگر جواز ثابت کرنے کے لیے بہت سے اشعار شعرائے فارسی و اردو کے ملیں گے جن میں انہوں نے جائز کر لیا ہے جیسا کہ بحر نے یہ مطلع کہا ہے
بحر درویشی طریقہ ہے رسول اللہ کا   باندھیے تسمہ کمر میں بسم اللہ کا

جناب قاضی صاحب کی خدمت میں میری طرف سے تسلیم۔

امیر احمد عفی عنہ۔

رامپور ۔ ۲۲ محرم ۱۳۱۵ ہجری

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

گرامی شان رشد و سعادت آئین قاضی خلیل الدین صاحب سلمکم اللہ الواہب۔ دعائے صلاح و فلاح دارید۔ اس وقت سید جواد علی صاحب کے کارڈ سے وفات قاضی محمد عبد الجمیل صاحب معلوم ہوئی۔ اس خبر نے مجھکو دنیا سے بیخبر کر دیا۔ ایسا قلق ہوا کہ اس کی تعبیر کو الفاظ نہیں ملتے۔ جناب مرحوم سے کریم النفس

یادگار سلف، حامی اسلام، دلنواز عام کہاں پیدا ہوتے ہیں۔ ایک بڑی خوش نصیبی ان مرحوم کی یہ ہی کہ آپ سا سعید خلف الرشید دنیا میں یادگار چھوڑا۔ اب آپ کی ذات کریم الصفات ان کی قائم مقام ہی۔ حق تعالیٰ ان مغفور کو غریق دریائے رحمت فرمائے اور آپ کی عمر اقبال کے ساتھ بڑھائے اسوقت افسردہ دلی اور کچھ لکھنے نہیں دیتی۔

فقیر امیر احمد امیر۔

منشی امتیاز احمد خانصاحب راز کے نام

پیارے۔ خدا کرے تمہاری طبیعت اچھی ہو اور تم حالت سرور و عافیت میں ہو یہ شکایت نامہ دیکھکر منتظروں پر ترس کھاؤ۔ شکایت مجھے اس کی ہی کہ کاربرآری ورکناز اپچے صاحب نے وہ کوتہ قلمی اختیار کی جس کی مردان ذی مروت و ذی قوت سے امید نہیں ہوسکتی۔ اگر میں جانتا کہ اظہار مطلب مجھکو ایسا مبتذل کردے گا تو رجوع ہی نکرتا اس واسطے کہ رجوع کا محصل اپنا مبتذل ہوجانا، اللہم احفظنا من ہذہ المذلہ۔ اسی کے ساتھ تم سے بھی شکایت ہی کہ کیسا ضروری خط بھیجا مگر جواب ندارد۔ میرے عجز کی حالت اس بے پروائی کو مقتضی نہیں۔ جواب باصواب جلد بھیجو اور جس پیرایہ میں مناسب ہو اپچے صاحب سے بھی دوستانہ شکایت کرو فقط

امیر فقیر ریاست رامپور۔ ۱۴ اکتوبر سنہ ۹۴ء

پیارے راز، عمر دراز۔ نامہ سعادت شمامہ آیا۔ میں نے تمہاری جگہ
اس کو پیار کیا، آنکھوں سے لگایا۔ خداوند تعالیٰ تمہارے عمر و اقبال میں
برکت دے۔ اور صحت و عافیت دارین نصیب کرے۔ نصیب اعدا
تمہاری علالت دریافت ہونے سے پریشانی ایک سے ہزار ہوگئی خط
میں جو معمولی دیر ہوئی مجھے تردد تھا کہ علت کیا ہے، آخر علت نکلی جو حالت
تشویش میں باعث مزید تشویش ہوئی۔ جس وقت سے خط آیا ہے ہمہ تن
مصروف دعائے صحت ہوں۔ شافی برحق سے امید ہے کہ اب شفا حاصل
ہوچکی ہوگی۔ امید کہ جسقدر جلد ممکن ہو اپنی حالت اور مژدہ عافیت سے
داعی خیر کو مطمئن کرو۔ جیمس صاحب شکار سے آجائیں تو اب حالت
میری اس کی مقتضی ہے کہ جس طرح ممکن ہو ان سے کام نکالنے میں کوشش
کرو۔ حاجت جسقدر ہے اور جو حال ہے تم سے کچھ پوشیدہ نہیں ہے جیسا
مناسب سمجھو اُن سے کہو۔ تمہاری ہی رائے پر اور تمہاری ہی کوشش پر
میں نے اپنے کام کو حوالہ کردیا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری سعی مشکور کرے۔

تعجب ہے کہ سرکار عالیہ نے گزارش کی عبارت بغور ملاحظہ فرمائی
اور پھر کچھ نہ فرمایا۔ تہنیت عید اضحیٰ میں ایک قصیدہ جناب وزیر صاحب
کے توسط سے میں نے پھر بھیجا ہے، اس کے پہنچنے اور پیش ہونے کا
کچھ حال ابتک معلوم نہیں ہوا۔ تم اگر صحیح ہوتے تو کھوج نکال لیتے۔ اللہ
کرے تمہاری طبیعت اب بالکل اچھی ہو۔

وسیع مکان میری گزر کے قابل باوجود کمال کوشش کہیں

دستیاب ہوا۔ ورنہ اس زمانے میں جس کرایہ کو ملتا بناچاری لیتا تھا بناچاری میں اپنی ذات سے خانقاہ معصومی کا مجاور ہوا اور اہل وعیال کو حافظ عبدالحی والے مکان میں جو میاں صاحب کے مکان سے جانب جنوب متصل سڑک ہے بھر دیا۔ اسباب حتیٰ کہ کتابوں کی الماریاں بھی سب کھنڈسار کی زمین پر کھلے میدان میں ہیں اور جہاں تک ممکن ہے کوشش کر رہا ہوں کہ ای زمین کی تعمیرات کنہ میں کسی عنوان سے صلاحیت برسات بسر کرنے کی نکلے مگر روپیہ بہم پہنچانے میں کچھ بس نہیں چلتا۔ حرکات مذبوحی اور تپش بسملانہ سے اب تک اسقدر ہوا ہے کہ اس احاطے کی چار دیواری خام بن گئی ہے۔ ہر روز تمہاری اور جیمس صاحب کی تحریر کا انتظار رہتا ہے۔ باسباب ظاہر سردست اور کہیں سے امید گرہ کشائی معلوم نہیں ہوتی فقط

امیر تحقیر۔ یکم جون ۱۸۹۶ء

ریاست رامپور

پیارے راز عمر دراز۔ اب تو تمہاری تحریر بھی شاہد مقصود کی طرح منہ چھپانے لگی۔ ایک تسکین کا سہارا تھا وہ ہی گیا۔ باوصف اس بات کے جاننے کے کہ میں تمہارے خط کا کسقدر مشتاق رہتا ہوں اور پھر خط نہ لکھنا تمہیں کیوں ہو مستم ہے کہ نہیں۔ خدا کرے مانع بخیر ہو اور تم خیر و عافیت سے ہو جیمس صاحب نے تو کوئی تحریر مجھے نہ بھیجی نہ آیندہ بھیجنے کی امید نظر آتی ہے۔ خدا جانے اس کی علت کیا ہے۔ بے التفاتی ہے

یا عدم کاروائی کی خجالت۔ وزیر صاحب سے جواب خط ملنے کی تو پہلے ہی امید نہ تھی۔ آخر وہی ہوا خیر کوئی لکھے یا نہ لکھے تم تو تسکین افزائی میں کمی نکرو میں اسی حالت کے ساتھ زندہ ہوں اور تمہارے حق میں دعا کرتا ہوں قیمت دیوان کے واسطے پھر مکلف ہوں کہ جسقدر فراہم ہو گئی ہو جلد بھیجدو باقی خیریت۔ سب چھوٹے بڑے ماوجب رساں ہیں پانی نہ برسنے سے یہاں کی خلقت تباہ ہو رہی ہے اللہ رحم کرے۔

تمہارا داعی خیر۔ امیر فقیر

پیارے راز۔ سلام و دعا عقل وشعور کا رجسٹری شدہ پمفلٹ مجھے ملا اور تمہاری تحریر محبت خمیر بھی مجھے پہنچی۔ میں تمہاری سعادت مندی سے مسرور اور عقل وشعور کے پہنچنے سے حضرت برہم اور تمہارا دونوں کا ممنون ہوں۔ حافظ جلیل حسن وطن میں سخت بیمار ہو گئے ہیں۔ میرا دل ہر وقت دھڑکتا ہے۔ دعا کے سوا کیا چارہ ہے۔ بھائی تم بھی دعا کرو سب دوست عزیز ماوجب گزار ہیں۔ حضرت برہم کو سلام اور سپاسگزاری فقط

امیر فقیر

حافظ غلام احمد صاحب فروغی کے نام

ریاست رامپور ۲۰۔ نومبر ۱۹۳۰ء

دلنواز دوستان زادت اخلاقکم بسلام مسنون اخلاص و

نیاز مشحون۔ عنایت صحیفہ آیا اور اپنے ساتھ عمدہ ہدیہ لایا۔ نصاب کا نسخہ جو تحفتہ آپ نے مرحمت کیا ہں نے خوش ہو کر اسکو قبول کیا میں نے دو چار ورق الٹ کر دیکھے۔ کتاب آپ نے بہت اچھی اور مفید لکھی ہے مرزا غالب مرحوم کا قادر نامہ بھی میری نظر سے گزرا ہے آپ کے یہاں بہت سی باتیں بڑھی ہوئی ہیں۔ حسن و انسجام کے علاوہ بڑی خوبی یہ ہے کہ الفاظ روابط بہت ہی کم آئے ہیں۔ انشاء اللہ یہ کتاب مقبول خاص و عام ہوگی۔ میری رنجوری و معذوری کی وہی حالت ہے جو لکھ چکا ہوں۔ مجھے زرا بھی صحت و اطمینان ہوتا تو آپ کی فرمایش کی خوشی سے تعمیل کرتا۔ آپ کے اصرار اور اپنی حالت سے نہایت محجوب ہوں اخلاق سامی سے امید ہے کہ میرا عذر قبول کر کے میری خجالت مرتفع فرمائیں گے۔ فرزندان و احباب فقیر ما و حسب گزار ہیں۔

منت پزیر امیر فقیر

رامپور۔

۲۰ نومبر ۱۸۹۹ء

دلنواز۔ سلام مسنون اخلاص مشحون۔ مہربانی نامہ آیا ممنون یاد آوری کیا۔ آپ اپنے مشاعرے کے لیے مجھ سے غزل طلب فرماتے ہیں مگر میں اس زمانہ میں بہت ہی رنجور اور معذور رہا ہوں۔ خود بیمار اور کئی بیماروں کا پرستار رہتا ہوں۔ جو وقت فرصت

واطمینان کا ملتا بھی ہے وہ امیر اللغات کی تالیف و تصنیف میں صرف ہوتا ہے
شعر و سخن کا مشغلہ مجھ سے بالکل چھوٹ گیا ہے۔ آپ کے حسن اخلاق سے
امید ہے کہ عذر میرا قبول کر کے مجھکو معاف فرمائیں گے۔

امیر فقیر۔

حضرت طاہر فرخ آبادی کے نام

۲۰۔ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۲ ہجری۔ ۸۔ جنوری سنہ ۱۸۸۵ء

شفیق یاد آور مخلصاں سلامت۔ سلام مسنون۔ غدر میں مال
بھی تلف ہو گئے جانیں بھی سیکڑوں ضایع گئیں یہ تو ادنیٰ کیفیات
تھے۔ مگر تجربے سے معلوم ہوا کہ غارتگروں نے ہمتیں بھی لوٹ لیں صحبتہائے
قدیمہ بھی خیر باد کہکر سدھار گئے، محبت کا نشان بھی نہ باقی رہا ہمدرد کا
ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتا، قوتیں سلب ہو گئیں، حافظے کام کے نہیں
باقی رہے۔ میرا بھی یہی حال ہوا، حافظے میں مطلق قوت نہیں رہی۔ اسی
زمانے سے ریاست رامپور کو چلا جانا ہوا۔ وہاں جاکر دنیا ہی نئی دیکھی
اور وہیں کے التفات نے شب و روز میں کسی ساعت کو خالی نہ چھوڑا۔
معہذا بسبب تاہل کے اپنے افکار نے بھی کچھ حصہ وقت کا دبا لیا۔
اس وجہ سے فرصت نہ ملی کہ یاران قدیم و مخلصان صمیم کو یاد کرتا اور یہی
باعث ہوا کہ آپ کو بھی کبھی کچھ نہ لکھ سکا۔ اب مخدومی و محترمی جناب حکیم
محتشم علی صاحب کے ذریعے سے مدت دراز کے بعد آئینۂ رابطۂ قدیم

کا زنگ چھوٹا اور نئی جلا دی گئی یعنی آپ کا عنایت نامہ جسمیں کچھ فقیر کا ذکر ہی ملا ۔ میں نے سوچکر آپ کی تصویر خیالی ذہن میں کھینچی اور محبت دیرینہ کا مزا اٹھایا ۔ سے اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کر دی ۔

رہنما اخبار بندہ زادہ کلاں نے بے شغلی سے تنگ آکر جاری کرنے کا قصد کیا ہی دو اشتہار لسکے بہی بہیجتا ہوں اور گلدستہ بعض احباب نے شایع کرنے کا ارادہ کیا ہی میں نے بہی بتقاضائے ۔ سے

خیال خاطر احباب چاہئیے ہر دم ۔ انیس ٹہیس نہ لگ جائے آبگینوں کو

ان کے پاس خاطر سے حتی الوسع اعانت کرنے کا وعدہ کر لیا ہی فقیر زاد یعنی منشی محمد احمد میرے حکم کے موافق اس کے انصرام کا کفیل ہوا ہی اس کے بہی چند قطعہ اشتہار بہیجتا ہوں ۔ کساد بازار ان چیزوں کی قدردانی کا بیشک آپ کی تحریر سے بہی زیادہ ہی مگر تاہم ۔ سے

ہنوز آں ابر رحمت در فشاں ست ۔ خم و خمخانہ با مہر و نشاں ست

تلاش و کوشش ہو گی تو بہت نہ سہی تہوڑے ہی سہی قدر شناس پیدا ہو جائیں گے ۔ یہ تحریر فرمانا آپ کا کہ میرا کلام اساتذہ کے اشعار کے سامنے کیا وقعت پیدا کرے گا دلیل کمال ہے اس لیے کہ کمال آدمی کو ضرور ہی منکسر کر دیتا ہی ۔ امید ہی کہ اس گلدستے کو اپنا ذاتی گلدستہ تصور فرما کر ہمیشہ اس کی حسن افزائی ملحوظ رہے اور کلام تازہ انتخاب کے بعد عنایت ہوا کرے ۔ فقط التسلیم

الم امیر احمد عفی عنہ ۔ محمد احمد تسلیم گزارہی ۔

لکھنو کٹرہ ابوتراب خاں۔ ڈاک خانہ چوک

مولوی محمد اعجاز حسن خاں صاحب رئیس رسولپور ضلع مظفر پور کے نام

دفتر امیر اللغات رامپور اسٹیٹ
۱۵۔ جولائی ۱۸۹۳ء

عزیزی وسعیدی زاد عمرکم صلاح و فلاح دارین کی دعائیں۔ مدت کے بعد تمہارا انیقہ سعادت سرور دلکو افزائے دل و دیدہ ہوا۔ عمرت دراز باد کہ ایں ہم غنیمت ہست اگر اپنا بوڑھا دعاگو سمجھکر کبھی کبھی پوچھتے رہو تو تمہاری محبت وسعادت ہی ورنہ کیا شکایت ہی۔ میرا استحقاق جو کچھ تھا وہ نایاب و شاداب کے ساتھ گیا میں صرف تم لوگوں کے تصور سے اپنے دل کو خوش کر لیا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ زندہ اور خوش رکھے باقی دعا کے سوا کیا لکھوں خداوند کریم کہ حافظ حقیقی ہی بخیر و خوبی مسافروں کو واپس لائے آمین ثم آمین نورچشم بابو ظفر حسن کو دعائیں اور باتوں کا جواب نورچشم ممتاز علی دیں گے کہ وہ ان سے متعلق ہیں آپ اور بابو ظفر حسن خاں اب کیا پڑھتے لکھتے ہیں کہاں تک تحصیل علم کی ہی مشغلہ کیا رہتا ہے براہ سعادت مفصل طور پر مطلع کیجئے گا

امیر فقیر

رامپور ۱۵ ستمبر سنہ ۹۵ء

سعید سرمد رشید ابد سلمکم اللہ الصمد سلام و دعا آپ کی طرف سے
بہی مجھے خجالت ہی کہ بن نہیں پڑتا کیا لکھوں اور آجتک کچھ نہ لکھنے کا کیا عذر
کروں آپ کے بہت سے سعادت صحائف آئے اور میری خوشی و شکرگزاری
کے باعث ہوئے ممکن تھا کہ میں جواب لکھوا دیتا لیکن اجزاے دیوان
نایاب مرحوم جو آجتک دیکھ نہ سکا لہذا کچھ لکھ بہی نہ سکا اور اس کے نہ
دیکھنے کی علت اپنی علالت کے سوا اور کچھ نہیں ہی خصوصاً اس زمانے
میں بہت ہی غیر صحیح رہا جس بول کے دورے کثرت سے اور شدت
سے پڑے رات جو دورہ پڑا ہی اس کی ایذا سے اس وقت بیقراری کا
معہذا تپ وغیرہ کی بہی شکایت ہی اللہ تعالیٰ رحم فرمائے آگے ان اجزا
کو دیکھنا شروع کیا تھا ہی سبب سے رہ گیا اب پھر تہوڑا تہوڑا دیکھنا شروع
کیا ہی آپ بہی دعا کیجیے کہ میں صحیح رہوں اور اس سے جلد فراغت کرکے
آپکے پاس بہیجدوں سب عزیز ما وتب گزار ہیں آپ کا داعی

امیر فقیر

اے نوبجان من۔ سلام لو دعا لو اور اپنے محبت نامہ مورخہ ۱۱ جنوری
کا جواب لو دیوان نایاب کا پمفلٹ مجھے پہنچ گیا اور اس کے ساتھ
جو خط تم نے لکھا تھا وہ بھی پہنچا تمہاری تحریر پر تنویر آنکھوں میں گھر کرتی
آنکھوں کا نور بڑہاتی ہی بارک اللہ وجزاک اللہ میں دیوان کو دیکھونگا
دیکھیے کب سے دیکھنا شروع ہوتا ہی ابہی کچھ بھی نہیں دیکھا مجھے دل سے
فکر ہی اور خیال ہی اللہ تعالیٰ میرے خیال کو پورا کرے پیاروں کی خدمت

سے فراغت نہیں ہوتی احباب کی خدمت سے نہایت قاصر ہوں اور
نہایت نادم ہوں ان اجزا سے فارغ ہوکر اور اجزا تم سے طلب کرونگا
زیادہ عذر تقصیر کے سوا اور کیا لکھوں وہاں سب کو میری طرف سے
ما وجب کہو خوش رہو۔

تمہارا دعاگو

امیر فقیر ۲ جنوری۔

۳۱ اکتوبر ۹۶ء

عزیز از جان اقبال نشان سلمکم اللہ المنان دعاے صلاح و فلاح دارین
و سرخروئی و سرسبزی نشائتین کے بعد مدعا نگار ہوں کہ محبت نامہ سعادت
شمامہ مشعر خبر رحلت جناب غفران مآب جد امجد سامی آیا اور میرے دل
شگفتہ منزل کو جو نایاب و شاداب مغفورین کے غم سے پہلے ہی بسمل
ہو رہا تھا اور بھی تڑپایا ایسی ذات بابرکات کا سایۂ عاطفت سر سے
اٹھ جانا باعث سخت صدمہ جانکاہ ہوا اس داغ کا مرہم انا للہ و انا الیہ
راجعون کے سوا کوئی نہیں حق تعالیٰ ان کو غریق دریاے رحمت اور
ان کے اعقاب کو کاسب اجر مصابرت فرمائے تمام ہوا یہ مطلب
ناتمام۔ نسخہ ہاے دیوان مطلوبہ گرامی روانہ کرنے کو دفتر میں کہدیا
برخوردار مسعود احمد ضمیر آج ہی تعمیل حکم کریں گے امید ہے کہ آپ مجھکو
بھی اپنا ایک دیرینہ خواہ سمجھکر کبھی یاد کر لیا کریں۔ سب عزیزوں
دوستوں کو نام بنام دعا و سلام فقط فقیر امیر۔

رامپور۔ ۲۸۔ مارچ ۱۸۹۸ء

عزیز از جان سعادت نشان دعا تمہارا سعادت نامہ پہنچکر کاشف مدعا ہوا تھا دیوان چھپکر مطبع سے آگیا اب جس پتے سے کہو پانچ جلدیں تمہارے لکھنے کے موافق تمہارے نام بھیجی جائیں باقی خیریت امیر فقیر۔

مکرر یہ کہ کوشش کرکے خریدار بہت سے پیدا کرو ہزار جلدیں چھپوائی گئی ہیں بغیر اس کے کہ تم سے دلسوز دل سے کوشش کریں ان کا نکلنا دشوار ہے۔

رامپور۔ ۲۴۔ رمضان المبارک سنہ ۱۴

سعید کونین سلمکم اللہ تعالیٰ فی الدارین دعائے ترقیات روز افزوں قصیدہ آپکا مرسلہ آیا تھا بسبب موسم سرما کے کہ میرے مرض کے نہایت مخالف ہے اس کے دیکھنے کی اب تک نوبت نہیں آئی تھی آج وہ قصیدہ نکلوا کر اور نظر اصلاح سے دیکھکر بھیجتا ہوں تاخیر کی تقصیر معاف کیجئے اور اس کی رسید اور اپنی خیریت سے مطمئن کیجئے۔

احتیاطاً قصیدے کا بیرنگ بھیجنا مناسب سمجھا گیا اعزجان محمد ریاض حسن خاں و محمد ابوالحسن خاں کو دعائیں۔

امیر فقیر۔

رامپور۔ ۳۰ مئی ۹۹ء

گرامی شان اقبال نشان زاد عمرہم و اقبالہم دعائے ترقیات روز افزوں عرصہ سے کوئی تحریر مشعر خیریت نہیں آئی تعلق ہے خدا کرے

آپ بجمیع الوجوہ مطمئن و مسرور ہوں۔ سخندان پارس کا ذکر آ گیا آپ نے
لکھا تھا چونکہ دفتر امیر اللغات میں اس کی حاجت ہے اس لیے چاہتا ہوں
کہ جس مطبع سے اسکا ملنا ممکن ہو مجھے آگاہ کیجئے کہ میں طلب کر لوں جواب
مفصل دیجئے باقی خیریت سب عزیزوں کو ما واجب

امیر فقیر

گرامی شان اقبال نشان اعلی اللہ شانکم دعائے ترقیات روز افزوں
نامہ سعادت پہنچا اور ممنون کیا دیوان نایاب کا زیر طبع ہونا باعث سرور
ہوا تاریخ طبع اس سنہ کے موافق جو آپ نے مجھ سے طلب کی ہے
میں انشاء اللہ فکر کرونگا اور حسب دلخواہ تاریخ ہو گئی تو آپ کو بھیجدوں گا
وہ تاریخ تو بہت اچھی تھی اگر ممکن ہو تاریخ ترتیب قرار دیکر چھپوا دی جائے
ورنہ خیر۔

عزیزی محمد ابوالحسن خاں کی تاریخ دیکھکر بھیجتا ہوں پورا قطعہ اچھا ہے
میرا جی بہت خوش ہوا طبیعت ہونہار معلوم ہوتی ہے بارک اللہ فی عمرہم
واقبالہم۔

صنمخانۂ عشق کے صفحات بوجوہ اب تک طبع نہیں ہوئے جس وقت
چھپیں گے آپ کو اطلاع دیجائے گی تاروں سے بنے ہوئے پنچے جو
خاص اسی ملک میں بنتے ہیں مجھے درکار ہیں اگر آپ مہربانی کرکے بھیجدیں
تو باعث منت پذیری ہے عزیزان سعادت نشان محمد ابوالحسن خاں و محمد
ریاض حسن کو بہت بہت دعائیں۔

امیر فقیر

رامپور یکم اپریل ۹۹ء

دار الریاست رامپور

۲۷۔ جنوری ۹۵ء

جان سے پیارے میرے اعجاز تمہارا اقبال بلند اور عمر دراز محبت نامہ سعادت شمامہ آیا آنکھیں پرنور ہوئیں اور دل مسرور حق تعالیٰ اس حسن یاد آوری کے ساتھ دیرگاہ تم کو اقبال مند رکھے۔ اس سے قبل والی تحریر بھی شاید آئی ہو اس وقت کیفیت صومی میں کچھ یاد نہیں تاخیر جواب کا عذر خواہ ہوں افسوس صفیر مرحوم کے نتائج طبع سب برباد ہو گئے میں آپ کی سعی جمیل کا شکر گزار ہوں کوشش چلی جائے شاید کبھی کوئی چیز مل جائے۔ مقاصد حسنہ کا نسخہ صحیح نہ ملنے سے میں اب تک عبارت مندرجہ امیر اللغات کی تصحیح نقل نہ کر سکا آپ کے سب عزیزوں کو حسب مراتب ما وجب

امیر فقیر

رامپور ۲۴۔ نومبر ۹۸ء

عزیز از جان گرامی شان اقبال نشان بابو محمد اعجاز حسن خانصاحب زاد عمرکم و اقبالکم دعائے ترقیات دارین سعادت نامہ اقبال ختامہ مورخہ ۳۔ رجب نور و سرور افزائے دیدہ و دل ہوا خدا کرے آپ کی سعی دربارۂ بہم رسانی تالیفات صفیر مرحوم مشکور ہو یہ دوسرا حصہ جلوہ خضر کا جو آپ نے مجھے بھیجا ہے ایسا غلط چھپا ہے کہ قرائن مقامات سے بھی

اکثر جگہ پڑھا نہیں جاتا جس مطبع میں چھپا ہی غالب ہی کہ اس کی اصل منقول عنہ وہاں ہو اگر وہ نسخہ ملجاتا تو اس کی تصحیح ہو جاتی یہ کتاب تو مسخ ہو جانے کی وجہ سے مفید نہ رہی کتاب مصنف مرحوم نے بہت اچھی لکھی ہی مگر افسوس کہ بہت ہی بری چھپی ہی اور اس کتاب سے معلوم ہوتا ہی کہ اس کے مابعد کے دو حصے اور بھی ہیں خدا کرے یہ تصنیفات ان کے ضائع نہوے ہوں اور آپ کی کوشش سے ملجائیں افسوس کہ ان کے صاحبزادے بھی جو ہوشیار تھے قضا کر گئے چھوٹے چھوٹے دو بچے جو باقی ہیں ان سے کیا کام نکلے گا ہاں وہ شاگرد صغیر مرحوم کے جن کو آپ نے استدراک کیفیت کے واسطے لکھا ہی حسب دلخواہ کوشش کریں تو کام چلے بہر کیف آپ اس باب میں کما حقہ توجہ کیجئے اور مطبع سے اصل جلد ثانی جلوہ خضر اگر وہاں ہو تو لیجئے۔

مقاصد حسنہ کا نسخہ ابتک مجھے نہیں ملا تلاش میں ہوں ۔ عزیز از جان مولوی محمد ریاض حسن خاں اور محمد ابو الحسن خاں سلمہما اللہ تعالیٰ کو دعائیں فقط

امیر فقیر۔

۱۷۔ اپریل ۱۸۹۵ء

ریاست رام پور

گرامی شان اقبال نشان زاد عمر کم حسب وعدہ تاریخ بھیجتا ہوں غالب ہی کہ پسند آئے۔ اس سے پہلے جو تاریخ تم نے بھیجی تھی وہ دیکھکر بھیج

چکا ہوں اس کی رسید اب تک نہیں آئی۔ عظیم آبادی تاروں کے نیچوں کے لیے لکھا تھا ان کا بھی انتظار ہے۔ اس قطعہ تاریخ کی رسید بھی آنا چاہئے کہ نگرانی رفع ہو۔ مدت سے نورچشم سید ظفر حسن کا حال معلوم نہیں میری طرف سے بعد دعا کے کہو کہ کبھی کبھی خط لکھا کریں اور اپنے مشاغل و حالات سے مسرور کیا کریں مجی بابو محبوب حسن خاں ہی کبھی یاد نہیں کرتے ان سے بھی خصوصیت کے ساتھ شکایت ہے

امیر احمد امیر مینائی

کل ہوا اک گلشن شاداب میں اگزار ... کتنے دیکھنے گلستاں کتنے دیکھے لالہ زار

صفحہ روے پری دکھلا رہی تھی برگ گل ... سطر زلف حور آتی تھی نظر ہر شاخسار

تھا جو بلبل بلبل شیراز کا تھا ہمزباں ... تھا جو طوطی طوطی ہندوستاں کی یادگار

تھی بڑی حیرت مجھے یارب کسکا ہے چمن ... دیکھکر حیراں مجکو چیچہا اٹھی ہزار

گلفشانی ہے یہ طبع نازک نایاب کی ... رنگ لائی ہے یہ تازہ فکر رنگیں کی بہار

چھپ رہا ہے آگرے میں آجکل انکا کلام ... فکر سال طبع میں ہیں شاعران روزگار

سن کے یہ مژدہ کہی تاریخ میں نے بھی امیر

ہے یہ دیوان شاعر شیوا زباں کی یادگار

گرامی شان اقبال نشان زاد عمر کم و اقبالکم دعاے ترقیات روز افزوں سعادت نامہ مورخہ ۲۵ ذیقعدہ آیا مضمون خلق و محبت کے دیکھنے سے بہت ہی مسرور ہوا اللہ تعالی تمہاری عمر و اقبال میں برکت دے اور مقاصد دارین پر فائز کرے تاریخ طبع دیوان نایاب میں نے کہکر بھیجی تھی اب تم کو

پہنچی ہوگی۔ اس کی رسید کا مجھے انتظار ہے نیچوں کے بارے میں جو تم نے
دریافت کیا ہے مجھے قفلی دار چند نیچے مطلوب ہیں اور ایک نیچہ پیچوان کا۔ باقی
خیریت اپنے بھائیوں کو میری طرف سے دعا پہنچاؤ

امیر فقیر

۲۱۔ اپریل ۱۸۹۸ء رامپور

عزیز از جان گرامی شان اقبال نشان زاد عمرکم دعا کے بعد مدعا یہ ہے
کہ تحریر سعادت خیر مشعر صحت پہنچکر سرور افزائے خاطر فاتر ہوئی خداوند تعالےٰ
ہمیشہ ہمدوش صحت و ہم آغوش راحت رکھے آمین نیچوں کا بکس کھلوایا گیا تینوں
نیچے باعتبار کپڑے اور حسن بندش کے بہت اچھے ہیں کلاتبونی نیچوں کی کچھ
حاجت نہیں البتہ ان نیچوں میں کوئی نیچہ صرف نے کا جس میں قفلی نہیں ہوتی
اور وہیں بنتے ہیں نہیں ہے چند نیچے ویسے مطلوب تھے۔

حافظ جلیل حسن صاحب کو جو تذکرہ لکھنا ہے اس میں قید حیات شاعر نہیں
ہے جلوۂ خضر کا پہلا حصہ میرے پاس ہے دوسرا حصہ مطلوب ہے میں بہت
ہی مسرور ہونگا اگر آپ اس کا دوسرا حصہ تلاش کرکے مجھے بھجدیں سب
سب عزیزوں کو ما وجب۔

امیر احمد امیر مینائی

رامپور دفتر امیر اللغات

۲۸۔ ستمبر ۱۸۹۸ء

عزیز از جان اقبال نشان زاد عمرکم واقبالکم دعا کے بعد مسرت خیز ہوئی دارین

وسرسبزی نشائتین حسبِ نامہ سعادت شمامہ نور بہور افزائے دیدہ و دل ہوا
بلٹی بھی پہنچی بچوں کا بکس بھی ریل سے وصول ہوا ابھی کھولا نہیں یقیناً بچے
اچھے ہی ہوں گے ۔ میں آپ کی محبت و عنایت کا شکر گزار ہوں نصیب
اعدا طبیعت کیا ناچاق تھی مجھے نہایت تردد رہے گا جب تک حسب دلخواہ
صحت کی خبر نہ آئے گی ۔ محض استدراک حال کے واسطے یہ تحریر
مختصر بچے دیکھنے سے پیشتر روانہ کرتا ہوں خدا کرے مژدہ صحت میرے
دل افسردہ منزل کو جلد شگفتہ کرے اس کے بعد تحریر مفصل بچوں سے
متعلق بھیجونگا سب عزیزوں کو حسب مراتب سلام و دعا۔ محب دلنواز
گرامی شان بابو محبوب حسن خاں بیرسٹرایٹ لا کا خط بہت دنوں سے
نہیں آیا ان کو بھی سلام مسنون اخلاص و دعا مشحون اور دوستانہ
شکایت کوتاہ قلمی پہنچے ۔ برخوردار کامگار بابو ظفر حسن خاں کو ادعیہ کثیرہ
کے بعد یہ پیام پہنچے کہ اپنی کیفیت خصوصاً تعلیمی حالت اپنے ہاتھ سے
لکھکر مسرور کریں فقط

فقیر امیر احمد مینائی لقلم یکے از اہل دفتر

عزیز از جان من منشی محمد اعجاز حسن صاحب زاد عمرکم و اقبالکم دعائے
سرسبزی نشائتین و سرخروئی دارین محبت نامہ سعادت شمامہ نور و سرور
افزائے دیدہ و دل ہوا مقاصد حسنہ کا نسخہ میرا مملوک نہ تھا ایک دوست
سے مستعار منگوا لیا تھا وہ اب یہاں نہیں ہیں میں نے ان کو خط لکھا ہے کہ عبارت
مطلوبہ کی نقل بھیجدیں اب تک ان کی جواب کا انتظار رہا اس

وقت بنظر رفع نگرانی یہ مختصر تحریر بدست رعشہ دار سے لکھکر بھیجتا ہوں جس
وقت وہ عبارت آجاے گی فوراً بھیجونگا۔ جلوۂ خضر کے دو حصے اور
ہونا اس حصہ دوم سے معلوم ہوا شاید ان کے چھپنے کی نوبت نہ آئی
ہو گی اگر آپ کی کوشش سے قلمی دونوں حصے نقل کے واسطے مل سکیں
تو بہت ہی جی خوش ہو اور اگر صفیر مرحوم کے جانشین مستعار نہ دیں تو وہیں
نقل لینے کا بندوبست کیا جاے اور ان کے کتب خانے کی فہرست
بہم پہنچانے میں بھی سعی کرنا باعث منت ہوگا اعزہجان منشی محمد ریاض حسن
خاں کو دعائیں فقط

امیر فقیر مینائی ۱۰ نومبر ۹۸ء

رامپور ۱۵۔ مارچ ۹۹ء

اعزہجان سعادت و اقبال نشان زاد عمرکم و اقبالکم سلام مسنون
دعاے ترقیات مشحون سعادت نامہ پہنچا اور دس نسخے دیوان نایاب کے
آے باعث سرور موفور ہوئے دیوان کی چھپائی اور خوش اسلوبی دیکھکر
بہت جی خوش ہوا خداوند تعالی تمہاری محنت و حسن کارگزاری ٹھکانے
لگائے کہ یہ دیوان محبوب و مرغوب ہو کر قبول عام کا خلعت پائے
میری تاریخ جو تمہیں اسقدر پسند آئی اس کی وجہ زیادہ تر یہی ہے کہ تم کو میرے
ساتھ ایک قلبی علاقہ ہے اور میں بھی تمہاری سعادت و لیاقت سے اس
قدر خوش ہوں کہ اس کو بیان کر نہیں سکتا ہمیشہ دعاے خیر سے یاد
کیا کرتا ہوں اللہ تعالی تم کو جمیع مقاصد پر فائز کرے۔ سب بندہ زادے

دیوان پاکر سلام اور شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اپنے بھائیوں کو میری طرف سے
بہت بہت دعا کہو فقط

امیر فقیر

ریاست رامپور۔ ۲۶۔ جون سنہ ۹۹ء

گرامی شان سعادت و اقبال نشان زاد عمرکم و اقبالکم دعاے ترقیات
روز افزوں۔ نامہ سعادت شمامہ آیا پارسل موصول ہوئی چار نیچے ڈیڑھ خمے
اور ایک فتح پیچ پہنچا میں نے خوش ہوکر آپ کو دعائیں دیں اللہ تعالی آپ
کو خوش رکھے اور اس دلنوازی کا اجر دے دیوان نایاب کے نسخوں میں
اس شعر کی تصحیح کردی گئی باقی خیریت ان سطروں کو پارسل کی رسید اور
شکریہ سمجھیئے۔

امیر فقیر

مولوی محمد ریاض حسن خاں صاحب المتخلص بہ خیال در ریختہ، و دانش در پارسی رئیس رسولپور ضلع مظفرپور کے نام

رامپور۔

۷۔ نومبر سنہ ۹۳ء

اعزبجان سعادت و اقبال نشان زادت مراتبکم۔ سلام و دعا۔ آپکا
محبت نامہ مع کلام اصلاح طلب آیا تھا افسوس کہ میں اپنی معذوریوں

کی وجہ سے جواب بھی نہیں دے سکا جس ہول کا دورہ پڑ جانے سے طبیعت بہت بے کیف ہی معہذا اکثر اعزہ کی بیماری سے نہایت تشویش اور پریشانی رہتی ہی آپ کا کلام میں نے بحفاظت رکھوا دیا ہی ذرا طبیعت کو سکون اور اطمینان ہو لے تو اُسے نکلوا کر دیکھوں امید کہ آپ اس تاخیر کو بے التفاتی پر محمول نہ کریں اور کبھی کبھی اپنی اور سب کی خیریت سے مسرور کرتے رہیں ۔ عزیزی محمد ابو الحسن خاں کو دعائیں محمد اعجاز حسن خاں کو ما وجب

امیر فقیر

عزیز از جاں اقبال نشان زاد عمرکم دعاے ترقیات دارین تحریر سعادت خمیر نور نیمرور افزائے دیدہ دل ہوئی ۔ دوسرا حصہ جلوہ خضر کا بھی پہنچا اس محبت و سعادت کا شکر گزار ہوں حق تعالی تمہاری عمر دراز اور تم کو اقران و اماثل میں ممتاز رکھے ۔ افسوس کہ یہ کتاب بہت ہی بری چھپی ۔ بہر کیف مجھے جو اس کی نسبت فکر تھی وہ تمہاری عنایت سے رفع ہو گئی ۔ صفیر مرحوم کے پاس شاعری سے متعلق کتابیں خصوصاً کلیات و دواوین شعراے سلف بہت تھے معلوم نہیں ان کے اعقاب میں کوئی ان سے منتفع ہوتا ہی یا نہیں اور مجھ سا مشتاق ان کتابوں میں سے کوئی کتاب مستعار پا سکتا ہی یا نہیں ۔ اگر ممکن ہو تو ان کے کتب خانے کی فہرست منگوا کر ایک نقل اسکی مجھے بھیج دیجئے اور بعد مطالعہ فہرست جن کتابوں کا میں طالب ہوں اپنی وضعداری سے ان کو مستعار دلوانے میں کوشش کیجئے ۔ دفتر امیر اللغات میں کمیاب و نایاب دواوین سے شعراے گزشتہ کی بہت حاجت

رہتی ہے آپ لوگوں کی سعی جمیل بہت باعث شکر گذاری ہوگی ۔ اعزیجان
مولوی محمد اعجاز حسن خاں اور اقبال نشان منشی محمد محبوب حسن خاں علی اللہ
شانہما کو سلام و دعا بو حدت مضمون فقط

امیر فقیر
۱۶ - اکتوبر ۱۸۹۸ء

مولوی محمد مہدی حسن خاں صاحب شاداب رئیس رسول پور کے نام

میرے قدر افزا دلنوازی میں یکتا سلامت ۔ سلام نیاز مکرمت نامہ
عالی کے جواب میں عریضہ ۱۹ دسمبر ۱۸۹۳ء کو رسول پور بھیجا تھا پہنچا تو ہوگا
مگر رسید نہ آنے سے ذرا تردد ہے کئی دن ہوئے ایک نمونہ امیر اللغات
کا روانہ خدمت عالی کیا ہے امید ہے کہ غور سے ملاحظہ ہو کر پوری جمیری اس
کی قبول فرما کر سند قبول لطف ہو اور عمدہ رائے دیجائے محمد احمد نے
صحت پاکر پنجاب کا سفر کیا ہے ایک مہینے میں واپس آنے کا ارادہ ہے
اس سفر کا نتیجہ اگر اس لغت کے حق میں اچھا ہوا تو دوسرا سفر اور کسی لین
پر کریں گے میری رائے نہ تھی کہ ابھی سفر کیا جائے مگر جناب لفٹنٹ گورنر
بہادر ممالک مغربی و شمالی کی رائے یہی ہوئی کہ جب تک کوئی لائق آدمی
ملک میں پھر کر اشاعت نہ کرے گا تب تک ملک متوجہ نہ ہوگا اور صحیح
انتخاب ممبران کمیٹی انتظامی و مشیر کا نہ ہوگا ۔ یہ جو اس ابر ج نمونہ ہوئے

ہیں ان میں سے اکثر چھٹ جائیں گے بعض لایق آدمی بڑہ جائیں گے
سفر سے مقصود طلب زر نہیں ہی بلکہ لایق آدمیونکا انتخاب کرنا ہی روپیہ
تو اس کام کے واسطے بہت درکار ہی جس کو میں اور میرے احباب
نہیں لگا سکتے اس کے ذمہ دار تو لائل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ہیں
البتہ مجھکو اہتمام لغت کے واسطے دو تین ہزار روپیہ درکار ہی جس کو میں
اپنی ذات سے صرف کروں خواہ اپنے فراخ حوصلہ احباب سے لوں اور
مصارف سے قطع نظر اس پورے سفر ہی میں بہت مصارف پڑیں گی
اور پڑ رہی ہیں خیر کچھہ ہو ہی رہیگا اطفال تسلیم گزار ہیں ۔

امیر فقیر عفی عنہ ۳ جنوری ۱۸۹۵ء

قدرداں امیر فقیر سلامت ۔ تسلیم و تکریم مکرمت صحیفہ آیا سرفراز فرمایا
بند انتظار سے چھڑایا امیر اللغات کے نمونے کی رسید بہی آئی اس کو
سراسری مطالعہ فرما کر جس قدر داد دی گئی اس نے بہت دل بڑہایا
جب آپ سے بالغ نظر سرآمد اہل ہنر اس کو پسند فرماتے ہیں تو امید
واثق ہی کہ منصف طبع اس کی قدر کریں گے ابہی یہ نمونہ پورا پورا نمونہ
اس لغت کا نہیں ہی اس لیے کہ میں گوناگوں مکروہات میں گھرا رہا وقت
تعمق و استقراء کا باطمینان ہاتھ نہ آیا معہذا تنہا تنہا محمد باحمد بہی بیمار تھے
جس وقت علمی کمیٹی لایق ممبروں کی جمع ہو کر جی لگاے گی اور کام
منقسم ہو جائے گا تو امید ہی کہ امیر اللغات اس سے بدارج حسن
تالیف اور محاسن تصنیف میں سوا ہو گا ۔ ریویو ابہی اخبار میں

کیوں کر ملاحظہ ہوتے سوا آپ کے چند احباب کے کسی کو بھیجا ہی ہنیں سر
الفرڈ لائل صاحب بہادر لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی وشمالی جن کی فرمایش
سے یہ نمونہ درست کیا ہی وہ ابھی اس کی اشاعت کی اجازت ہنیں دیتے
محمد احمد نے ان کی رائے کے موافق سفر عمدہ مقامات ہندوستان کا ارادہ
کیا ہی چنانچہ علیگڈہ میں آنریبل سید احمد خاں سے ملکر دہلی سہارنپور انبالہ
پٹیالہ امرتسر لاہور وغیرہ کی سیر کی اور ان مقامات کے لایق یورپین اور
ہندوستانیوں سے ملکر رائیں لیں اور جن کو لایق سمجھے ان سے ممبری
کی درخواست کی اور جن کو اہل اور متوجہ نہ پایا ان سے ہاتھ اٹھایا فہرست
مشیر اور انتظامی کمیٹی کی جو اس میں ہی وہ قابل اعتبار ہنیں بہت لوگ گھٹ
جائیں گے اور بعض بڑہ جائیں گے کسب زر اس گردش سے مقصود
ہنیں اس کی صورت جو کچھ صاحب فرمائش کو منظور ہو گی وہ کریں گے
مقصود اس سیر و سیاحت سے لایق ممبروں کی تجویز اور ملک کو متوجہ کرنا ہی
البتہ اس سفر میں جو مصارف پڑتے ہیں وہ میری زیرباری کا باعث ہونگے
اور مجھہ پر کئی برس سے ایسے پیچ پڑے ہیں کہ متحمل ایسے مصارف کا ہونا
دشواری سے خالی ہنیں دیکھئے کیا انجام ہوتا ہی محمد احمد اب کی مرتبہ جو اٹھیں گے
تو غالباً آپ ہی کی طرف کا سفر کریں تا کہ آپ سے ملیں بھی اور علاوہ حسرت
زیارت بر لانے کے اس کی پوری حقیقت من اولہ الی آخرہ عرض کر
رائے لیں اور ہر عنوان استمداد کریں مگر وہ استمداد ہر گز کسی یگانہ و بیگانہ
سے مقصود ہنیں جو بار خاطر ہو امید ہی کہ آپ پورے نمونے کو مطالعہ

فرمائیں اور جس جگہ جو خدشہ ہو وہ لکھدیں میری نظر میں خوب بجا بجا مخدوش ہی جس کی
اصلاح وقت تالیف لغت کی جائے گی دامن گلچین سے میں سنے مدت ہوئی
کنارہ کیا ایک سال پورا کر دیا تھا تاکہ زر واجب خریداروں کا اپنے ذمے نہ رہے
جب پارسال میں لکھنو سے رامپور چلنے لگا تو اپنے ایک عزیز شاگرد واحد علی
بسمل کو سپرد کیا کہ وہ اپنے شوق سے بقدر امکان اس کو سنبھالتے ہیں مگر سنبھل
نہیں سکتا اس لیے کہ مجھے یہاں مطلق فرصت نہیں جو خود کچھ کہوں یا
شاگردوں کا کلام بنا سکوں اور محنت کے بغیر کوئی کام ہو نہیں سکتا میرے
سب اطفال بکمال ادب تسلیم گزار ہیں کم فرصتی میں یہ چند سطریں لکھیں اور
مکرمت نامہ عالی محمد احمد کو دیدیا غالباً وہ کچھ لکھیں گے امید ہی کہ سلسلہ
رسل و رسائل جاری رہے اور تغافل نفرمایا جاسے فقط

امیر فقیر عفی عنہ

۱۹ ربیع الآخر سنہ ۱۳۱۸ ہجری روز جمعہ

مخدوم مخلص نواز سلامت ۔ تسلیم و تکریم ایک مدت سے آپنے مخلص
نوازی کے خلاف یہ شیوہ تغافل شعاری اختیار کیا ہی کہ جب تک آرزو مندِ
اخلاص نقش اچھی طرح تڑپ نہ لیں تب تک ان کی طرف التفات
ہوتا ہی نہیں ہر نامہ نیاز کا بصیغہ رجسٹری روانہ کرنا تکلف سے خالی نہیں
اور بغیر اس کے جواب لطف نہیں ہوتا براے خدا یہ رنگ اب بدل دیجیے
اور بوضع قدیم مہربانی فرمایا کیجئے کچھ تحائف جرائد و کتب مطلوبہ کے قسم سے
بھیجنے کو آپ نے لکھا تھا اُن کا بھی انتظار رہا میں نے یہاں کی چند

مخصوص اشیا کی نسبت مرضی دریافت کی تہی اس کا جواب بہی قلم انداز
ہوا انہوں حقوں چلموں سے ہیں نے بالکل قطع نظر کی انکا آپ اب ذرا
خیال نفرمائیں جب کاریگر اس قدر مجہل ہیں تو آپ بہی مطلق التفات
نہ کریں یہ میں نے اس واسطے عرض کیا کہ مبادا آپ کو نصیب دشمناں
یہ حجاب خط لکہنے سے روکتا ہو تو اس کو بالکل القت کیجیے اوروں کے
افعال کے ذمہ دار آپ کیونکر ہو سکتے ہیں اور یہ خفیف سا جزئی امر کیوں
باعث حجاب ہو میں کبہی آپ کی کم توجہی پر اس کو حمل نہیں کر سکتا جانشا تم جا
وکالت کی نسبت لکہنو میں آپنے کچہہ مجکو تحریر فرمایا تہا جس کی تفصیل میں
بہول گیا لہذا امیدوار ہوں کہ پہر مفصل ارشاد ہو کہ کتنے زمانہ میں اس
ملک میں ذہین آدمی جو نا واقف انگریزی ہو اور عربی فارسی اردو سے
آگاہ ہو وکالت کی لیاقت حاصل کر سکتا ہی اور کیا کیا مدد اس کو آپ کے
سرکار سے مل سکتی ہی محمد احمد کو اس ریاست میں پچاس روپے ماہواری
تک کی نوکری مل سکتی ہی مگر ترقی معتد بہ کی امید نہیں اور وہ چاہتے ہیں
کہ میں فراخ حوصلہ فلاح حاصل کروں اور میں بہی اس کو بخیال حاجات
آئندہ پسند کرتا ہوں اس لیے کہ میرا ہر نفس واپسیں ہی اور اعقاب
کا قافلہ بڑا جائداد کوئی پیدا نہیں ہوئی پہر اس قافلے کی خدمت گزاری
بغیر عمدہ وجہ معاش کے کیونکر ہو سکے گی میں نے تو وقت اچہا پایا دس
بڑہی تو بیس سے اچہی گذر گئی اب صرف ہندوستانی لیاقت کو
کوئی پوچہتا ہی نہیں دور سلطنت انگلشیہ ہی ریاست کے قیام سے

وہ حاصل نہیں ہوئی اب قصد کیا جاتا ہے تو محمد احمد کا مقتضائے عمر نہیں۔
باایں ہمہ وہ ارادہ کرتے ہیں کہ میں تین برس متصل کوشش کروں
اس بارے میں ارباب فہم سے رائیں لی جاتی ہیں چونکہ آپ سرتاج
اہل آرائے سلیم اور اس کے مربی اور میرے مہربان و قدردان قدیم
ہیں لہذا آپ سے استفادہ و استمداد و استشارہ واجب ہے شرح وبسط
سے اس کا جواب باصواب کہ اس کو کیا کرنا مناسب ہے جو جلد موصل
الی المقصود ہو مرحمت ہو یہ بھی ضرور ارشاد ہو کہ محمد احمد اگر اس ملک میں
رہ کر قانون وکالت یاد کرنے میں یا اور جس ذریعے سے آپ تجویز فرمائیں
فلاح حاصل کرنے میں برس دو برس تین برس کوشش کریں تو مجھے
کس قدر ماہوار کفالت ان کی آسایش رہی کے واسطے ضرور ہوگی نسبت
زمان اطمینان کی جو تین برس اس طرف تھا میں ہنوز پریشاں ہوں مگر ان
تین برس میں جو پریشانیاں رہیں بحمد اللہ کہ ان کے اعتبار سے میرا حال اب
اچھا ہے اور خداوند تعالیٰ آقائے ولی نعمت کو سلامت اور صحیح رکھے تو امید
ہے کہ تلافی مافات ہو جائے اگر محمد احمد کے لیے وہاں آپ کی اعانت اور
آپ کی ہدایت آپ کی دستگیری آپ کی سفارش آپ کی عنایت
سے کوئی اچھی صورت رونما ہوئی تو عجب نہیں کہ میری زندگی نے اگر جلد
بیوفائی نہ کی تو کبھی میں بھی ادھر آنکلوں اور زیر سایۂ خدام کرام کبھی کسی زمانے
میں چندے راحت اٹھاؤں یہ ایک معمائے خیالی ہے جس کا حل کرنا
اس وقت مناسب نہیں چونکہ آپ سے کمال خصوصیت معنوی حاصل ہے

لہذا سب کچھ لکھہ جاتا ہوں جواب جلد لطف ہو

امیر فقیر عفی عنہ

چہ می پرسی ز احوال دل غمدیدہ ام چوں شد
دلم شد خوں و خوں شد آب و آب از دیدہ بیروں شد

قدر دانا دلنواز ا زاد حشمتکم۔ سلام سنۃ الاسلام مدت دراز کے بعد محبت نامہ آیا ممنون و مسرور کیا اچھا التزام آپ نے دیا سبحان اللہ رحلت نواب خلد آشیاں کے بعد کئی خط میں نے روانہ کئے اور لخت جگر محمد احمد کا بیان ہے کہ تین خط میں نے بھیجے ایک جسٹرڈ اور دو بیرنگ مگر کسی کا جواب نہ پایا مجموع پانچ خط ہوے اور آپ کا ایک عنایت نامہ آج پہنچا ایک پیشتر آیا تھا اس کا جواب جا چکا اس کا جواب یہ ہے میرا حال آپ نے پوچھا اس کا شکر گزار ہوں مگر دکھا ہوا دل زیادہ کیا بالاجمال تو عنوان کے شعر میں حال موجود ہے تفصیل یہ ہے کہ آقا اور محسن شفیق اور عزیز دوست اور قدر افزا شاگرد و ہنر شناس دنیا سے اٹھ گیا ایک تو اس کی مفارقت دائمی کا غم اس پر طرہ افکار و تشاویش کی زیادتی اس سے قیاس کر لیجیے میرے ساتھ خاص جو اُن کا برتاؤ تھا وہ سوا میرے اور ان کے کسی کو معلوم نہ تھا ماہوار تو تنخواہ وہ مجکو دیا کرتے تھے اور ہر سال ختم سال پر چار پانچ ہزار روپیا دیتے تھے اور اس طرح دیتے تھے کہ وہ جانتے تھے اور میں اور خدا بس اور کسی کو خبر نہ ہوتی تھی یوں پانچ چھ سو روپیہ ماہوار مجھے ملتے تھے جس میں میں بسر کرتا تھا اگر کسی وجہ سے

کچھ مقروض ہو جاتا تھا تو میری ناواقفی میں دائن کو ادا کر کے دستاویز پھیر لیتے تھے پھر مجھے علم آتا تھا جلوت کی ملاقات میں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ ہم نوکر اور یہ آقا ہیں مگر خلوت میں وہ برتاؤ تھا کہ جیسے بے تکلف سچے احباب میں ہوتا ہے خصوصیات روز افزوں تھے اب ان امور کا پتا کہاں رام پور ہے اور مڈل پاس مدار المہام بہادر ایک بڑے جفاکش اور مدبر و منتظم آدمی ہیں اصول انتظامی کو انگریزی رنگ پر لاتے جاتے ہیں بے خدمت بنظر استحقاق یا خصوصیت و پرورش کسی کو رکھنا یا تنخواہ دینا اصول انتظامی انگلشیہ کے مخالف ہے میری تنخواہیں بھی بلا سبب گھٹنے کی کمی ہو گئی سرکار گردوں وقار نے اختیارات سپید و سیاہ مدار المہام بہادر کو سونپ رکھے ہیں ایشیائی باغ جو انہوں نے دنیا بھر سے گل بوٹے چنکر لگایا تھا خزاں کے ہاتھوں اجڑ رہا ہے میں بھی اس باغ کا ایک کملایا ہوا شجر ہوں جس کے بہت سے پھول اور بہت سی شاخیں ہیں پھیلی ہوئی تھیں اب جب اصل شجر ہی نقصان ہے تو پھول پتیوں کی طراوت معلوم مڈل پاس آ آکر ملازم ہو رہے ہیں اور انتظامی گروہ میں جگہ پا رہے ہیں حکیم عبد العلی صاحب ہمارے کے ملازم ہوئے تھے اور ہماری ترقی کر کے سالہا تک انہوں نے جگہ پالی تھی اب یہاں کا رنگ دیکھ کر وہ ہجرت کر گئے طبیب خاندانی ہیں آدمی معقول ہیں زیادہ حذاقت کا مجھے تجربہ نہیں ہوا میں نے سنا ہے کہ بابا صاحب ماہوار کے قریب وہ آزادی سے اپنے وطن لکھنؤ میں پیدا کر لیتے ہیں دیکھنا چاہئے کہیں اور جائیں یا نہ

جائیں۔ آدمی متین اور مستقل مزاج اور متمول ہیں مضطرب الحال نہیں نواب
مرزا خاں صاحب داغ سے کارخانہ اصطبل پہلے نکل گیا تھا فراشخانہ کی
موجودات وہ خود دیکھا کر مستعفی ہوئے استعفا منظور اور رخصت دو ماہ کی منظور
ہوئی گئی۔ وزہوے کہ وہ بھی چلے گئے احتمال آنے کا ضعیف ہی ہیں ہی
نہایت ہی دل برداشتہ ہوں معمولی وقت پر حسب حکم سرکار تسلیم گاہ میں
جاکر تسلیم بجالاتا ہوں دگرہیچ . . . . گو میں
نہایت ہی شکستہ خاطر و افسردہ دل ہوں مگر آپ اپنے بھائی کا دیوان
ضرور بھیجئے بسر و چشم لے کے دیکھونگا والسلام خیر ختام ۲۷ شوال ۱۳۰۵ھ
۱۹ جولائی ۱۸۸۸ء رامپور متصل مرادآباد

قطعاتِ تاریخ

از جناب سید زاہد حسین صاحب زاہد موسوی الکاظمی (صاحبِ دیوان)

١٣٢٨ھ

اے زہے نثر دلفروز امیر | جو ہے مانند نظم پر تاثیر
جب کوئی واقعہ کیا تحریر | صاف لفظوں میں کھینچدی تصویر
فوج مضموں کے ساتھ ساتھ رہی | لفظ و معنی کی بیشمار بھیڑ
نقش پائے امیر پر وہ چلے | جو پرانی لکیر کے تھے فقیر
رنگ تحریر خوشتر از تقریر | طرز تقریر بہتر از تحریر
نقطۂ نونِ خط ہر اک نقطہ | اور خطِ جوہری ہر اک لکیر
نثر اور نظم دونوں یکتا ہیں | دونوں ہموزنِ طرزِ غالب و میر
مایۂ ناز لکھنؤ کے لیے | باعثِ فخر مصحفی و اسیر
ایک منبر بڑھی ہوئی نکلی | میر سے بھی امیر کی توقیر
خانِ ذی شان جنابِ ثاقب نے | جو کہ ہیں قندِ پارسی کے مدیر
جمع یکجا کیے ہیں چند خطوط | پائے جو کچھ نقیر اور قطمیر
ہے وہ ہر خط میں نور کی تحریر | جس سے روشن ہو عقل اور ضمیر
بہر تعلیم اور سبق آموز | بہر ہر طفل و جوان و پیر
سالِ ترتیب یہ خرد نے کہا | ہیں خرد نامہ نامہ ہائے امیر

١٣٢٨ھ

ولہ

پچھ تو استاد کے خط جمع ہوے شکر صد شکر خداے قیوم
عود ہندی کی طرح ہند میں ہے اب اس اردوے معلیٰ کی بھی دہوم
سال ترتیب یہ لکھو ز آہ واہ رقعات امیر مرحوم
۱۳۲۸ھ

از جناب مولوی رضا علی صاحب وحشت رضا دیوان کلکتہ

یادگار از امیر مینائی آں سخن پرور ستودہ صفات
بود ایں دفتر مکاتیبش کہ ز نا قب دوبارہ یافت حیات
فکر تاریخ داشتم وحشت گفت ہاتف طلیعۂ مکتوبات
۱۹۱۱ء

از حضرت خواجہ عزیز الدین صاحب عزیز لکھنوی مصنف کلیات نظم و نثر

فارسی

امیر احمد امیر آں میر مینو جاے مینائی کہ با حوراں بود صبح و مسا در بادہ پیمائی
سخن دیر مغان و بود او پیر مغاں گویا کہ طبعش کرد مینائی ملم اشعار صہبائی
سخن دانی سخن گوے کہ اندر عصر خود بود ربودہ گوے از خیل سخن گویاں بگویائی
فراہم کرد مکتوبات او را احسن اللہ خاں بکار حسن حسنت آفریں برکار فرمائی
ز قند پارسی بود آنکہ چندی در شکر ریزی ز قند ہندی اکنوں کرد چوں طوطی شکر خائی
ز نیرنگ مضامینی کہ دیدا نظم و نثر او طلسمے دلکشائی بست با صد زیب و زیبائی
عزیز از روے ایمائے سروش غیب تاریخش بچشم اہل بینائی سپہرے ہست مینائی
۱۳۲۸ ہجری

ریویو

نوشتۂ شمس العلما حضرت مولانا شبلی نعمانی

اردو شاعری کے اخیر تاجدار دو شخص تسلیم کئے گئے ہیں، امیر و داغ امیر، یعنی منشی امیر احمد صاحب مرحوم شاعری کے علاوہ بہت سے کمالات کے جامع تھے، یعنی اگر وہ شاعر نہ ہوتے تب بھی ایک نامور شخص ہوتے، اس بنا پر اور نیز ان کے کمال شاعری کے لحاظ سے ضرور ہے کہ ان کی مفصل، اور جامع سوانح عمری لکھی جائے۔ افسوس ہے کہ اب تک کسی نے اس ضروری کام کی طرف توجہ نہیں کی، یہ افسوس اس لحاظ سے اور زیادہ بڑھ جاتا ہے کہ منشی صاحب موصوف کا سلسلۂ تلامذہ نہایت وسیع ہے، جس میں متعدد ایسے حضرات موجود ہیں کہ جو اس فرض کو خوبی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں۔

ہم اپنے معزز دوست مولوی محمد احسن اللہ خاں صاحب ثاقب کے ممنون ہیں کہ انہوں نے گو سوانح عمری لکھنے کی تکلیف نہیں اٹھائی لیکن اس کے لیے ایک بہت ضروری مصالحہ مہیا کر دیا۔

سوانح کا بڑا ضروری اور دلچسپ حصہ اس شخص کے روزمرہ کے حالات و مقالات و خیالات ہوتے ہیں، انسان کے خیالات اور انداز طبیعت کا پتا زیادہ تر اس کی خط کتابت اور مراسلت سے

لکھتا ہی مولوی صاحب موصوف نے جناب منشی صاحب کے خطوط جابجا سے بہم پہنچا کر ایک خاص طریقے سے مرتب کئے ہیں جن سے اگر کوئی چاہے تو سوانح عمری کا بہت کچھ سامان حاصل کر سکتا ہی۔

کسی مصنف کے سوانح کا دوسرا ضروری حصہ اُس کے کلام کی تقریظ و تنقید ہی۔

مولوی صاحب موصوف نے ان خطوط کے دیباچے میں مختصر حالات کے ساتھ کلام پر ناقدانہ ریویو کیا ہی اور اس فرض کو ایسے بے لاگ طریقے سے ادا کیا ہی کہ استادی کے حقوق بھی نظر انداز کر دیے ہیں میری رائے جناب منشی صاحب مرحوم کے کلام کے متعلق ممکن ہی کہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو لیکن میں اگر انکا شاگرد ہوتا تو ایسی بے لاگ بیدردانہ تنقید نہ کر سکتا

منشی صاحب مرحوم کی لپیٹ میں مرزا داغ بھی آ گئے ہیں اور جب ہمارے دوست کو استادی کا حق اظہار حق سے مانع نہوا تو داغ کا کیوں پاس کرتے اس بنا پر داغ کی کمزوریاں اور غلطیاں دکھلائی ہیں اور اس میں اس بات سے مدد لی ہی کہ داغ کا علمی سرمایہ کچھ نہ تھا۔

لیکن اہل عرب کا خیال ہی کہ شاعر جسقدر علوم رسمی سے بے بہرہ ہوگا اُسی قدر بڑا شاعر ہوگا یہی بات ہی کہ شعرائے جاہلیت کی برابری شعرائے اسلام نہیں کر سکتے۔

فارسی میں دیکھئے تو ہر شخص جانتا ہی کہ فردوسی، انوری اور نظامی

کے مقابلے میں جاہل تھا تاہم انوری کو اُس کی عبودیت کا اقرار ہے اور نظامی کہتے ہیں سہ کہ آراست زلف سخن چوں عروس - جامی علم و فضل میں نظامی سے بڑھکر ہیں - غرض شاعری کا تعلق جذبات سے ہے معلومات سے نہیں -

بہرحال جو خدمت ہمارے دوست نے اردو علم ادب کی کی ہے اہل زبان اس کے ہمیشہ مشکور ہوں گے اور اگر میں اہل زبان ہوتا تو یقیناً میں بھی مشکور ہوتا سہ احب الشاعرین ولست منہم -

شبلی

۱۹ - جنوری ۱۹۱۱ء

نگاشتہ خان بہادر جناب سید علی محمد صاحب شاد رئیس پٹنہ عظیم آباد

بسم اللہ خیر الاسماء مکتوبات امیر کا مسودہ میرے واجب التعظیم بہت بڑے قابل و باکمال دوست جناب مولوی محمد احسن اللہ خانصاحب ثاقب نے مجھے دیکھنے اور اس پر رائے دینے کے لیے مرحمت فرمایا - جس کا شکریہ میں تہ دل سے ادا کرتا ہوں

جن بزرگوں کی نظر سے رسالہ ہائے قند پارسی گزرتے رہے ہیں

وہ حضرت ثاقب کی اعلیٰ درجہ کی قابلیت اور زور قلم کے ضرور قائل ہونگے۔ میں نے اس مسودہ کو پڑھا اور ان کی محنت و قدر شناسی و قابلیت و آزادہ روشی پر بے اختیار عش عش کیا۔

ابتدا میں انہوں نے میرے باکمال و واجب الاحترام دوست منشی امیر احمد صاحب مرحوم کے جو حالات قلم بند فرمائے ہیں افسوس ہے کہ وہ بہت کم اور ناکافی ہیں لیکن تاہم بہت کچھ غنیمت ہیں' ان کے مکتوبات سے ان کے خصائل حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ اور معلومات فن پر روشنی پڑتی ہے'

امید ہے کہ یہ مکاتیب رہروانِ جادۂ تکمیل کے لیے چراغ ہدایت ہوں گے۔

حضرت ثاقب نے بیشک منشی صاحب کے کلام پر بھی آزادانہ ریویو فرمایا ہے' اور پھر جناب داغ کے کلام سے موازنہ کر کے جابجا فرق دکھایا ہے اس آزادانہ روش کی میں حضرت ثاقب کو مبارکباد دیتا ہوں۔ مگر دبی زبان سے اتنا عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ حضرت امیر کا پہلا دیوان جسقدر ان کی پختہ کلامی و استادی و باکمالی پر روشنی ڈالتا ہے' اس قدر جدید روش کا دیوان روشنی نہیں ڈالتا۔

بہرکیف موازنے کو میں ہر طرح پسند کرتا ہوں' اور اس کو دیکھکر ایک گونہ تسکین ہوتی ہے کہ اب نقادانِ سخن لفظ و معانی اور اصلیت مضمون اور واقعیت بیان و ماحصل شاعری کو اپنی دوربین نگاہوں سے بہت کچھ

ملاحظہ فرمانے لگے ہیں۔

میں بہ سبب پیرانہ سالی و مشغولی بعض تصانیف نہایت عدیم الفرصت ہوں اس لیے اس سے زیادہ اس بیان میں طوالت نہیں دے سکتا۔

آخر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ مکتوبات امیر ہر طرح پسندیدہ اور مہذب سخن سنجوں کیلئے ایک گلدستۂ روح افزا ہے۔

خداوند عالم اس کے باکمال مولف کی عمر و جمعیت خاطر میں ترقی عطا کرے آمین۔ وقد کتبہ بیمناہ۔

علی محمد شاد

از پٹنہ

رقمزدہ جناب مولوی سید علی حیدر صاحب نظم طباطبائی لکھنوی پروفیسر نظام کالج حیدرآباد دکن

مکتوبات امیر مینائی مرحوم کو جمع کر کے حضرت ثاقب نے زبان اردو کی بڑی خدمت کی ہے جزاہ اللہ خیر الجزاء

ان مکتوبات کا مقدمہ بھی نہایت دلچسپ لکھا ہے کہ میں نے جب تک سب پڑھ نہ لیا ہاتھ سے نہ رکھا۔

داغ و امیر کے موازنے میں استدلال و توجیہات کی جا بجا ضرورت

ہی سے ترک کیا ہی۔

یہ فقرہ بھی میرے تکدر خاطر کا موجب ہوا کہ "اسیر کا تلمذ اور اہل لکھنؤ کی صحبت مانع ترقی و کامیابی ہوئی" اگر دلی میں پیدا ہوتے اور اساتذۂ دہلی کا کلام سامنے رہتا تو وہ استاد ارجمند ہوتے۔

اور یہ قول بھی صحیح نہیں کہ "اب شاعری مر چکی" ابھی شعر کے کتنے ہی میدان ہیں کہ اردو گویوں نے ادہر قدم نہیں اٹھایا ہی جو شخص فارسی میں وسعت نظر رکھتا ہو اُس کے قلم سے اس فقرے کا نکلنا تعجب ہی

نیازمند

علی حیدر طباطبائی

از جناب منشی امیر احمد صاحب علوی بی اے بہرہ

حضرت محسن کاکوروی طاب ثراہ

دانایان فرنگ کا قول ہی کہ شاعری بنی نوع انسان کا ایک فطرتی جذبہ ہی اور اس کا تعلق تہذیب و تمدن سے بہ مقدار مضبوط ہے کہ جس قوم میں کوئی روشن خیال اور باریک بیں شاعر نہو وہ متمدن نہیں کہی جا سکتی اور جس گروہ نے ایک شاعر بھی ایسا بلند مرتبہ پیدا کیا ہو جس کی بلند نظری کے سامنے سخن فہموں کو سر تسلیم خم کرنا پڑے اس کی نسبت سمجھنا چاہیے

کہ وہ ضرور تہذیب کی ایک اعلیٰ منزل تک پہنچ چکی ہے۔

یہ بھی فطرت کا ایک قانون ہے کہ اس عالم ایجاد میں جب تک فنا عالم اجرام و اجسام سے نجات نہ دے ہر ایک ذی روح کو طفلی شباب اور پیری کی ناہموار منزلیں طے کرنا ہوتی ہیں اور ایک مستقل حالت پر قیام نصیب نہیں ہوتا۔

قوم افراد انسانی کے اجتماع کا نام ہے اور اس لیے یہ بھی فطرت کے اس سخت قانون کی مجبوراً پابند ہے اور اس تبدیل حالت کو زمانہ حال میں عروج و ترقی تنزل و فنا کے ناموں سے تعبیر کیا کرتے ہیں۔

ہر ایک قوم کی ترقی و تنزل کی سچی حالت اس کے اخلاق و عادات حرکات و سکنات سے معلوم ہوتی ہے اور اس فرق مراتب کو اظہار جذبات کے معمولی ذرائع یعنی شاعری مصوری نقاشی اور موسیقی آئینہ کی طرح روشن کر دیتے ہیں۔

چونکہ شاعری تمدن انسانی سے خاص طور پر وابستہ اور اظہار جذبات کا سب سے زیادہ سہل الحصول ذریعہ ہے اس لیے قوم کی اخلاقی حالت جس قدر صحیح طور پر اس کے سرمایہ انشا پردازی کے معائنے اور مطالعے سے ظاہر ہوتی ہے اتنی کسی اور ذریعے سے واضح نہیں ہو سکتی

افسوس ہے کہ اردو شاعری نے ایسے بہار کے وقت نشو و نما پایا

ف اردو کسی خاص قوم یا ملک کی زبان نہیں ہے بلکہ مختلف ممالک کے مختلف المذاہب

کہ قوم کی اخلاقی حالت بالکل بگڑ چکی تھی، ترقی اور عروج کی منزلیں تمام ہو چکی تھیں اور تنزل و فنا کے آثار در و دیوار سے ہویدا ہو چکے تھے نتیجہ یہ ہوا کہ نظم اردو کا کوئی دور ایسا صاف اور بیداغ نہیں گزرا جس میں آسمان سخن کے سب روشن ستارے خیالات کی پاکیزگی سے منور ہوتے اور فحش اور گندہ مضامین کے غبار سے اردو شاعری کا دامن پاک ہوتا۔

دیکھو جسوقت میر تقی اور میر درد سوز و گداز حقیقت و معرفت کی ترانہ سنجی میں مشغول تھے اُسی وقت سودا ضاحک کی ہزلیات کی دہوم تھی۔ جس وقت مرزا مظہر جان جاں نظم اردو میں تصوف کی چاشنی دینا چاہتے تھے اُسی وقت سید انشا اور رنگین ریختی کا بنیادی پتھر رکھہ رہے تھے اور شیخ قلندر بخش جرات عاشقی کو آوارگی کا مرادف بنانے میں سرگرم تھے۔

جس وقت ایک پاکباز عاشق کہتا تھا کہ ؎

چشم نامحرم کو برق حسن کر دیتی تھی بند ٭ دامن عصمت ترا آلودگی سے پاک تھا

اسی وقت بعض معشوقوں کو اس نصیحت کی ضرورت ہی پیش آتی تھی کہ ؎

لوگ بدوضع کہیں گے تم کو ٭ میلے ٹھیلے کبھی جایا نہ کرو

باشندوں کے باہم ملنے سے ایک نئی زبان پیدا ہو گئی پس لہذا اس زبان کی نشو و نما بھی کسی خاص قوم کی طفولیت، شباب اور پیری کے کبھی تابع نہ رہی بلکہ حقیقت تو یہ ہی کہ جب اردو زبان کی ایجاد کرنے والی قوم کا عالم پیری تھا اسوقت شاعری گھٹنوں کے بل چلنا سیکھہ رہی تھی ۱۲

قوم کی اخلاقی حالت پستی کے انتہائی درجے تک پہنچ چکی تھی' نیکی و بدی میں تمیز کرنے کی قابلیت باقی نہ رہی تھی' مذاق بگڑ گیا تھا' اور اردو زبان کے بولنے والے بحیثیت ایک قوم کے فنا ہو چکے تھے' لہٰذا شاعری کو مقبولیت عام حاصل کرنے کے لیے وہی جامئہ عریانی اختیار کرنا پڑتا تھا جو اہل مجلس کی شرمناک وضع تھی۔

یہ تھی ابتدا ہماری سرمایئہ ناز اردو شاعری کی ؎

سنبھالا ہوش تو مرنے لگے حسینوں پر ہمیں تو موت ہی آئی شباب کے بدلے

نظم اردو نے اگرچہ چند شاعر ایسے پیدا کیے جن کا کلام فحش و بدمذاقی سے پاک رہا تو یہ ان شعرا کی ذاتی پاکیزگی اور نکوکرداری کا نتیجہ تھا' نہ کہ سوسائٹی کا اثر

سنجیدہ سوسائٹی اگرچہ چرکین و یار علی کے کلیات کو نظر انداز کرتی تھی لیکن میر سوز و جرات' رند و صبا' میر حسن و شوق کو سر آنکھوں پر جگہ دی جاتی تھی' اور اس قدر افزائی کا ثمرہ تھا کہ اردو زبان کے بہترین شاعر غالب کو وہ عام مقبولیت کبھی حاصل نہ ہو سکی جو آج کے "روشن خیال" زمانے میں بھی داغ کو حاصل ہے۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ آوارگی اور تماش بینی کے ناپاک مضامین اس قدر مقبول عوام تھے کہ ثقہ بزرگوں کو اپنی پاک روش اور صالح وضع ترک کر کے اس پستی کی طرف رجوع کرنا پڑا تھا جس کا شاہد عادل امیر مینائی کا ابتدائی اور انتہائی کلام ہے۔

امیر مینائی نے تمام عمر مولویانہ زندگی بسر کی اور آخر وقت میں تو

ان کے زہد و اتقا کی شہرت ان کے مرتبۂ شاعری سے کسی طرح کم نتھی یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ فطرتی جذبات کو دبا کر انہوں نے ثقاہت و متانت کو ترک کیا اور پسند عام کی خاطر سے اپنے کلام میں آوارگی کی چاشنی بڑھائی اور اُس میں ایک حد تک کامیابی حاصل کی۔

ایسے بزرگ کے سوانح عمری اور ملفوظات پر جس قدر روشنی پڑ سکے وہ فلسفۂ اخلاق کے طلباء کے لیئے ایک ضروری اور مفید سبق ہے اور ہمارے موجودہ طرز معاشرت میں اصلاح کے حامیوں کے لیئے ایک نہایت کارآمد داستان۔

درستی اخلاق کے حمایت کرنے والوں پر حضرت ثاقب کا یہ ایک احسان عظیم ہے کہ انہوں نے اپنے اُستاد کے مکتوبات کا مجموعہ مرتب کر کے ایک مفصل دیباچے کے ساتھ شائع کیا ہے جس میں امیر مینائی کی پرائیویٹ زندگی کے نہایت دلچسپ حالات بکمال تحقیق و تفتیش جمع کئے ہیں جن پر غور کرنے سے دریافت ہو سکتا ہے کہ وہ کیا تغیرات و حادثات تھے جنہوں نے اس مشہور دیار اُستاد کو تبدیل وضع پر مجبور کیا۔

مکتوبات کے فراہم کرنے میں جو محنت دقت حضرت مولف کو پیش آئی ہوگی اس کا صحیح اندازہ صرف اس شخص کو ہو سکتا ہے کہ جسے ایسی مصیبت گرفتار آئی لیکن اس کا دیباچہ جس قابلیت اور انصاف پسندی سے لکھا گیا وہ ہر دشمن و دوست کی تعریف کا مستحق ہے

عرصہ ہوا کہ امیر و داغ جو ہمارے زمانے کے بادشاہ سخن تھے اُس

عبرتناک محل سرا ہیں گوشہ نشیں ہو چکے ہیں جہاں شاہ وگدا کی کوئی تمیز نہیں، مگر ان کے شاگرد اور معتقد آج تک ایک دوسرے کے قدر شناس نہ بن سکے اور اپنا بیشتر وقت اس فضول خانہ جنگی میں ضائع کر رہے ہیں کہ ان میں سے کون افضل تھا، اور کس کا کلام سقم ونقص سے پاک تھا۔

آنسو بہانے کی بات ہے کہ دہلی اور لکھنؤ کے حسرتناک کھنڈروں میں جو دو چار سخن فہم باقی رہ گئے ہیں وہ بجائے اس کے کہ ایک دوسرے کے جوہر شناس ہوں ہمیشہ حریف مقابل کی تحقیر کی فکر میں سرگرم رہتے ہیں، اور اس راستی مصلحت آمیز سے ان کو تسلی نہیں ہوتی کہ امیر وداغ دونوں اس آخری دور میں آسمان سخن کے آفتاب وماہتاب تھے، اور دنیا کو دونوں کی ضرورت ہے کسی کی دن کو اور کسی کی رات کو۔

حضرت ثاقب نے جو محققانہ رائے ان دونوں ممتاز شاعروں کے متعلق ظاہر فرمائی ہے اور جس صلاحیت سے اس خاردار مسئلہ پر محاکمہ لکھا ہے وہ بالکل انصاف اور راستی پر مبنی ہے، اور بڑی خوشی کی بات ہے کہ وہ اس مہلک غلطی سے پاک رہے جس میں ہمارے ملک کے اکثر انشاپرداز مبتلا ہو جاتے ہیں، یعنی اپنے ہیرو کی مدح سرائی میں غلو کو مذہب سعادت مندی کا ایک رکن عظیم فرض کر لیتے ہیں۔

حضرت ثاقب کے دیباچے کا بہترین حصہ میری نظر میں وہ ہے جہاں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت کی طبیعت میں جدت تھی، اور کلام میں سوز وگداز بھی۔ البتہ شکوہ الفاظ، متانت بیان اور شاعرانہ لطافت ان کے

اشعار میں ایسی ہی کہ جو داغ کے کلام میں نہیں پائی جاتی وہ اصناف سخن پر قادر اور استاد ماہر میں قصائد باشوکت و فر کہتے ہیں اور سخنور باسرمایہ صاحب علم و فضل ہیں یا داغ ان اوصاف سے معرا ہیں۔ آخر عمر میں استاد نے داغ کے رنگ کلام اور قبول عام کو دیکھکر زبان کی صفائی اور تاثیر کے پیدا کرنے میں کوشش کی اور اس میں وہ ایک حد تک کامیاب ہوے، تاہم صنم خانہ عشق کی جلوہ آرائی گلزار داغ کی شادابی کو نہیں پہنچی۔ واقعی بات یہ ہے کہ امیر کی استادی میں کوئی کلام نہیں کرسکتا لیکن امیر کا تلمذ اساتذہ لکھنؤ کی ہم بزمی اہل لکھنو کے کلام کا پیش نظر رہنا پھر لکھنو کی صحبت کا اثر یہ سب امور مانع ترقی و کامیابی ہوے۔ اگر وہ دلی میں پیدا ہوتے دلی کے ارباب کمال کی ہم نشینی میسر آتی اساتذہ دہلی کا کلام سامنے رہتا اور شاہجہاں کی سوسائٹی سے مستفید ہوتے تو وہ سخنور بے مانند اور استاد ارجمند ہوتے .... یہ سب ہی مگر کوئی شک نہیں کہ لکھنو کی شاعری بعد آتش و ناسخ کے جناب مرحوم سے اور دلی کی شاعری ذوق و غالب کے بعد مرزا داغ سے زندہ تھی، اب شاعری مر چکی اور ماتم باقی ہے۔"

کیا یہ الفاظ کسی فریق کو ناگوار ہو سکتے ہیں؟ کیا یہ تنقید لفظ بہ لفظ صحیح نہیں ہے؟

حضرت ثاقب کو مبارکباد دینا چاہئیے کہ انھوں نے اس سخت مہم کو نہایت خوبی سے سر کیا، اور اپنے استاد کی تعریف ایسے مناسب الفاظ میں

تحریر فرمائی کہ ان کے کسی مخالف کو حرف گیری کا موقع نہیں ہے۔

میں حضرت ثاقب کی اس مفید تالیف کی تعریف کرتا اور ان کی انصاف پسندی کی داد دیتا ہوں مگر یہ میرے لیے انصاف سے بعید ہے اگر میں اس تقریظ نگاری میں جادۂ اعتدال سے گزر جاؤں اور یہ نہ کہوں کہ یہ مفید تالیف فروگذاشتوں سے خالی نہیں۔

امیرؔ و داغؔ کے موازنہ اشعار میں تقریباً بیس صفحوں کا خون کر دینا اس سے بہت زیادہ ہے جتنا کہ کتاب دیکھنے والا بخوشی گوارا کر سکتا، اور نیز یہ کہ مضطرؔ خیرآبادی اور مولف تذکرۂ خمخانۂ جاوید کے متعلق جو الفاظ حضرت ثاقب کے قلم سے نکلے ہیں وہ اگر اس بیش بہا تالیف میں نظر نہ آتے تو بہتر تھا۔

بہرحال یہ مجموعہ مکتوبات ہمارے عہد کی ایک قابل یادگار تالیف ہے، اور جس خوبی سے اس کی ترتیب کی گئی، اور جس عمدگی سے ایک شہنشاہ سخن کی زندگی کے چھوٹے چھوٹے واقعات (جو در اصل بہت زیادہ دلچسپ ہوتے ہیں)، موتیوں کی طرح اس میں جڑے گئے ہیں وہ اس کا علمی پایہ "اردوے معلاء غالب" کی سرحد تک پہنچاتے ہیں، اور ہم کو نہایت خلوص سے کہنا پڑتا ہے کہ ؎

این نامہ کہ خامہ کرد بنیاد　　　توقیعِ قبول روزیش باد

امیر احمد علوی، بی، اے

از جناب محمد شعیب صاحب قریشی بی اے

مخدومی جناب مولوی محمد احسن اللہ خاں صاحب ثاقب نے مجموعہ مکاتیب
امیر کو تالیف کر کے اردو علم ادب پر بڑا احسان کیا ہے جن اصحاب دانش نے
رسائل قند پارسی ملاحظہ فرمائے ہیں وہ حضرت مولف کے کمال انشا پردازی
اور مبلغ علم سے بخوبی واقف ہیں اس مجموعے کی ابتدا میں حضرت امیر مینائی
کی مختصر لائف نہایت دلکش پیرایہ میں جناب ثاقب نے تحریر فرمائی ہے بعد
ان کے کلام پر ناقدانہ ریویو کیا ہے اور امیر و داغ کا موازنہ بھی بہت بے لاگ
لکھا ہے اور ایسی خوش اسلوبی سے اس مبحث پر گفتگو کی ہے کہ اب کسی مخالف کو
نکتہ چینی کا کوئی موقع نہیں مل سکتا۔

مرزا داغ کی نسبت جو حضرت مولف نے کم علم ہونا لکھا ہے وہ صحیح ہے
داغ کی خوش گوئی میں کلام نہیں لیکن یہ ضرور نہیں کہ ہر جاہل شخص شاعری
میں بلند مرتبہ ہو اہل عرب میں شعرائے جاہلیت کا جو کلام مقبول ہے وہ اس
کی سادگی اور محاورات اور زبان دانی کے وجہ سے مستند مانا گیا ہے ورنہ
ظاہر ہے کہ متنبی کے اشعار میں جو نزاکت خیال تشبیہات بلیغ اور استعارات
لطیف ہیں وہ شعرائے قبل اسلام کے کلام میں نہیں ہیں۔

اگرچہ نیچر کی فیض رسانی عامی اور عالم دونوں قسم کے شعرا کے لئے
عام ہے مگر مضمون آفرینی اور دقت نظر اور لطافت شعری اہل فضل ہی
کے لیے مخصوص ہیں۔ ہمارا دو شاعر کے واسطے اگر وہ دولت علم سے

بہرہ ور نہیں ہے تو ایک زبان ہی کی غلطیوں سے اس کا کلام کسی طرح محفوظ نہیں رہ سکتا چنانچہ پنجاب کے شعرا زبان صحیح نہیں لکھ سکتے اور محاسن فن کا تو حاصل ہونا بہت دشوار ہے مولف تذکرہ خمخانہ جاوید اور مضطر خیرآبادی کے مذاق اور شاعری کے متعلق حضرت ثاقب نے جو کچھ لکھا ہے وہ بہت کم ہے ورنہ یہ دونوں صاحب اس سے بہت زیادہ تعریف کے مستحق تھے افسوس ہے کہ ہمارے باکمال مخدوم کی غیر معمولی تہذیب اور متانت نے ان کو اس باب میں کچھ اور لکھنے کی اجازت نہیں دی۔

کچھ شک نہیں کہ یہ مجموعۂ خطوط اور اس کا دلچسپ مقدمہ ہمارے عہد کی نہایت مفید اور عمدہ یادگار اور اہل ادب اردو کے لیے بہترین سرمایہ انشاپردازی کا ہے۔

محمد شعیب بی اے

(محمڈن کالج علی گڑھ)

از جناب ابوالمعانی مولوی محمد عبدالقوی صاحب فانیؔ بی اے لکھنوی خلف الرشید مولانا المرحوم حضرت آسی مدراسی

مخدومی جناب مولوی محمد احسن اللہ خاں صاحب ثاقب نے مجموعہ مکتوبات

امیر کو شائع کر کے اردو لٹریچر میں ایک مفید کتاب کا اضافہ فرمایا ہے

اس کتاب کا مقدمہ بھی نہایت محققانہ اور منصفانہ تحریر کیا ہے جس طرح جناب امیر مرحوم کے فضل و کمال اور استادی میں شک نہیں ہے اسی طرح مرزا داغ کی رنگین نوائی میں کلام کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور حضرت ثاقب کا مضمون اس موضوع پر قابل مدح و ثنا ہے

باقی امور میں مجھے اپنے دوست مسٹر محمد شعیب صاحب بی اے سے حرفاً حرفاً اتفاق ہے اور انہوں نے جو ردیو مکتوبات امیر پر تحریر کیا ہے وہ بالکل تعصب سے بری اور سراسر انصاف پر مبنی ہے

افسوس ہے کہ میں بوجہ مصروفی امتحان ایل ایل بی مفصل ریویو اس قابل قدر مجموعے پر نہیں لکھ سکتا۔

حضرت مولف دام مجدہم سے معافی کا خواستگار ہوں اور امیدوار ہوں کہ یہ تالیف مقبول اہل علم و دانش ہو۔

عبدالقوی فانی بی اے

(محمڈن کالج علی گڑھ)

از جناب سید فضل الحسن صاحب حسرت موہانی

بی اے اڈیٹر اردوے معلیٰ علی گڑھ

مولوی محمد احسن اللہ خاں صاحب ثاقب مدیر رسالہ قند پارسی نظم و نثر

پارسی میں یادگار ارباب کمال ہیں، وہ مرحوم رسالہ (جوانشاء تعالیٰ بہت جلد دوبارہ زندہ ہوگا) جن لوگوں کی نظر سے گزرا ہوگا انہیں راقم حروف کی اس رائے کے تسلیم کرنے میں مطلق تامل نہوگا کہ اسوقت ہندوستان میں کوئی شخص آپ سے بہتر فارسی نثر نہیں لکھہ سکتا۔

جناب موصوف کی اس اعلیٰ قابلیت نے ایک عرصہ دراز تک نگارش نظم و نثر اردو کی جانب متوجہ نہونے دیا، لیکن جب احباب کے اصرار سے آپنے اپنی مادری زبان کیطرف التفات فرمایا تواس میں بھی اپنے مذاق صحیح کی اعانت سے وہ وہ جوہر دکھائے کہ تھوڑے ہی دنوں میں تمام ارباب نظر کو اپنا گرویدہ بنالیا۔

نظم اردو میں آپ کی غزلیں اردوئے معلیٰ کے ہر پرچے میں نظر افروز اہل بینش ہوتی رہتی ہیں، رہی نثر اردو اس میں آپ کا تازہ ترین کارنامہ وہ دلچسپ دیباچہ ہے جو آپ نے مکتوبات زیر نظر کے آغاز میں درج کیا ہے، اس دیباچے کے پہلے حصے میں امیر مینائی مرحوم کے سوانح زندگی لکھے ہیں، اور دوسرے میں داغ و امیر کے کلام کا موازنہ ہے۔

یوں تو حضرت ثاقب کی کل تحریر مضمون کے لحاظ سے نہایت دل پذیر اور عبارت کی حیثیت سے بغایت مضبوط و بے عیب ہے لیکن بعض بعض موقعوں پہ خیال کی لطافت اور الفاظ کی خوبی نے ایسی دلفریب صورت اختیار کی ہے کہ آپ کے منتخب فقرے اس قابل ہیں کہ اردو لٹریچر کا بہترین نمونہ قرار دئے جائیں، مثلاً امیر مرحوم کے اخلاق و عادات کی نسبت لکھا ہے

کہ وہ نہایت نیک طینت پاک صورت پاکیزہ سیرت ایک عالم نور تھے ..... جامع مکتوبات نے ایک مرتبہ استاد کے حضور میں جناب قبلہ محسن کاکوروی علیہ الرحمتہ کی سخن آفرینی اور بلاغت کلام کا تذکرہ کیا تو فرمایا کہ ان کا کلام ایک عالم ہے خیالات نادرہ کا کہ اس کو دیکھکر انسان حیران ہوتا ہے اور انکا ہر شعر معراج بلاغت ہے"

دیوان ناظم والی رامپور کی توصیف ان الفاظ میں کی ہے کہ "شادابی خیال نوی ترکیب جدت مضمون لطافت زبان اور متانت بیان اس دلفریب کا زیور ہے دیوان نہیں معنی راز خوبی اور نگارستان محبوبی ہے" اس موقع پر ایک نوٹ بھی دیا ہے جو بجائے خود حسن تحریر کا ایک اچھا نمونہ ہے فرماتے ہیں کہ "خاکسار کو جولائی ۱۹۱۰ء میں خوابیدگان نہ پیمانہ تقدس کی توجہ اور سے

فرخندہ جہاں بے مثالی　　　ممدوح ادنے و اعالی
پیرایہ صدق و مایۂ فضل　　　شمس العلما جناب حالی

کا اشتیاق زیارت پانی پت لے گیا میں ایک روز یہ مسودہ ان کو سنا رہا تھا جب اس مقام پر پہنچا تو مولانا نے فرمایا کہ "نواب مصطفٰے خاں صاحب شیفتہ فرماتے تھے کہ "ایک روز مرزا غالب نے مجھے یہ مطلع سنایا میں نے بہت تعریف کی تو فرمایا کہ "بھیا میں تو یہ شعر ناظم کو دے چکا" مطلع ہے

خوشی جینے کی کیا مرنے کا غم کیا　　　ہماری زندگی کیا اور ہم کیا"

آخر میں استاد کی خبر وفات کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے کہ "افسوس! وہ نور پیکر جہاں سخن و ہنر زیر خاک اور وہ صحبت دلآرا و جاں پرور خواب فراموش

ہوگئی .... اناللہ وانا الیہ راجعون"۔

موازنۂ امیر و داغ میں ہمکو حضرت ثاقب کی رائے سے یہاں تک بالکل اتفاق ہے کہ "حضرت کی (یعنی امیر مرحوم کی حسرت) طبیعت میں جدت کم ہے اور کلام میں سوز و گداز نہیں البتہ شکوہ الفاظ، متانت بیان اور شاعرانہ لطافت ان کے اشعار میں ایسی ہے کہ جو داغ کے کلام میں نہیں پائی جاتی، وہ اصناف سخن پر قادر اور استاد ماہر ہیں، قصائد باشوکت و فر کہتے ہیں اور سخنور باسرمایہ صاحب علم و فضل ہیں، داغ ان اوصاف سے معرا ہیں" لیکن جب آگے چلکر آپ یہ کہتے ہیں کہ "آخر عمر میں استاد نے داغ کے رنگ کلام اور قبول عام کو دیکھکر زبان کی صفائی اور تاثیر کے پیدا کرنے میں کوشش کی .... تاہم صنمخانۂ عشق کی جلوہ آرائی گلزار داغ کی شادابی کو نہیں پہنچی" تو ہم اظہار اختلاف پر مجبور ہوجاتے ہیں، ہمارے نزدیک امیر مرحوم کا آخر عمر میں صفائی زبان کی طرف زیادہ متوجہ ہونا اقتضائے وقت کی بنا پر تھا جسنے داغ و امیر کی ملاقات کے قبل ہی سے لکھنؤ کے انداز تصنع اور رعایت پرستی کو نامقبول اور سلاست بیان کو مرغوب اہل نظر بنانا شروع کردیا تھا، ثبوت کیلئے سلسلۂ ناسخ میں عشق و تعشق جلال و متاخرین میں کامل لکھنوی، مشتاق لکھنوی، حبیب کنتوری، وزیر، دولہا علی، جدید صاحب نظم لکھنوی کے دیوان اور ہمارے ہمعصروں میں عشق لکھنوی، محشر لکھنوی اور عزیز لکھنوی کی غزلیں ملاحظہ طلب ہیں کہ ان سب کا کلام ناسخ و رشک کے خشک و بے رنگ انداز سے بالکل جدا ہے اور انمیں سے کسی کی نسبت تقلید داغ کا شبہ تک نہیں ہوسکتا، پھر بھی صفائی زبان کے باب میں امیر مرحوم کی نسبت تقلید داغ

کے شبہے کو ہم بعید از قیاس نہیں کہہ سکتے، لیکن حضرت ثاقب کے قول کا دوسرا حصہ کہ کلام میں تاثیر پیدا کرنے کی کوشش میں ہی امیر داغ کے مقلد تھے صریحاً غلط ہے قیاس یہ چاہتا ہے کہ حضرت ثاقب نے قول عوام کے وثوق پر داغ کی شاعری کو عاشقانہ اور اس لیے پرتاثیر تسلیم کرلیا۔ حالانکہ ان صفات سے اس قوم کا کلام بالکل معرا ہے۔

حقیقت حال یہ ہے کہ عاشقانہ شاعری کی دو قسمیں ہیں، اول وہ جس میں جذبات شوق کی صحیح کیفیت نگاہ حق شناس کے روبرو عشق کو خدانمائی کی اس شان میں پیش کرتی ہے جس کی نسبت نظامی نے "ہو اللہ" فرمایا، اور جسے مولانائے روم نے اپنی تمام علتوں کی دوا قرار دیا، ایسی شاعری کی ایک سرحد تصوف اور عشق حقیقی کے قریب اور دوسری عشق مجازی اور پاک محبت سے ملحق ہوا کرتی ہے۔

اردو زبان میں تصوف اور عشق کا مذاق شاذ ہے، البتہ محبت کے جذبات میر و مصحفی یا درد و قائم کے کلام میں اکثر پائے جاتے ہیں مثلاً

میر

مشہور ہیں عالم میں تو کیا ہیں بھی کہیں ہم | القصہ نہ درپے ہو ہمارے کہ نہیں ہم
بیٹھے تھے میر یار کے دیدار کو سو ہم | اپنا یہ حال کر کے اُٹھے اک نگاہ میں
خاک حسرت زدگاں سے تو گزر ہی سوئیں | اُن ستم کشتوں کے بے عرض تمنا کیا ہو
دم مرگ دشوار دی جان اُن نے | مگر میر کو آرزو تھی کسو کی

جاتاہی آسماں لیے کوچے سے یار کے | آتاہی جی بہرا در و دیوار دیکھکر
جی میں تہا اس سے ملیئے توکیا کیا نہ کہئیے میر | پرجب ملے تو رہ گئے ناچار دیکھکر

مصحفی

دیکھہ اس کو اک آہ ہمنے کرلی | حسرت سے نگاہ ہم نے کرلی
جب اس نے چلائی تیغ ہم پر | ہاتوں کی پناہ ہم نے کرلی
حسن اس کا اب سماں کچھہ اور دکھلانے لگا | چاند سا پردے سے وہ مکھڑا نکل آنی لگا
یا وہ عالم تہا کہ کوئی اس سے واقف ہی نہ تہا | یا یہ عالم ہی کہ عالم اس پہ مرجانے لگا
تم مصحفی کو چھوڑکے بسمل چلے گئے | رخصت جیانے اتنی ندی پہر کے دیکہنا
تیرے کوچے ہر بہانے مجھے دن سے رات کرنا | کبھی اس سے بات کرنا کبھی اس سے بات کرنا
بن دیکھے جسکے پل میں آنکھیں بہر آئیاں ہوں | کیا قہر ہی جو اس سے برسوں جدائیاں ہوں

خواجہ میر درد رح

جان پہ کھیلا ہوں میرا جگر دیکھنا | جی نہ ہی یار رہے مجھکو ادہر دیکھنا
سو بہی نہ تو کوئی دم دیکھہ سکا ای فلک | اور تو یاں کچھہ نہ تہا ایک مگر دیکھنا
تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا | برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا
اذیت، مصیبت، ملامت، بلائیں | ترے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا
ہرچند تجھے صبر نہیں درد ولیکن | اتنا بھی نہ ملیو کہ وہ بدنام کہیں ہو
درد اپنے حال سے تجھے آگاہ کیا کرے | جو سانس بہی نہ لے سکے سو آہ کیا کرے

دل دے چکا ہوں اس بت کافر کے ہاتھ میں — اب میرے حق میں دیکھئے اللہ کیا کرے

قائم

بیدماغی سے نہ اس تک دل رنجور گیا — مرتبہ عشق کا یاں حسن سے بھی دور گیا

سرسری جس کو خبر تیری صبا سے پہنچی — گل کی مانند وہ اس باغ سے مسرور گیا

ہم ہیں جنہوں نے نام چمن بو نہیں کیا — آئی صبا جدھر سے ادھر رو نہیں کیا

اے نزع پھر قریب ہے شام شب فراق — یہ مرحلہ تو آپ تئیں یکسو نہیں کیا

قائم آتا ہے مجھے رحم جوانی پہ تری — مر چکے ہیں ابھی آزار کے بیمار بہت

قبول عذر تو واں ہو جہاں ملال بھی ہو — بجاں پاک صفایاں جو کچھ خیال بھی ہو

موجودہ شعراء میں اگر یہ رنگ سخن دیکھنا ہو تو شاد و صفی، عزیز و محشر، ضامن و وحشت، نظم و ثاقب (مولف مکتوبات امیر) کی غزلیں ملاحظہ فرمائیے کہ مذاق صحیح انہیں لوگوں کے دم سے قائم ہے۔

عاشقانہ شاعری کی دوسری قسم وہ ہے جس میں پاک اور بے لوث عشق کے بجائے ہوس پرستی کے جذبات کی صحیح تصویر کھینچی گئی ہو جس کے نمونے جرات، نظیر اور انشا کے کلام میں بکثرت ملتے ہیں، مثلاً

جرات

[illegible] چھوڑ دیا ہے گھر سے نکل کر آنا — یا وہ راتوں کو سدا بھیس بدل کر آنا

گالیاں دینے لگے نام مرا لے کے تم — کچھ مری چاہ سے کھل جاتے ہی کھل کھیلے تم

سر پٹکتے رہ گئے ساحل سے ہم مانند موج — اور اغیار اسکو کشتی میں بٹھا کر لے گئے

میرے جو اشارے سے رکھا گھیر کسی نے ۔۔۔ سو باتیں سنائیں مجھے منہ پھیر کسی نے
چھینٹے بھی گھروں سے جو کل آپ ہی پانی کے ۔۔۔ پڑ گئے سیکڑوں بس ہمپہ گھڑے پانی کے
جب یہ سنتے ہیں کہ ہمسایہ میں آپ ہی ہوئے ۔۔۔ کیا در و بام پہ ہم پھرتے ہیں گھبرائے ہوئے
کل واقف راز اپنے سے کہتا تھا یہ بات ۔۔۔ جرأت کے یہاں رات جو مہمان گئے ہم
کیا جانیئے کمبخت نے کیا ہمپہ کیا سحر ۔۔۔ جو بات نہ تھی ماننے کی مان گئے ہم

انشا

اتنو اگلی سی طرح کا نہیں گھر اپردا ۔۔۔ رہ گیا آپ میں اور ہم میں اکہرا پردا
تڑاقے کا یہ پہنا اس پری نے تاش کا جوڑا ۔۔۔ کہ اڑ لاگا فلک پر طائر شاباش کا جوڑا
کچھ اشارہ جو کیا ہم نے ملاقات کے وقت ۔۔۔ ٹال کر کہنے لگے دن ہی ابھی اتنے کے وقت
کھینچ لے کاش وہ پری اپنے مجھے لحاف میں ۔۔۔ یا کہ بلا سے پھینکدے پردہ کوہ قاف میں
دے ایک شب کو اپنی مجھے زرد شال تو ۔۔۔ ہے مجھکو سونگھنے کی ہوس سنگال تو
کنا یہ اور ڈھب کا اس ہی محلس میں کیجئے ۔۔۔ اجی سب تاڑ جائیں گے نہ ایسا تو ستم کیجئے
دیکھکر وہ لپٹے گرد اس دہن کے ونگی ۔۔۔ اللہ کھڑے ہوتے ہیں اپنے تو بدن کے رونگٹے

ان دونوں قسموں کے سوا عاشقانہ شاعری کی اور کوئی قسم نہیں ہے اور صاف ظاہر ہے کہ داغ و امیر کی سخن سنجی کو ہم نہ قسم اول میں شامل کر سکتے ہیں نہ قسم دوم میں

اس میں شک نہیں کہ داغ کے چاروں دیوانوں سے چند منتخب شعر ایسے ضرور نکل سکتے ہیں جن پر جرأت یا انشا کی شاعری کا شبہ ہو سکتا ہے مثلاً

دہم ان کو گزرتے جاتے ہیں ہٹتے جاتے ہیں ڈرتے جاتے ہیں

یہ بھی تم جانتے ہو چند ملاقاتوں میں آزمایا ہی تمہیں ہمنے کئی باتوں میں

ادہر جاؤں ادہر جاؤں کدہر جاؤں نہ حالت تھی جب اپنے در پہ اُسنے دیکھہ پایا نا گہاں مجھکو

دور ہی دور سے اقرار ہوا کرتے ہیں روز اشارے سہر دیوار ہوا کرتے ہیں

سوال وصل پہ اے داغ دلکی رہ گئی دل میں کہا منہ پہیر کر ظالم نے ایسا ہو نہیں سکتا

اسی طرح تلاش سے صنمخانۂ عشق گوہر انتخاب اور جوہر انتخاب سے امیر کے بھی چند شعر ایسے چنے جا سکتے ہیں جن کا انداز میر و مصحفی کے رنگ سے ملتا جلتا ہو مثلاً

روکنا فرقت میں اشکوں کا نہیں اچھا امیر چار دن کے ضبط میں دیکھو تو کیا عالم ہوا

بت بن کے وقت نزع نہ بالیں پہ میری بیٹھ ہوتا ہی آج خاتمہ گفت و شنید کا

انصاف جو یار خدا سے طلب کیا تمنے بھی ہاے امیر بڑا ہی غضب کیا

وہ سرمہ بھری آنکھیں فتنہ ہیں کہ جادو ہیں کتنوں کو لگا رکھا کتنوں کو سلا رکھا

وہ آے کہینچ کے تلوار سب کو شاد کیا امیر آج بہت ہمنے تمکو یاد کیا

سمجھے کہ عرض حال کرے گا ضرور امیر دربار اس کے آتے ہی برخاست کر دیا

کرتے تو ہو سوال امیر اس سے خشم میں اور اس کو گر جواب نہ آیا تو پھر کہو

ہی آج جو سرگذشت اپنی کل اس کی کہانیاں بنیں گی

کچھہ شرم نہیں خلق جو انکو نگراں ہی سمجھے ہوے ہیں تاب نظر انکو کہاں ہی

پوچھو نہ اس زمانے میں الفت کا حال کچھہ اک رسم تھی قدیم سو موقوف ہو گئی

غالباً اسی قسم کی چند مثالوں پر نظر کر کے حضرت ثاقب نے امیر و

داغ کے کلام کی نسبت ایک دوسرے مقام پر یہ رائے ظاہر کی ہے "اعلیٰ جذبات اور خیالات سے استاد امیر کا کلام مالامال ہے، برخلاف اس کے ادنیٰ جذبات اور خیالات مرزا داغ کی شاعری کا سرمایہ ہیں، داغ نے عشق سے مراد ہوسناکی اور نفس پرستی لی ہے اس لیے ان کی شاعری میں جذبات عالیہ نہیں ہیں، جذبات عالیہ کا تعلق حسن و عشق سے ہے اور داغ کے اشعار خواہشات نفسانی اور جذبات حیوانی سے لبریز ہیں"

لیکن امر واقعی یہ ہے کہ جرات و انشا کی طرح نہ داغ کی شاعری عیاشانہ ہے، نہ میر و درد کی مانند امیر کا کلام عارفانہ اور یہ جو چند شعر داغ و امیر کے بطور نمونہ نقل کئے گئے ہیں ان کو از قبیل مستثنیات سمجھنا چاہیے جنکی بنا پر دونوں کی شاعری پر بحیثیت مجموعی کوئی رائے قائم کرنا خطا ہے، سوز و گداز کی دولت سے عموماً دونوں کا کلام محروم ہے، اور عاشقانہ شاعری کا اطلاق ان دونوں میں سے کسی کی شاعری پر نہیں ہو سکتا،

امیر کے اشعار میں مضمون کی بلندی، خیال کی نزاکت، بیان کی متانت اور زبان کی صحت، غرضکہ پختگی کلام کے تمام لوازمات موجود ہوتے ہیں، لیکن شاعری کی جان یعنی تاثیر کی عدم موجودگی کے باعث سے ان کی حیثیت ایک حسین مگر بے روح جسد سے زیادہ نہیں قرار پا سکتی جس کو اس باب میں کچھ شبہ ہو وہ مرآۃ الغیب اور امیر مرحوم کا نعتیہ دیوان دیکھ لے کہ اس مجموعۂ بے لطف و بے رنگ میں دس بیس شعر بھی ایسے نہ نکلیں گے جن سے اہل دل کے قلوب کو سرور اور ارباب نظر کی

آنکھوں کو نور حاصل ہو سکے۔

اسی طرح داغ کے اشعار میں زبان کی صفائی محاورہ اردو کی بے تکلفی بیان کی شوخی اور الفاظ کی پسندیدہ تکرار یا الٹ پلٹ غرضکہ شعر کی ظاہری خوبی کا تمام سامان فراہم ہوتا ہے لیکن وہ بات جسے ہم عشق کے جذبات عالیہ کے لیے سرمایۂ شادمانی کہہ سکیں اس کا یہاں ہی نشان نہیں ملتا۔

جذبات روحانی تو درکنار ہم یہ کہتے ہیں کہ داغ نے خواہشات نفسانی کی بھی صحیح تصویر بہت کم کھینچی ہے جرات و انشا کے ہاں اس قسم کے خیالات میں چونکہ صداقت کا رنگ موجود ہوتا ہے اس لیے ان کی غیر متین اور غیر مہذب شاعری بھی حسن سے خالی نہیں ہوتی کیونکہ حسن و صداقت کا لازم ملزوم ہونا مسلم ہے برخلاف اس کے داغ کی معاملہ بندیوں اور عیاشانہ چوچلوں کو تصنع کا عیب بے حد مبتذل اور بدنما کر دیتا ہے کہ مذاق صحیح ان سے کسی طرح لذت یاب نہیں ہو سکتا مثلاً

۱ وہ ہرجائی اگر ہے داغ ہو تم بھی تو آوارہ — تمہیں کب صبر ہے بیٹھے ہوئے تم ایک جا ہو کر

۲ کسی کے جاتے ہی گھر میں ہوئی وہ تاریکی — چراغ ہم نے جلائے ہیں آج سارے دن

۳ تمہاری طرح بھی ہوگا نہ کوئی ہرجائی — تمام رات کہیں ہو کہیں ہو سارے دن

۴ وہ بھی دن یاد ہیں یہ کہکے مناتی تھی مجھے — آ ادھر میں ترے قربان کہاں جاتا ہے

۵ غیر جاتا تھا وہاں میں نے یہ کہکر روکا — تجھ سے کچھ جان نہ پہچان کہاں جاتا ہے

۶ بزم سے آنکھ بچا کر جو چلا میں تو کہا — ٹھہرو کچھ بد اوسان کہاں جاتا ہے

۷ داغ تم نے تو بڑی دھوم سے تیاری کی — آج یہ عید کا سامان کہاں جاتا ہے

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ دوسرے اور چھٹے شعر کے مقابلہ میں ساتواں شعر کسقدر لطیف اور پسندیدہ ہے سبب اس کا صرف اسقدر ہے کہ ساتویں شعر کا مضمون حقیقت حال سے بہت قریب ہے درآنحالیکہ پہلے دو شعروں کا معاملہ صداقت سے بالکل خالی نظر آتا ہے

وہ مجھے قتل کر کے کہتے ہیں ۸ مانتا ہی نتھا یہ کیا کیجئے
شہر در شہر ہیں ترے عاشق ۹ کہیں دس بیس سو پچاس کہیں
داغ کو دیکھکر وہ کہتے ہیں ۱۰ یہ مرے گا ہی بیچا کہ نہیں

ہمارے اس طول طویل بیان سے کوئی صاحب یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ ہم امیر و داغ کی شاعری کو کسی حیثیت سے پسند ہی نہیں کرتے یا ہم کو ان دونوں کے استاد ہونے سے انکار ہے درصل ان دونوں میں سے کوئی خیال صحیح نہوگا ہم داغ و امیر دونوں کے استادی کے قائل ہیں اور ان کی شاعری کے دل سے قدرداں ہیں ہمارا دعوی صرف یہ ہے کہ سوز و گداز کے لحاظ سے ان دونوں کا کلام بیرنگ ہے اور عاشقانہ کہلانے کا مستحق نہیں یہاں پر یہ سوال ہوسکتا ہے کہ پھر داغ کی شاعری کو مقبول عوام اور امیر کی سخن سنجی کو مقبول خواص ہونے کی سند کس بناء پر حاصل ہوئی اس کا جواب امیر کے متعلق حضرت ثاقب کے دیباچے میں موجود ہے کہ "جناب امیر کے کلام میں اگرچہ سوز و گداز کم ہے"...... مگر ان کی جامعیت اور اصناف سخن پر قدرت ایک امر مسلم ہے اور ان کے کامل الفن ہونے میں کوئی کلام نہیں ان کی شاعری ہمارے لئے دلیل راہ ہوگی اور ان کی تصانیف

سے ہم کو بہت کچھ امید نفع کی ہے" اور یہی وجہ ہی ان کے خواص پسند ہونے کی
رہے مرزا داغ، ان کے کلام کی بھی یہی کیفیت ہو کہ اس کی خوبی و پسندیدگی
کو اظہار جذبات اعلیٰ وادنی یا سوز گداز سے مطلق سروکا نہیں ہوتا" ہمارا
دعوی ہے کہ ان کے اچھے اشعار کی اگر ایک مکمل بیاض مرتب ہو تو صاف
ظاہر ہو جائے کہ ان کے پسندیدہ عوام و خواص ہونے کا دار و مدار ہمیشہ
مندرجہ ذیل چار خصوصیات میں سے کسی ایک پر ہوا کرتا ہی یعنی

(۱) زبان کی صفائی

مثلاً

دل کو اس عاجزی سے دیتا ہوں — کوئی جانے سوال کرتا ہے
کس نے کہا کہ داغ وفادار مر گیا — وہ ہاتھ مل کے کہتے ہیں کیا یار مر گیا
کس بیکسی سے داغ نے افسوس جان دی — پڑھکر ترے فراق کے اشعار مر گیا
لب سے دشنام تو وہ دل سے دعا دیتے ہیں — گھول کر زہر مجھے آب بقا دیتے ہیں
آکے بازار محبت میں ذرا سیر کرو — لوگ کیا کرتے ہیں کیا لیتے ہیں کیا دیتے ہیں

(۲) محاورہ اردو کی بے تکلفی

مثلاً

غم سے کہیں نجات ملے چین پائیں ہم — دل خون میں نہائے تو گنگا نہائیں ہم
کوئی تو محبت میں مجھے صبر ذرا دے — تیری تو مثل وہ ہی کہ میں دوں نہ خدا دے
خالی شرارتوں سے یہ طرز حیا نہیں — کیا جانے کوئی دل میں تری کیا ہے کیا نہیں
دیکھتے ہی سب مجھے محفل میں انہیں تاب کہاں — خود کھڑے ہو گئے کہتے ہوئے باہر باہر

ہجر کی یہ رات کیسی رات ہے ایک میں ہوں یا خدا کی ذات ہے

(۳) بیان کی شوخی، مثلاً

یہ کیا کہا کہ داغ کو پہچانتے نہیں وہ ایک ہی تو شخص ہے تم جانتے نہیں
گر آج قیامت ہی تو میں داد طلب ہوں وہو کا تو مجھے روز جدائی نہیں دیتا
یہ طور دل چرا کے ہوا اس نگاہ کا جیسے قسم کے وقت ہو جھوٹے گواہ کا
مرے پاس وفا کی کاش تم مقدار ٹہرالو کہ اتنا مجھ سے ہو سکتا ہی اتنا ہو نہیں سکتا
یہ کیا کہا کہ میری بلا ہی نہ آئے گی کیا تم نہ آؤ گے تو قضا ہی نہ آئے گی

(۴) الفاظ کی تکرار اور الٹ پلٹ، مثلاً

ہم مثل کیا اس بت کافر کو خدا نے سمجھے کہ نہ سمجھے کوئی جانے کہ نہ جانے
ہم باوفا ہیں یہ کسی نادان سے کہو ایمان کی جو بات ہی ایمان سے کہو
شکایت دوست کر سکتے ہیں تیری کر نہیں سکتے کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہی ایسا ہو نہیں سکتا
چلے گی داور محشر کے آگے دو بدو کیا کیا کہو نگا تجھکو میں کیا کیا کہیگا مجھکو تو کیا کیا
الٰہی عاشقی میں ہم بڑے تقدیر والے ہیں سنے ہیں خوش گلو کیا کیا چنے ہیں خوبرو کیا کیا

آخر میں ایک بات ہم کو اور کہنا ہی وہ یہ کہ حضرت ثاقب کی تحریر سے کہیں صاف طور پر یہ نہیں معلوم ہوتا کہ امیر و داغ میں سے بحیثیت مجموعی وہ ترجیح کس کو دیتے ہیں، لیکن فحوائے کلام سے اتنا ضرور مترشح ہوتا ہی کہ آپ کا رجحان امیر ہی کی جانب زیادہ ہی ہمارے خیال میں شاعری

اس کے لحاظ سے دونوں کا رتبہ برابر ہی ہے لیکن کامل الفن ہونے کی حیثیت سے
امیر داغ سے بدرجہا فایق ہیں۔

یہاں تک جو کچھ لکھا گیا وہ دیباچہ مکتوبات سے متعلق تھا،

اصل کتاب کی نسبت ہم کو صرف اس قدر اور کہنا ہے کہ ان مکتوبات کو جمع
کر کے حضرت ثاقب نے اپنے واجب التعظیم استاد کا حق شاگردی ادا کرنے
کے علاوہ اردو زبان کی بھی ایک نمایاں خدمت انجام دی ہے۔

اول اس لحاظ سے کہ بقول مولانا حالیؔ کسی مصنف کی وفات کے بعد
اس کے مکتوبات کا فراہم کرنا درحقیقت اس کی سوانح عمری کا ایک مہتم بالشان
حصہ قلمبند کر دینا ہے کیونکہ انسان کے اخلاق اور جذبات کا انکشاف جیسا اسکی
بے تکلفانہ خط کتابت سے ہو سکتا ہے ایسا کسی اور چیز سے نہیں ہو سکتا
اسی واسطے مکتوب کو نصف ملاقات قرار دیا گیا ہے؎ بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب
اس کا وجود عنصری خاک میں پنہاں ہو گیا اور اس سے ملنے کا کوئی ذریعہ
باقی نہ رہا اب اس کی ملاقات محض اس کی خط و کتابت پر منحصر ہے اور بس،

دوسرے اس لیے کہ بقول حضرت ثاقبؔ جو لوگ طالبان فن انشا ہیں
ان کے واسطے یہ خطوط استاد شفیق کا کام دیں گے زبان کی فصاحت
و متانت معاملہ نگاری مختصر نویسی ہر بات کی تحقیق صحت و خطا کی احتیاط
یہ تمام باتیں اور غور کرنے والوں کو ان سے بہت زیادہ یہ تحریریں تعلیم دینگی

ان امور کے علاوہ احباب سے اخلاص تلامذہ کے ساتھ شفقت
عزیزوں سے محبت تقویٰ صبر و رضا استقلال اور دوسری پاکیزہ

؎ قرار دیا ہے یا قرار دیتے ہیں چاہیے کو ۔ ۔ ۔ ۔ قرار دیا گیا ہے صحیح نہیں ہے ۱۲ حسرت

صفات کا سبق بھی حاصل ہوگا۔"

مثال کے طور پر ہم مکتوبات امیر سے چند فقرے اور عبارتیں نقل کر کے اس طویل تقریظ کو ختم کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

حکیم برہم کے نام "میں اکثر اوقات دعائے صحت و لنخواہ میں مصروف رہتا ہوں، مجیب الدعوات مستجاب فرمائے" "تم سارے سا آدمی اور اب تک اس باب میں حسن کارگزاری کا پتہ نہیں" "اب جو تم نے اپنی ملاقات سے مسرور کرنے کا وعدہ کیا ہے، خدا تمہارے وعدہ کو پورا کرے جو تمہارا وعدہ ہے وہی میری تمنا ہے اور اپنی تمنا کو پورا ہوتے میں نے بہت کم دیکھا ہے، اس لیے اس وعدے سے دل کو پوری خوشی نہیں ہو سکتی۔"

"مایقر" کا استعمال خط و کتابت کے ساتھ ہے جیسے کہیں فلاں شخص کا خط مایقرہ ہے خوشنویس نہیں، اور کسی چیز کے ساتھ استعمال میں نے نہیں سنا بحر نے جو ایک شعر میں ؎

اب مجھے التیام کی باتیں نہ کیجئے ۔۔۔ دل تم سے ہٹ گیا جگر افگار ہوگیا

مصرع اولی میں کیجئے کے ساتھ خطاب کیا ہے اور دوسرے مصرع میں تم سے، یہ بحر پر موقوف نہیں بلکہ اس زمانے تک اکثر معاصرین بحر جن کا شمار اساتذہ میں ہے اس کے تارک نہ تھے، ان کے بعد متاخرین نے اس اختلاف خطابات سے احتراز کیا میں بھی انہیں تارکین میں ہوں۔"

؎ شاعرانہ نثر کی یہ پسندیدہ مثال ملاحظہ طلب ہے ۱۲ حسرت

"میاں برہم اب خط لکھا ہے تو لکھتے رہو پھر ایسا غوطہ نہ لگانا کہ مہینوں کی خبر نہ لو" "خدا کرے اس خط کے پہنچنے تک تمہاری طبیعت صاف ہو گئی ہو اور مژدۂ صحت دلخواہ جلد سامعہ نوازی کرے" "خداوند تعالیٰ ہر جگہ آپ کو رسا اور کامگار رکھے میں بھی حسن یاد آوری کا شکر گزار رہوں بارش یہاں بھی دسویں صفر سے جوش پر ہے" "صنمخانہ عشق کو نظر ثانی سے میں نے مکمل و مہذب کر لیا ہے کچھ کسر باقی ہے ...... یہ دیوان دیوان اول سے بدرجہا اولیٰ تر ہے باعتبار زبان اور مزے کے اور باعتبار بلاغت کے بھی"

حکیم عابد علی صاحب کو تر کے نام "مدفن بکسر فا لغتہً صحیح ہے موزوں کرنے کو کون منع کرتا ہے اچھا نہ معلوم ہو نہ کہئے میں نے بھی کبھی نہیں کہا خلد آشیاں نے موزوں کیا تھا بہت چرچا رہا مگر جیت انہیں کی تھی کہ لفظ صحیح ہے چپقلش بمعنی جنگ شمشیر غیاث میں بفتح لام ہے اور اردو میں بکسر لام انبوہ کے معنوں میں ہے خانہ کعبہ کا ترجمہ کعبے کا گھر بالکل مستعمل نہیں اور نہایت برا معلوم ہوتا ہے وجہ یہ ہے کہ خانہ کعبہ ترکیب اضافی نہیں ہے ترکیب توصیفی یا بدل مبدل منہ ہے پھر کعبے کا گھر کیونکر درست ہوگا آپ کسی سے تو لڑتے نہیں اور سمجھئے کہ غلط ہے ہاں معتبرین کے کلام میں نکلے تو خیر اگر کوئی آپ سے پوچھتا ہے تو سمجھا دیجئے کہ میرا تو یہ خیال ہے پھر وہ تاویلات کرے تو چپ ہو رہئے"

"گھرنا اور گرہنا دونوں صحیح ہیں مگر گرہنا شعرا کے کلام میں نہیں پایا فصحائے لکھنؤ گھرنا کو ترجیح دیتے ہیں ع بہانا پسند آنا کے معنی میں انگلی

زبان ہے اب میرے نزدیک بھی مستحسن الترک ہے مھیں میں ہی کی جگہ بول چال میں چاہیے آجاتا ہو مگر کسی معتبر کلام میں اب تک نظر سے نہیں گزرا، حکم اس کو استعمال کا نہیں دیا جاسکتا حضرت اسیر مرحوم کی نظر سے آپ کے شعر میں نہیں معلوم کیونکر رہ گیا اور میں نے بھی اسے دیکھا ہے تو سوا اپنے سہو نظر کے اور کیا کہا جائے، انکھڑیاں، چشم معشوق کے لیے مخصوص ہے اور یہ لفظ بھی مجھے پسند ہے بھدنا لفظ نہیں ہے بدھنا ہے اور سرایت کرنے کے معنی میں مستعمل ہے صبا ؎

شور جس کا ہے وہ ہے عشق جنوں زا دل میں + بدھ گیا ہے نمکیں حسن کا سودا دل میں

حضرت زاہد سہارنپوری کے نام "عین الانسان وانسان العین پیارے زاہد حسین صانکم اللہ عن کل شین" ۹ ستمبر کی تحریر سعادت خمیر نور افزوز نظر منتظر ہوئی "دُمّل لفظ عربی ہے دمامیل اس کی جمع ہے دنبل صحیح نہیں آپ کے قلم سے کسی جگہ یونہیں نکلا لہذا اطلاعاً لکھا گیا" اب بتانے کی یہ بات رہی کہ مشتری ستارہ مذکر ہے یا مونث؟ واضح ہو کہ یہ ستارہ مونث ہے اور جہاں کہیں سخندانوں اور سخنوروں نے استعمال بتذکیر کیا ہے وہاں ستارہ مقصود نہیں ہے جس کو مشتری سے تشبیہہ دی ہے جیسے ناسخ کے اس مطلع پر ؎

بلبل ہوں بوستاں جناب امیر کا　　روح القدس ہے نام میرے ہمصفیر کا

ان کے شاگرد رشید مرزا محمد رضا برق نے جو مصرع لگائے ہیں اس میں قمری کو جس کی تانیث میں کسی کو اختلاف نہیں ہے بتذکیر استعمال کیا ہے تو بات یہی ہے کہ وہاں قمری طائر مقصود نہیں ہے، وہ تضمین یہ ہے؛

پروانہ ہوں ازل سے سراج منیر کا ۔۔۔ قمری ہوں سرو باغ علی کبیر کا
میں نغمہ سنج ہوں چمن بے نظیر کا ۔۔۔ بلبل ہوں بوستان الخ

جہاں تاریخ میں زہرہ کے ساتھ مشتری کا لفظ آئے گا وہاں مشتری سے دولہا ہی مقصود ہوگا جیسے قمری سے برقی کے شعر میں عاشق یا خود متکلم و مصنف مراد ہے"

جامع مکتوبات حضرت ثاقب کے نام "اگر اردو زبان میں کچھ موزوں کرنے کا اتفاق ہوتا ہو تو طرح دامن گلچیں میں طبع آزمائی ضرور فرمائی جائے کہ اس کی رونق بڑھے اور ترتیب حروف تہجی میں آپ کے تخلص سے ثائے مثلثہ کا گھر آباد ہو کہ وہ ویران پڑا ہے" تذکرہ انتخاب یادگار حسب فرمائش سرکار مرتب ہوا اور چھپکر سرکار میں داخل ہوا میں اپنی تالیفات کو اس قابل نہیں جانتا کہ ہدیہ احباب کروں علی الخصوص یہ تذکرہ جس میں مجھکو حالات تاریخی اور انتخاب اشعار میں ایسی مداخلت ہے جیسے قلم کو دست کاتب میں"

فصیح الملک مرزا داغ کے نام "میاں کبھی کسی مزار پر انوار پر جانا ہو تو ذرا اس سیہ کار کے حق میں بھی دعائے حسن ختام کر لو ہر نفس نفس واپسیں ہے دیکھا چاہیے کیا معاملہ پیش آتا ہے" "پیارے داغ! افسوس کہ میں نے حمید سے کوئی ساعت آپ کی خدا کی طرف مشغولی کی نہ سنی"

اے میرے اللہ مجھ ناصح بے معنی کو جو خود فضیحت ہے اور داغ کو نصیحت کر رہا ہے محض اپنے فضل و کرم سے اپنی مرضیات میں کوشش کی توفیق دے

اور میرے سب عزیزوں دوستوں کی عمرونکا خزانہ بھی اپنے انوار رحمت سے بھر دے آمین"

مولوی نور الحسن خلف حضرت محسن کاکوروی کے نام؛ مسالا معلوم ہوتا ہے کہ مصالح کا مفرد ہے جو عربی میں مصلحت کی جمع ہے اور فارسی والے ہر چیز کی تیاری کے لوازم اور ضروریات کے معنی میں استعمال کرتے ہیں اور یہی محل استعمال ہندیوں کے یہاں بھی ہے جیسے عمارت کے لیے چونا سرخی وغیرہ تالیف کے لیے وہ کتابیں وغیرہ جن سے اُس تالیف میں مدد مل سکے کپڑوں کی رونق اور چمک دمک کے لیے گوٹا پٹھا بنت کناری کھانے کے لئے لونگ الایچی دھنیا مرچ بال دھونے کا مسالا محرم کا مسالا مسالے کا تیل دلی والے اصل کی طرف جاتے ہیں مگر چونکہ بازار میں مصالحہ نہیں ہے یعنی کوئی یہ نہیں بولتا کہ گوشت کا مصالحہ نہیں لیا گرم مصالح ہو گیا کرتی میں مصالح کم پڑا۔ اب کے محرم کا مصالح ہمکو نہیں دیا اسلیے میری رائے ہے کہ اردو میں جو بولیں وہی لکھیں جسطرح مسالا بولتے ہیں اسیطرح لکھا بھی جائے اور یہی مشرب متوسطین و متاخرین شعرائے لکھنو کا ہے جیسا رشک نے لغت میں لکھا ہے "مسالا بمیم مفتوح سین مہملہ و لام بالف کشیدہ ضروریات ہر چیز باشد کہ بدین ضروریات رونق و لذت آں چیز شود ظاہرا ایں لغت از مصالح باشد" اور اسی کی تقلید جلال نے بھی اپنے لغت گلشن فیض میں کی ہے مضر مرحوم نے بھی یہی مشرب اختیار کیا ہے نمک چھڑکنے کو مانگے جراحت دل ہے جو دیکھئے آپ کے موباف کا مسالا سانپ کالا سانپ اور یا لا سانپ زمین ہے وللہ

کسی کے سینہ سوزاں سے گیا نشتر میں لپٹی ہے + کباب دل کی کچھ کچھ بو ہی کرتی کو مسالے میں
لائے ہیں پیالے میں زمین ہے، اور جان صاحب کے ایک شعر سے
یہ بھی پتا چلتا ہے کہ محلات لکھنؤ میں بھی یہی بول چال تھی ؎
اے جان ایسا چھاتی سے لپٹا یا بھینچ کر ــ انگیا کا میری سارا مسالا مسل گیا
حضرت صفیر بلگرامی نے تذکرۂ جلوۂ خضر میں امیر مرحوم کا حال اور
عظیم آباد میں حضرت شاد کے دولتکدے پر ان سے اپنی ملاقات کا ذکر
درج کر کے ایک خط بھی نقل کیا ہے ہم اس مکتوب کو بھی اس مضمون میں شامل
کئے دیتے ہیں وہو ہذا۔

حضرت صفیر بلگرامی کے نام

بلبل شیراز و طوطی ہند کے ہمصفیر سلامت۔
سلام مسنون اخلاص و سپاس مشحون سفر سے پلٹ کر بیماریوں اور بیماروں کی پرستاریوں
نے مجھ سے جی بھر کے اُن آسایشوں کا عوض لیا جو میں نے ملاقات احباب سے سفر میں
پائی تھیں وہ سرگذشت لکھوں تو خط مرثیہ ہو جائے کتنے ہی عزیز چل بسے خدا مغفرت کرے
اس اجمالی اطلاع سے مقصود یہ ہے کہ آپ اپنے فقیر نام کے امیر کو یہ نہ سمجھیں کہ وطن پہنچکر
آپ کی مہربانیوں اور قدردانیوں کی لذت بھول گیا نہیں نہیں اُسے یاد ہیں
امیر اللغات کے اصول سے متعلق ایک کاپی بھیجکر آپ کے دل و دماغ سے جواب باصواب
کی آرزو ہے زیادہ حاجت تصدیع نہیں۔

امیر احمد عفی عنہ
۹ دسمبر ۱۸۸۸ء

قال المولف ہذہ النسخۃ الشہیر ثاقب کان اللہ لہ

شوق پنہاں ہے کے ستم اے بیوفا کس سے کہوں
کیوں سنے یہ داستاں کوئی میں کیا کس سے کہوں

اے ترا روے منور رشک صد صبح چمن
تو نہ جب میری سنے پھر میں بہلا کس سے کہوں

میری جاں افتادونکی قدر کیوں کوئی کرے
دلکی ان بیتابیوں کو اے خدا کس سے کہوں

یا سمیع المستغیثین یا انیس العاشقین
حسن تجھسے عشق تجھسے پھر میں کیا کس سے کہوں

وہ نہیں سنتا اگر ثاقب تو پھر تو ہی بتا
سرگزشت ہجر و جور ناروا کس سے کہوں

فراغ خاطر دلخستگاں نہیں معلوم
نہیں نہیں تجھے اے آسماں نہیں معلوم

نگاہ ناز میں شوخی ہے آج حد سے سوا
گرے گی کس پہ یہ برق تپاں نہیں معلوم

نہ ہنس تو رونے پہ میرے کہ اے جفا پرور
ہنوز مجھکو طریق فغاں نہیں معلوم

جفا سے کام ہے ان کو وفا سے کیا مطلب
دواے درد مصیبت کشاں نہیں معلوم

فلک بتا کہ زمانے کو تو نے دیکھا ہے
ہمیں تو ایک دل شادماں نہیں معلوم

ہزار جاں گرامی فداے شوخی یار
کہ ہر کہیں ہے پھر اس کا نشاں نہیں معلوم

زہے یگانہ سرافراز شان رسوائی
کسی کو حالت پیر مغاں نہیں معلوم

رواں ہے قافلہ غفلت کا راہ ہے باریک
کہاں تمام ہو عمر رواں نہیں معلوم

نہ نقش پاے عزیزاں نہ بانگ کوس رحیل
یہ کب کدہر کو گیا کارواں نہیں معلوم

کسی کی مرگ غریبی ہے پوچھتی پھرتی
کدہر ہے خاک وطن کچھ نشاں نہیں معلوم

ق

شہید ہوتے ہیں مردان راہ حق پیاسے
کچھ اور حال جگر تشنگاں نہیں معلوم

یہ کیا ستم ہے بتا اے زمین کرب و بلا
تجھے وقار امام زماں نہیں معلوم

مگر ہو دار بقا دار امن اے ثاقب
کہ اہل ارض کو دار الاماں نہیں معلوم

ی النعت

عالم میں کوئی آپ سا اب دلستاں کہاں
یہ خلق یہ کلام یہ حسن بیاں کہاں

جب تک نہ ہو حضور کی الفت میں غرق حال
ملتا ہی ذوقِ عشق نہیں رائگاں کہاں

اے رہروانِ وادی بطحیٰ بڑھے چلو
کیا دیکھتے ہو دور گیا کارواں کہاں

مخصوص ہی یہ چشم ملائک کے واسطے
خاکِ درِ حبیب کہاں آسماں کہاں

پھر آئی نغمہ ریز نسیم دیار دوست
اب میرے دل میں صبر و سکوں کا نشاں کہاں

ہم باریاب کوچہ محبوب ہی نہیں
اے عشق فتنہ زا تری بیتابیاں کہاں

کس کی گلی ہے! جان یہاں نذر کیجیے
لائے ہیں آپ دیدہ و دل ارمغاں کہاں

پھر رنگ لائیں بادہ وحدت کی مستیاں
میرے حضور آپ سا پیر مغاں کہاں

ثاقب انہیں کی ذات سے تھی گرمی سخن
حسان ہند محسن خلد آشیاں کہاں

الٰہی کیا بلا ہے جی لگانا میں نہ سمجھا تھا
قیامت کا ہے آنا دل کا آنا میں نہ سمجھا تھا

دل و دیں کر دئیے قربان نیچی نگاہوں پر
طلسمی ہی یہ سارا کارخانا میں نہ سمجھا تھا

جنوں تھا یا محبت تھی مگر تھا آہ کیا عالم
تپانا ہنسنا کبھی پھر بھی زمانا میں نہ سمجھا تھا

محبت کچھ نہیں اک کار دل ہی بیقراری کا
معاذ اللہ اس دل کا ستانا میں نہ سمجھا تھا

مگر اخفائے رازِ عشق تھا مدنظر تجھکو
دمِ رخصت تر آنکھیں چرانا میں نہ سمجھا تھا

ہوئی برباد یارب عمر سب غفلت کے ہاتھوں سے
مناسب اسکو مٹی میں ملانا میں نہ سمجھا تھا

شبِ تاریک شت پر خطر بار گراں سر پر
یکایک اسطرح ناوقت جانا میں نہ سمجھا تھا

تری رحمت نہیں محتاج عشق طالب نالش کی
مآل زندگی پھر میں نے مانا میں نہ سمجھا تھا

کسی کے ذکر پر کیوں بیخودی طاری ہوئی ثاقب
یہ افسوں تھا کہ تھا کوئی فسانا میں نہ سمجھا تھا